



سیرۃ نبوی قرآنی

مولانا عبدالماجد دریا بادی رحمۃ اللہ علیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مکتبہ انجمنی شریفہ رحمن پورہ

— سوکھ روڈ، لاہور —

سیرۃ نبوی ﷺ قرآنی

مولانا

عبدالماجد دریابادی

پیشکش : طوبیٰ

ریسرچ لائبریری

toobaa-elibrary.blogspot.com

سیرۃ نبوی قرآنی



مولانا عبد الماجد دریا بادی رحمۃ اللہ علیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

منگلہ بکسٹن دیش سٹریٹ، بیراٹھ پور، دروازہ، لاہور



- صفحہ
- ۵ پہاچہ
- خطبہ (۱) ————— تصویر کا پیش خیریاں
- ۴ ————— نام، نسب، وطن، زمانہ
- ۳ ————— فضائل، خصائص، مشاغل
- ۲ ————— رسالت و بشریت
- ۱ ————— ہجرت
- ۶ ————— غزوات و معرکات
- ۷ ————— معاصرین
- (الف) ————— مشرکین
- (ب) ————— یہود و نصاریٰ
- (ج) ————— منافقین
- (د) ————— ملوثین
- (۸) ————— معجزات و دلائل
- (۹) ————— خانگی اور ازدواجی زندگی
- اختتامیہ

بار دوم: ۱۹۸۵ء
 مطبع: عظیم پرنٹرز لاہور
 تعداد: ایک ہزار
 قیمت: ۶۰ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

یہ مجموعہ ادبیاتی کرکٹ مستقل تصنیف نہیں ہے نہ کہچوں (خبطوں) کا مجموعہ ہے جو ”سیرۃ نبوی قرآن مجید کی روشنی میں اس کے عنوان سے جنوری ۱۹۷۱ء (مطابق ۱۳۹۱ھ) کی اخیر تاریخوں میں اہل اہل العلماء و دانشمندان کی کرکٹوں و مضمونوں کی فرمائش پر ایک مرحوم ناٹوں کے قائم کئے ہوئے وقت کے مانت مدراس میں نہر کا لکھی کی عمارت میں دیئے گئے تھے۔ اور طے یہ تھا کہ انہیں کتابی صورت میں جنوبی ہند کی مسلم لکچریشنل ایسوسی ایشن (مدراس) شائع کرے گی۔

لیکن قصائے انہی سے کچھ ہی روز بعد تحریک کے روح رواں ڈاکٹر عبدالحق مرحوم کی وفات ہوگئی اور ان کی وفات سے جہاں اور شیوں پھوٹے بڑے غلی کاموں کو نقصان پہنچا، وہیں یہ وعدہ بھی ارقانہ ہو سکا۔ بلکہ انہی کے کارکنوں نے ان کچروں کا مسودہ ایک واپس نہ لیا اور تماشے کے خطوط ابھی اشی ہے۔

مجموعہ اداس طرف سے واپس ہو کر طبع و اشاعت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لینا پڑا یہ مجموعہ اداس کرکٹ ایک مکمل سیرۃ نبوی قرآنی نہیں ہے۔ شروع میں خیال یہ تھا کہ کتابی صورت میں لائے وقت کا ان فکر کے دو ایک شبے (یہ طو باب کتاب) بڑھا دئے جائیں گے چنانچہ انتظام میں اس کا یہ وعدہ بھی کر لیا گیا تھا۔

مگر جب نظر لایا کہ وقت آیا تو مجرم کارنے ایک نا اہل کی پست جی نے اس کا مرقعہ ہی نہ دیا اور اب شبے اتنے ہی شائع ہو رہے ہیں جتنے مشہور میں دیئے گئے تھے نظر ثانی عبارت پر ابھی خاصی کمی لگتی ہے اور بجا سمزی اعتبار سے بھی کچھ اضافے کر دیئے گئے تھے اور وہیں (بجز مولانا عبد الشکور دکنوی مرحوم و مفتوح کے ایک مختصر سے رسالے

بسم اللہ تعالیٰ شاہ فیصل رحمہ اللہ

مجموعہ اداس کرکٹ ایک مکمل سیرۃ نبوی قرآنی نہیں ہے نہ کہچوں (خبطوں) کا مجموعہ ہے جو ”سیرۃ نبوی قرآن مجید کی روشنی میں اس کے عنوان سے جنوری ۱۹۷۱ء (مطابق ۱۳۹۱ھ) کی اخیر تاریخوں میں اہل اہل العلماء و دانشمندان کی کرکٹوں و مضمونوں کی فرمائش پر ایک مرحوم ناٹوں کے قائم کئے ہوئے وقت کے مانت مدراس میں نہر کا لکھی کی عمارت میں دیئے گئے تھے۔ اور طے یہ تھا کہ انہیں کتابی صورت میں جنوبی ہند کی مسلم لکچریشنل ایسوسی ایشن (مدراس) شائع کرے گی۔

بنات اصغر

یعنی

چار اصغر ادایاں

تیسری شہادت

بنات اصغر ادایاں کی اشاعت و اشاعت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لینا پڑا یہ مجموعہ اداس کرکٹ ایک مکمل سیرۃ نبوی قرآنی نہیں ہے۔ شروع میں خیال یہ تھا کہ کتابی صورت میں لائے وقت کا ان فکر کے دو ایک شبے (یہ طو باب کتاب) بڑھا دئے جائیں گے چنانچہ انتظام میں اس کا یہ وعدہ بھی کر لیا گیا تھا۔

اعتراضات کا مکمل ازالہ

تالیف

احمد علی شریف صاحب مدظلہ

مدرسہ اسلامیہ جامعہ اسلامیہ (مدینہ)

میکہ مکس

کے اپنی نومست میں یہ کتاب پہلی ہے اس کا مکمل انشا راشد آئندہ کسی خوش نصیب ہی کے نصیب میں آئے گا۔

بچوں کے دے چکنے کے کوئی دفعائی میں سال بعد مجھے بے خبر کوئی دانش مند شخص محمد بن ابی ایلم لکھی ایک ذی ذرا بور کی ایک تحریر سے متاثر ہو کر یہی کہ مصر میں کئی سال کا عرصہ ہو کر ایک قرآنی سیرۃ الرسولؐ لکھ چکی ہے۔ اب اس کی تلاش شروع ہوئی اور میں نے اس کی سرگرم و مسلسل کوشش کے بعد کہیں جا کر یہ دستیاب ہو سکی وہ بھی حصہ بناب مالک دام ایم۔ اسے ریحہ دلی سعادت خاندان ہند کی توجہ و حمایت سے۔

نائب مشعل درود جلدوں میں ہے اور صفحات کی مجموعی تعداد سات سو سے اور صفحہ معصفت کا نام محمد عرقہ درود ہے جو مصر کے ایک مشہور اہل حکم ہیں، غصہ است کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مصنف نے کلیات متعلقہ صرف بہ قدر ضرورت نہیں بلکہ پوری پوری نقل کر دی ہیں۔ بہر حال یہ کتاب اگر شروع میں مل گئی ہوتی تو اس سے رہنمائی بہت کچھ حاصل ہو گئی ہوتی۔

زندگی کا اعتبار جو انوں ہی کے لیے کیا ہے چہ جائیکہ شرع الی کے قواعد کے لیے جو کہنا چاہیے کہ ستر آخرت کے لیے یا بہر حال یہ ہے تاہم اگر شریعت الہی کو منظور ہو اور مہلت نصیب ہو گئی تو کلی تعلیمات اور صفاتی تعلیمات سے متعلق روایات کے اضافہ کا خیال واضح سے دور نہیں ہوا ہے۔ باقی خدمت دین و ملک کی کتنی حسرتیں اور بھی دل میں باقی ہی ہیں ایک نا اہل شخص کو خدمت کا تا بھی موقع مل گیا یہی بہت قیمت اور لائق حمد شکر ہے۔

(محمد امجد - دریا یاد منظر بارہ بجی)

خطبہ (۱)

ظہور کی پیش خبریاں

ظہور مبارک کا واقعہ دنیا کے لیے اسکل اپنا ایک اور غیر متوقع طور پر نہیں پیش آ گیا اہل کتاب یعنی یہود اور نصرانی دونوں ایک موضوع کے استعارے میں صدیوں سے چلے آ رہے تھے اور قرآن مجید نے ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے تو اس ظہور مبارک کے لیے دعا صراحت سے نقل کی ہے یہ دعا متنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نہ تھی ایک مبارک وقت جبکہ دو مقدس بندوں کی زبان سے مل کر نکلی تھی اور اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شریک ان کے فرزند حضرت اسمعیل بھی تھے۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ
مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ
(البقرة: ۱۲۵) اسمعیل علیہ السلام

مقام آتما مقدس کو خدائے کبیر کا فرش وقت آتما مبارک کو زمین تعمیر نہانہ کبیر کا زمانہ اور دعا کرنے والے۔ اللہ کے درود و مقبول ترین اور آستانی پرگزیدہ بندے دعا سب سے پہلے اس کی کہ ہماری یہ خدمت قبول ہو۔

رَبَّنَا ثَبِّثْ لَنَا أَسْوَاقَنَا لَكَ اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَشَدُّ الْحَقِّ
الْعَلِيمُ قبول فرما یہ شک تو تو خوب سننے والا خوب

(البقرة: ۱۲۵)

اس تمہید کے بعد عرض حال میں پہلی گزارش تو یہ تھی کہ تمہیں اور زیادہ توفیق طاعت

اطاعت لے۔

وَتَبَّهَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ مُلْكًا

(البقرة: ۱۵)

لے ہمارے پروردگار ہم سے ہماری خدمت

فرما تو رہا چلے۔

اور پھر مٹا ہم پر آرزو کہ ہماری نسل سے ایک امت مسلمہ ایک فرمانبردار قوم
وَسَيُؤْتِيكُمْ أَشْأَةً مُّشْتَلَسَةً مُّلْكًا اور ہماری نسل سے ایک امت بھی پیدا کر دیتی
(البقرة: ۱۵) فرما تو رہا ہو۔

نبیال کے نیسے کہ قید ہماری نسل کی لگائی جا رہی ہے یعنی وہ نسل ابرہہ کی جو
حضرت اسمعیل کے واسطے ہو۔ قید لگ جانے سے بنی اسٹی سب نکل گئے اور
امت مسلمہ بنی اسمعیل میں محدود ہو گئی یہ تو برائی امت اور اس کا رسول کون اور کیسا
ہو؟ سماعت فرمائیے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ
يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَيْمَانُكَ وَيَذِيقُهُمْ
الْعَذَابَ وَالْحِكْمَةَ وَبُزْجِيهِمْ
إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ
(البقرة: ۱۵)

اور پھر اپنے وقت پر حسب یہ رسول ظاہر ہو چکا تو اس کا وصف اسکے دوسرے
اوصاف کے ساتھ یہ بھی بیان کر دیا کہ اس کا ظہور کر دالوں کے درمیان ہوا۔

هُوَ الَّذِي يُعَذِّبُ فِي الْأَيْمَانِ
رُسُلًا مِنْهُمْ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ
أَيْمَانُهُمْ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْحِكْمَةَ وَالْحِكْمَةَ

(الجمعة: ۱)

ابراہیم و اسمعیل کی دعاؤں کا ذکر ہو چکا قرآن مجید سے یہ اطلاع بھی ملتی ہے کہ

اس طور اقدس و مطہر کی پیش خیریاں اگلے آسمانی صیغوں میں آپ کی ہیں یہ ذکر قرآن نے
کیسے تو بھٹا اور باواسطہ کیا ہے یعنی صرف کتاب کا ذکر کر کے اشارہ کتاب لے
والے کی طرف بھی کر دیا مثلاً۔

وَإِنَّا لَكُنْفِي ذُرِّيُّ الْأَوَّلِينَ
(الشعراء: ۱۱) اس کا ذکر کیا اس کی خبر اگلے صیغوں میں بھی
مواہب ہے۔

اور کیسے یہ ذکر براہ راست اور مستقیم کیا ہے اور ایسے موقع پر رسول کے اوصاف
اقتیازی خصوصی کو بھی گنا دیا ہے۔ مثلاً

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ
الْأَوَّلَى الَّذِي يُحْدِثُ لَهُمْ آيَاتِهِمْ
فِي السَّحَابِ وَالْأَوَّلَى الَّذِي يُحْدِثُ
لَهُمْ آيَاتِهِمْ فِي السَّحَابِ وَالْأَوَّلَى
الَّذِي يُحْدِثُ لَهُمْ آيَاتِهِمْ فِي السَّحَابِ
وَالْأَوَّلَى الَّذِي يُحْدِثُ لَهُمْ آيَاتِهِمْ
فِي السَّحَابِ وَالْأَوَّلَى الَّذِي يُحْدِثُ
لَهُمْ آيَاتِهِمْ فِي السَّحَابِ

یَحْدِثُ لَهُمْ آيَاتِهِمْ فِي السَّحَابِ
یَحْدِثُ لَهُمْ آيَاتِهِمْ فِي السَّحَابِ
یَحْدِثُ لَهُمْ آيَاتِهِمْ فِي السَّحَابِ
یَحْدِثُ لَهُمْ آيَاتِهِمْ فِي السَّحَابِ
یَحْدِثُ لَهُمْ آيَاتِهِمْ فِي السَّحَابِ
یَحْدِثُ لَهُمْ آيَاتِهِمْ فِي السَّحَابِ

توریت میں جتنے تعزرات و تحذیرات اب تک ہو چکے ہیں ان کے بعد یہ دعویٰ
خود اہل توریت کا بھی باقی نہیں رہا ہے کہ یہ کتاب وحی تھی کا منہ نہ ہے لیکن اتنی تعریف
تحریر کے بعد بھی کچھ تو حوالے اس میں اب بھی باقی رہ رہا ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ

”جو ایک تہا اسے ساتھ ہے“ میں صاف اشارہ موجود ہے کہ اس کی شریعت دائمی ہوگی۔ دوسری جگہ ہے۔

”جب وہ مدوگر (یا کوئل یا شیخ) آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے جیسوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا“ (یوحنا ۱۵: ۲۶)

اور تیسری مرتبہ۔

”اگر میں نہ جاؤں تو وہ مدوگر (یا کوئل یا شیخ) نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں تصور وار شہرہائے گا“ (یوحنا ۱۱: ۷۸)

یہ عبارتیں جو پڑھ کر سنائی گئیں سارو بائبل کی تھیں اور بائبل کے اردو مترجمین نے متن میں لفظ مدوگر اور معاشیہ پر اس کے نئے ”کوئل“ اور ”شیخ“ دے دیے ہیں اور انگریزی بائبل میں جو پر ٹنڈٹ فرقی ترجمان ہے اس کے لیے لفظ *shepherd* آیا ہے یعنی تسلی دہندہ اور ہنر مند انگریزی بائبل حقیقہ کے متحرک کے مطابق ہے اس میں ان سورتوں پر لفظ *Paraclete* درج ہے تمہارے یہاں کے فاضلین کا بیان ہے کہ جس یونانی لفظ کے لیے ”مدوگر“ لائے ہیں ”کوئل“ ”بھی“ ”شیخ“ ”بھی“ تسلی دہندہ اور ”بھی“ *PARACLETE* اور اصل میں *PERICLYTS* ہے جو صحیح ترجمہ لفظاً محمدیہ معنی بخود دے تو وہ آکا ہے۔

غرض یہ کہ جو ترجمہ جدید قرآن آغا اسلام کے وقت دنیا میں موجود تھیں اور جو سلسلہ دی مذہب کی قائل تھیں ان کے مقدس و متقدس میں پیش خیریاں شروع ہی سے ایک استنبیل نبی کی چلن آ رہی تھیں۔ جس کی شریعت دائمی ہوگی یعنی وہ سلسلہ انبیاء کا قائم رہے ہوگا۔

نام، نسب، وطن، زمانہ

نام اسم مبارک محمد تھا اور قرآن مجید میں اس کی مراست چار جگہ آئی ہے ایک جگہ کہ

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ (الفتح ۲۴)

محمد اللہ کے رسول ہیں۔

دوسری جگہ یہ آیت ہے کہ قرآن جو ستر ستر جہاں ہے قتل انہیں محمد پر ہوا ہے۔
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ
آمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَيْكَ مِنْ مَّحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ
مِنْ رَبِّكَ (نور ۱۸)

اور وہ برحق ہے لہذا پروردگار کی تیسری جگہ اس حقیقت سے پر وہ اشتباہ ہے کہ محمد اللہ کے قاصد یا رسول ہی ایس جیسا کہ آپ کے قبل اور بھی رسول آپ کے نبی کو نکالنا اور قاری فوق البشر ہستی نہیں۔
وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران ۱۵)

اور اسی آیت میں یہ الفاظ بھی شامل ہیں۔
أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَاتَّبَعُوا مِثْقَالَ حَبِّ خَلْتِ
أَعْقَابَهُمْ
اور اگر ان کی کفالت ہو جائے یا انہیں پاک کر دیا جائے تو کیا تم لوگ انھیں پانوں واپس چلے جانے گے۔

اور ہمیں سے خدا اس شہادت پر بھی روشنی پر گئی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ

بنا کر نہیں چھپے گی بلکہ ہر شخص کی طرف آپؐ کی بھی فانی تھی اور آپؐ کی طبیعت وفات کے فوری ہونے یا کسی کے ہاتھ سے ہلاک ہونے، دونوں کا احتمال تھا۔

پھر وحی آیت نے اسم مبارک کی تصریح کے ساتھ اس کی بھی خبر دے دی، کہ آپؐ کی اولاد کو گورنر میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا مگر بیرونوں کی گنجائش البتہ ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ قَوْمٍ يَّحِبُّونَهُمْ . ثُمَّ تَدْرَسُ رِوَايَاتٍ مِنْ سَعْدِ بْنِ دَاوُدَ (۲۴) نہیں۔

اس نمونہ کی اس جہانگاہ تصریح کے ساتھ قرآن مجید میں دوسرا نام احمد ملتا ہے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے پیش خبری کے سلسلہ میں اٹھا دیا ہے۔

إِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا قَوْمِ اللَّهِ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ الرِّسَالِ وَأَتِي بِبُحُرَىٰ مِّنْ لَّدُنِّي وَآتِي بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ . ثُمَّ تَدْرَسُ رِوَايَاتٍ مِّنْ سَعْدِ بْنِ دَاوُدَ (۲۵) میرے بعد آئے ہیں ان کا نام احمد ہوگا۔

حضرت مسیح کی جو انجیل حراری برتیا کی جانب منسوب ہے اس میں تو یہ پیش خبری آج بھی صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ باقی جو انجیلیوں کو خائیں کہا ہیں اس قسم کی کبھی ہوئی ہی آئی ہیں۔

”میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار (یا مکمل یا شیعہ) بجائے گا مگر ایک تمہارے ساتھ رہے گا“ (یوحنا ۱۴: ۱۶)

”جب وہ مددگار (یا مکمل یا شیعہ) آئے گا میں کو میں تمہارے باپ کی طرف سے میری جگہ پر مانی کا روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے تو وہ میری جگہ پر دے گا“ (یوحنا ۱۵: ۲۶)

آستانہ اہل میں سے پہلے قول سے ظاہر ہی ہو گیا کہ جو تالا والا حضرت مسیحؐ کے بعد آئے گا وہ خاتم نبوت ہوگا اور اس کی ضرورت قیامت تک قائم رہے گی اب سوال

toobaa-elibrary.blogspot.com

صرف یہ رہ جاتا ہے کہ وہ آنے والا کون ہوگا؟ حضرت مسیحؐ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا اصل سرکاری خطہ تو اب کہیں دنیا سے معلوم میں محفوظ نہیں۔ اب تو دار و مدار آپؐ کے سرکاری کام کے صرف یونانی ترجمہ پر ہے تو اس یونانی ترجمہ کا ترجمہ دوسری زبانوں میں اصل انجیل کہیں اصل دہندہ COMTEV TEV سے کرتے ہیں اور کہیں مددگار HOSKIV سے اور کہیں وکیل سے اور کہیں شیعہ سے۔

اور اس اضطراب کے مقابلہ میں ہائے ہاں کے فاضلوں کا بیان جرم کے ساتھ یہ ہے کہ وہ یونانی لفظ PAVICTE سے اس کا صحیح مفہوم احمد ہی سے اٹھا ہوتا ہے نہ اس لیے قرآن مجید نے یہ نام حضرت مسیحؐ کی زبان سے اٹھا دیا ہے۔

اسم ذاتی بعد خود کو کہی احمد کا ہے ان دو کے علاوہ اسامہ صفاتی قرآن مجید میں ت سے وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً

نَفِيرٌ - شِيرٌ - مُنْفَرِدٌ - بِشَرٍ - شَاهِدٌ - دَاعِي إِلَى اللَّهِ - سِرَاجٌ - مُنِيرٌ - مُزَلٌّ - مُدْشِرٌ - الْعَبْدُ الْهَاضِمُ - مُكَرِّمٌ - لِّعَالَمِينَ - خَاتَمُ الْغَنِيِّينَ -

اسپند در چند آیت قرآنی بلا لحاظ ترتیب سن لیجیے۔ جن میں یا سادہ تو صنفی، وارد ہوئے ہیں۔

رَأَىٰ أَكْبَرُ مَا شَهِدَ . تَبِعَ شُكَّ هَمَّ لَمْ يَحْبِبْهُ تَهَانِي لَطَفَ يَكْ . عَلَيْنَا . (الزلزال ۱۵)

اسم شاہد کی شہادت اس آیت نے پیش کر دی اور شاہد شاہد میں بھی ابھی سماعت فرمائیے گا دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

رَأَىٰ أَكْبَرُ مَا شَهِدَ . تَبِعَ شُكَّ هَمَّ لَمْ يَحْبِبْهُ تَهَانِي لَطَفَ يَكْ . عَلَيْنَا . (الزلزال ۱۵)

بہ شک ہم نے آپ کو بھیج دیا اور بہادت شیعہ والا اور ڈر لے والا بنا کر۔

کہیں کہیں اس سے بھی زیادہ اسامہ صفاتی اکٹھے بیان ہوئے ہیں مثلاً

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ رَأَىٰ أَكْبَرُ مَا شَهِدَ . تَبِعَ شُكَّ هَمَّ لَمْ يَحْبِبْهُ تَهَانِي لَطَفَ يَكْ . عَلَيْنَا . (الزلزال ۱۵)

وَمِنْ رِجَالِهَا ثَمِيمٌ ۱۔ (الاحزاب: ۶۰) اذن سے اور ایک روشن چراغ۔

اور منذر اور منذر کی کھار کو فرستے آئی ہے کیسی انگ انگ اور کسی دوسرے اسامی صفت کے ساتھ مل کر اس مفسر کو کیے۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۲۔ آپ تو ہیں ایک ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ایک رہبر اور گھانا گیا ہے۔

بَلْ عَجِبْتَ أَنَّ آتِيَ جَاءَهُ هُوَ مُنْذِرٌ ۳۔ ان لوگوں کو اس پر اچھا ہے کہ ان کے پاس ایک ڈرانے والا نہیں ہے اسے آگیا۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَفِي تِلْكَ آيَاتٍ ۴۔ آپ تو ہیں ڈرانے والے ہیں اسے جو روزِ ع سے خوف رکھتا ہے۔

اب غیر والی آیتیں مفسر نے علاوہ ان دو آیتوں کے جو ابھی آپ سن چکے ہیں۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ ۱۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَلْحَقِّ بِشَيْئٍ ۲۔ بیشک مجھے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔

عزیز بنی سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔

اور اسی کے علاوہ سورۃ الفاطر ۲ کی ایک آیت میں بھی یہ آیت ہے کہیں کہیں یہی مضمون صیغہ حاضر کے ساتھ وارد ہوا۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۱۔ (الحجر: ۹۱) اور ہم نے آپ کو تمام ایک خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اور یہی الفاظ سورۃ الفرقان ۴ کی ایک آیت میں وارد ہوئے ہیں۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ ۲۔ اسی طرح ایک جگہ اور ہے۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ ۳۔ آپ تو ہیں ایک ڈرانے والے ہیں۔

یہ تو تمام تر ایک کھلے ہوئے ڈرانے والے ہیں۔

ایک جگہ اہل کتاب سے خطاب مخصوص میں ارشاد ہوا ہے

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا ۱۔ اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے رسولؐ بھیجے ہیں جو تم سے کھول کر بیان کرتے ہیں

أَنْ تَقُولُوا آمَنَّا بِمَا نَنْشِئُ وَلَا سَئِيرَ قَدَحِ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ۲۔ اپنے وقت میں یہ رسولوں کا سلسلہ قوت تھا۔

تا کہ کہیں یہ نہ کہنے لگے کہ تمہارے پاس کوئی بشارت دینے والا نہیں ہے۔

یہی ہے جو سوائے اس کو دوسرے نذر دینے والا نہیں۔

میں تو ہوں ایک بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کے

یہی ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔

آپ کہہ سکتے ہیں تو ایک کلمہ کہہ ڈرانے والا ہوں۔

بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے نذر دینے والا ہوں۔

اور جو۔ وان زیات ع میں اس پاس ہی پاس دو جگہ ان الفاظ کو رسول کریمؐ کی زبان سے وارد ہوا ہے۔

ان بات کے ساتھ منطقیں کے دائرہ میں ساری دنیا کو لے آیا گیا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَكَلَامِ الْبَشَرِ ۱۔ اور ہم نے آپ کو دوسرے نذر دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔

یہی انسانوں کی طرف بھیجا ہے۔

سورۃ الفرقان کی بھی ایک آیت سے ہوتی ہے جہاں فرمایا گیا ہے کہ قرآن اس بندہ خاص پر اس لیے نازل کیا گیا کہ
رَبِّكَ يُدْعُو لِلْعَالَمِينَ إِلَى الْحَنِيفَةِ دِينِهِ
تاکر وہ اس کے ذریعہ سارے عالم کا ڈرانے والا ہو۔

(الفرقان: ۱۷)

اسم شہادہ کے کئی اطلاق ذات نبوی کے لیے چند منٹ قبل آپ کی سماعت میں آپ کے ہیں اور شاہد کے معنی عام طور پر گواہ سمجھے گئے ہیں لیکن اس لفظ کا استعمال محاورہ عرب میں غائب کے مقابل کی حیثیت سے بھی برابر ہوتا ہے اس لیے بیاد ہو گا اگر شاہد کو کافر کے مراد سمجھا جائے تو ادم سے کہ دو آیتیں قرآن مجید میں اور ایسی ہیں جہاں شاہد سے اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بعض اکابر تفسیر نے خیال کیا ہے ان میں سے ایک آیت سورۃ ہود کے رکوع ۲ میں ہے۔
وَيَسْأَلُكَ شَاهِدًا
اور دوسری سورۃ البروج کے شروع میں ہے۔
وَيَسْأَلُكَ مَشْهُودًا
اور شاہد اور مشہود۔

اس دوسری آیت میں اشارہ ذات نبوی کی طرف ایک قول کے مطابق

سے ہے، اور دوسرے قول کے مطابق مشہود ہے۔

یہ سارے نام ایسے ہوتے جو حیرت یا دلائے رسول کی مستقل صفات سے مستثنیٰ وارد ہوتے ہیں ان کے علاوہ دو جگہ ایسا بھی ہوا ہے کہ رسول پر کوئی وقتی کیفیت ظاہری ہوئی اور قرآن نے اس اسی وقت صفت سے آپ کو مخاطب کر دیا۔ چنانچہ نزول لنگی کے ابتدائی زمانے میں جب برادری والوں نے شرارت سے انکار و استہزاء آپ کے دعویٰ نبوت پر شروع کیا تو ایک روز آپ ان حالات سے متاثر و طول خاطر، پھارور میں بیٹھے ہوئے تھے تو قرآن نے ٹھیک اسی ہیئت کے ساتھ آپ کو مخاطب کیا اور کہا۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۚ
اے چادر میں پوشیدہ والے

اور پھر اسی طرح جب کچھ روز بعد وحی کے تسلسل میں وقفہ پڑ گیا اور آپ کو گھومند اور بے چینی ہوئے بیٹھے تھے تو قرآن مجید نے آپ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۚ
(المدثر: ۱)

یہ سارے اسامہ معانی تو وہ ہوتے جن میں سے ہر ایک کچھ قرآن مجید میں آپ کا ہے باقی کچھ اور نام بھی ہیں جو براہ راست تو وارد نہیں ہوئے ہیں لیکن قرآن مجید کی عبارتوں سے ماخوذ تفسیر کے جا سکتے ہیں مثلاً۔

مصلطیٰ - مجتبیٰ - مطاع - صادق - امین - مبلغ - مسلم - مزی - مرسل وغیرہ

اور ان سب کے علاوہ واسما، ایک البی اور ایک ازول کا اطلاق تو اس کثرت سے حضرت کی ذات پر ہوا ہے کہ اس کا اساطیر تک بھی امتیاز نہیں۔

اسی سلسلے میں ایک اور لفظ کا ذکر ضروری ہے جو اپنے نفوی مفہوم کے لحاظ سے تو عام ہے لیکن رسول اللہ کی تکویم و تشریف خصوصی کے موقع پر اس تکرار سے آیا ہے کہ اگر اسے آپ کا لقب خصوصی قرار دیا جائے تو کچھ یہاں نہیں وہ لفظ ہے جو بد خصوصیت و یکہ گت کے موقع پر آپ کی جانب اشارہ اسی کر کے کیا گیا اور نمایاں آپ کے وصفِ عہدیت کو لایا گیا ہے چنانچہ قرآن مجید کے شروع ہی میں۔ جہاں منکر و مل ورم معاندوں سے سختی کے ساتھ کہا ہے کہ اگر اس قرآن نہیں سن سکتے تو نو تک سورت ہی اس کی سی پیش کر دکھاؤ وہاں نبی کے رسول یا نبی کے کام اسی لفظ عہدیت لایا گیا ہے
وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا
اور اگر تمہیں اس کو ہم کے کلام میں کچھ شک
عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ
ہے تو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے۔ تو
تَشْلِيلٍ ۚ
(البقرہ: ۲۳)

اسی طرح جہاں مسجد اقصیٰ کے سفر معراج کا ذکر ہے وہاں بھی ہی لفظ آیا ہے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ

پاک ہے وہ ذات جو راقی رات سے گئی
لَيْلَةٍ قَبْلَ السَّجْدِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الْحَمْدُ

آؤ اقصیٰ۔ (دینی سرائیل: ۱)

اسی طرح جہاں میرا سنانی سے سرفروزی و تقرب خصوصی کا ذکر ہے وہاں بھی تصرف اسی لفظ کا ہوا ہے۔

فَأَذِخْ لِي الْغَنِيَّ مَا أَؤْتِي ۖ
(الذہر ج ۱)۔
پھر اللہ نے وہی کی اپنے بندہ پر جو کچھ کہ وہی کی۔

ایک جگہ یہ مذکور ہے کہ کافر سائد عبد کمال کی نماز و عبادت کی راہ میں عامل ہوتے ہیں۔ وہاں ارشاد ہوا ہے۔

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَدْعُو عِبْدًا
إِذَا شَفَعُو ۖ (علق)
تو نے اس شخص کے مال پر نظر کی۔ جو روکتا ہے جب بندہ نماز پڑھتا ہے۔

اور ایک جگہ ایسے ہی موقع پر جیسے شخص عبد کے لفظ عبد اللہ آیا ہے سیاق یہ ہے کہ رسول جب عبادت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، تو مشرکین معاندین آپ پر هجوم کر کے چڑھ آتے ہیں تو وہاں کام اسی اسم توفیق عبد اللہ سے لیا گیا ہے۔

وَأَنفَكْنَا مَا كُنَّا مَعَهُ غَنِيًّا
كَذَٰلِكَ يُدْعَوْنَ عَلَيْهِمْ لِيُذْكَرُوا
(الحج ج ۱)۔
اور جب اللہ کا بندہ (خاص) کھڑا ہوتا ہے کہ اس کی عبادت کرے تو یہ لوگ اس پر توہم کرتے کہ ہوتے ہیں۔

نزول قرآن کے عظیم ترین نعمت کے سیاق میں ذکر بابا عبد یعنی اسی عبد کمال کا آتا ہے حمدی دلی آیت ابھی آپ سے ہے۔ سابق میں آئیں اور اس سلسلہ کی سماعت میں لائی جائیں۔ پہلی آیت۔

أَلَمْ نَجْعَلْ لَّكَ آيَاتٍ تَتْلُو ۖ
أَلَمْ نَجْعَلْ لَّكَ آيَاتٍ تَتْلُو ۖ
(الکوثر ج ۱)۔
ساری تعریف بندہ اس اللہ سے لیے جس نے کتاب اپنے بندہ پر نازل کی۔

دوسری آیت
ثُمَّ لَآئِكَ نَرْسِلُ مَعَهُ قُرْآنًا مَّعْزُومًا
عَبِيدُ ۖ (الفرقان ج ۱)۔
پھر انہیں ہم نے قرآن اپنے بندہ پر نازل فرمایا۔

اور تیسری آیت

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ
بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ
إِلَى النُّورِ ۖ (الاحزاب ج ۱)۔
وہ اٹھ وہی ہے جو صاف صاف آیتیں اتارتا ہے اپنے بندہ پر تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے۔

کہیں اس نزول کا اطلاق بجائے کلام کے حق غیبی و نصرت خصوصی پر ہوا ہے اور وہاں بھی مذکور عبد ہی کا ہے۔ مثلاً

وَلَا تَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ
أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِكَ مَقَالًا
(الاحزاب ج ۱)۔
اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ براہ راست اس پر نازل ہوا ہے جو ہم نے فیصلہ کے دن اپنے بندہ پر اتارا۔

اور کہیں یہ اطمینان دلا گیا ہے کہ یہ عبد براہ راست اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں ہے۔
أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدًا
(نور ج ۲)۔
کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندہ کی حفاظت کے لئے؟

اسما صفاتی میں سے دو ایسے بھی ہیں، جو ایک طرف تو کھلے ہوئے رسول اللہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور دوسری طرف وہ اسما حسنہ باری تعالیٰ میں بھی داخل ہیں وہ لفظ ہیں رؤف اور رحیم۔ حیضہ معترفین آل کے اضافہ کے ساتھ تو یہ الرؤف والرحیم اسما ذاتی ہیں لیکن اگر وہیں بغیر آل کے رسول کے اسما صفاتی میں لائے گئے ہیں۔ سورۃ البرزہ کے ششم پر رسول کے ذکر صریح کے بعد آتا ہے۔

وَرَحِيمٌ ۖ
رَحِيمٌ ۖ (البقرہ ج ۱)۔
تو اس کے لئے رحیم ہیں، رحیموں کے حق میں بڑے شفقت اور دلم والے ہیں۔

ایک اور اسم وضعی ذکر ہے ارشاد ہوا ہے۔
قَدْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ
(الحمل)۔
آپ انہیں یاد دلاتے ہیں۔ اور آپ تو میں ہیں یاد دلاتے والے۔

یہ اسم صیغہ کے متناہی میں آیا ہے اور صیغہ کے معنی میں تعدیل یا تدریج احمدی

زبان میں وارد نہ کرے۔

دو وصف قرآن مجید نے اور آپ کے ایسے بیان کئے ہیں جن سے دوسرا توصیفی پیدا ہو سکے ایک کا تعلق وصف رحمت عالم ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر سب جہانوں کے حق میں۔)

(الانبیاء: ۱۰۷)

اور دوسرا وصف حق تعالیٰ کا ہے۔

مَا كَانَ لِمُحَمَّدٍ أَنْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ لَّا يَأْمُرُ بِهِ اللَّهُ وَخَلَا فَعَلَهُ

وَلَا يَنْهَى عَنْ شَيْءٍ لَّا يَنْهَى اللَّهُ وَخَلَا فَعَلَهُ (الاحزاب: ۵)

دو لفظ قرآن مجید میں اور بھی آئے ہیں ایک نور دوسرے بھان، جہور، مضمرین کے نزدیک ان کا تعلق اوصاف قرآن ہی سے ہے چنانچہ ایک ہے۔

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا لَمَّ الضُّرُّ وَكَانَ كِتَابٌ صٰمِيًّا (المائدہ: ۲۸)

اور دوسری آیت ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ (النساء: ۴۳)

لیکن مشرین کا ایک گروہ ادھر بھی گیا ہے کہ دونوں لفظوں سے مراد ذات نبوی ہے گویا ولایت ہے تو کسی گروہ رحمت نفعی قسم ہے۔

اور اس لفظ برہان سے ملتا ہوا ایک اور لفظ بینۃ بھی آپ کی شان میں سمجھا گیا ہے۔ مثلاً اس آیت میں۔

حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ (بینۃ)

جس تک کہ ایک واضح دلیل ان کے پاس نہ آئی۔

کا عنوان ملتا ہے۔

پہلی روشنی نسب مبارک کے سلسلہ میں قرآن مجید سے یہ پڑتی ہے کہ آپ تمہارے ائمہ یحییٰ لکے یحییٰ خاوی۔

کیا اللہ نے آپ کو تمہارے نہیں پایا پھر اس نے (المعتفی) آپ کو غمگناہ کیا۔

قیمہ اس کو کہتے ہیں جس کے باپ کا استعمال اس کے بلوغ سے قبل ہی ہو جائے اور قبل بلوغ شامل ہے قبل ولادت کو اور تاریخ کا بیان ہے کہ آپ کے والد ماجد کی وفات آپ کی پیدائش سے بھی قبل ہو گئی تھی۔

پھر قرآن ہی کے لفظ خاوی سے یہ بھی سمجھتا ہے کہ نبی کے باعث آپ کے ہونے کے بعد (اور عرب جاہلیت میں یوں بھی تھیں کہ زندگی بے روحی کو نفی ہی کی زندگی بے روحی تھی) لیکن حکمت الہی نے دوسرے استقامت آپ کی ولایت و ربوبیت کے

کر دیئے تھے۔ جیسا کہ روایت میں آتا ہے پہلے دادا عبدالطلب اور پھر چچا ابو طالب کے ذریعہ سے۔

آپ کا نسل ابراہیمی سے ہوتا قرآن مجید سے ظاہر ہے بلکہ آپ تو فرہادی تھے مبین

معاذ ابراہیمی کا۔

وَسَنَدٌ يَّصْدُقُ أَهْلَهُ مُسْلِمِينَ (یسی امت پیدا کر دے جو تیری فرمان بردار ہو۔۔۔ اور سہ تمہارے پروردگار جاری امت کے

انعام میں سے ایک پیغمبر پیدا کر دے جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتابِ حکمت کی تعلیم دے سکے اور ان کو پاک کرے۔)

(البقرہ: ۱۲۹)

اور جس موقع کی یہ دعا ہے وہاں قرآن ہی کے حسب صراحت حضرت اسماعیل بھی حضرت ابراہیم کے شریک تھے۔

اس لیے ظاہر ہو گیا کہ آپ نسل ابراہیمی کی شاخ اسماعیلی سے تھے کسی اور شاخ سے نہیں

یہ آیتیں تو نسب کے باب میں صریح ہیں اور ان سے جو استنباط ہو سکتا ہے وہ بھی لازمی طور پر صحیح ہی ہے۔ باقی تاحی میاں ہاشمی (مستوفی ۱۳۷۵ھ) نے اپنی معروف کتاب الشفاء فی حقوق المصطفیٰ میں دو اور آیتوں اور ان سے اس سلسلہ میں استدلال کا بھی ذکر کیا ہے ان میں سے ایک سورۃ التوبہ کے تحت کی آیت لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ ہے اس کی ایک قرأت یہاں انفکھم (ختم کر دو) سے ہے تو اس سے استدلال یہ ہوگا آپ کا خود نفس ترین یا شریف ترین انسانوں میں ہوا ہے۔ دوسری آیت سورۃ الشعراء کے آخری دو کلمات کی ہے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ وَتَقَالِبُ فِي السَّاجِدِينَ۔ اس کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ اللہ نے آپ کو عبادت گزاروں یا پارساؤں ہی کے صلیبوں پتھروں سے نکالا ہے اور اسی طرح یہ وہ ذات بھی تھوڑے سے تکلف کے بعد بعض اہل علم کے مذاق کے مطابق آپ کی شرافت نسب اور اللہ و دانی پر گواہ بنائی جاسکتی ہیں۔

وطن جس سرزمین پر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بزرگوار حضرت اسمعیلؑ کو لایا تھا۔ وہ اس وقت تک خشک و بے آب و گیاہ تھی بیت اللہ کے بڑوس میں اور حضرت کی دعا یہ تھی کہ دیندار ہی اور خدا پرستی کے چرچے کے علاوہ اس بستی والوں کو میوے یا پھل بھی بہیم نہیں دیں۔

رَبَّنَا إِنِّي أَكْثَرْتُ مِنَ الذُّبُوحِ
بِوَادٍ غَيْرِ ذِي ذُرُوعٍ وَغَدَّ بَيْتُكَ
الْمُحَرَّمُ وَرَبَّنَا بَنِيهِمْ لِيُؤْمَرُوا إِلَى
فَأَجْعَلْ أَهْلَهُ قَوْمًا يَتَّقُونَ النَّاسَ يَتَّقُونَ
أَلَيْكُمُ وَادُّهُمْ مِّنَ النَّسْرَاتِ
لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ إِذْ أَنزَلَ
الْهَدْيَ مَعَهُ فَمَن يَمُنْ بِهِ فَمَن يَمُنْ بِهِ

اسی شہر سے متعلق حضرت ابراہیمؑ کی دعا ایک دوسری رنگان الفاظ میں نقل ہوئی ہے۔
رَبِّ اجْعَلْ هَذِهِ الْبَلَدَ آمِنًا
لِّمَن يَمُرُّ بِهِ يَوْمَ تَكُونُ مَسَاجِدُكُمْ

وَإِذْ ذُرِّي أُخْلِدَ فِي السُّجُرَاتِ۔
اسی والا اور اس کے رہنے والوں کو چیلوں

(بقدرت و عطا)
رسول اللہؐ کی پیدائش اسی بستی میں ہوئی جو خشک و بے گیاہ حضرت ابراہیمؑ ہی کے زمانے میں تھیں۔ جدیدین بعد تک رہی۔ لیکن اس کے باوجود بیتنا اسی وطن کا ہی کی برکت سے میوے اور پھلوں سے محروم نہ رہے بھی نہ رہی اور اب تو ایک حد تک خود ہی شاداب و گلزار بن گئی ہے۔ یہی اس شہر کی مانویت یا اس کا پیرا میں ہوا تو اس کی حرمت تو اس چاہت کو بھی ملحوظ رہی ہے اور شریعت اسلامی نے اس شہر کو ہم قرار دے کر اس کے اندر جانوروں کا کھانا تک ممنوع کر دیا ہے قرآن مجید نے اس کے اس پہلو کو نمایاں کر کے اسے ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ اور ابراہیمؑ کے بار بار یاد کیا ہے۔

شہر کا قدیم نام کدے اور خدا کے پاک کی پہلی عبادت گاہ ہونے کا شرف و امتیاز اسی کو حاصل ہے۔

إِنَّ أَكْثَرَ بَيْتٍ دُجِّعَ لِلنَّاسِ
الَّذِي يَبْكُهُ مُبَانِعًا وَهَدْيٌ
لَقَدْ أَلْبَسْنَاهُ (آل عمران ۱۰)

اس شہر کا نام کدے کو کچلا اور اب مزید تعارف کے لیے نیاز اس کا شمار دنیا کے معروف ترین شہروں میں ہے۔ ام القریٰ۔ البلد الامین اور ابراہیمؑ اس کے قرآنی مترادف ہیں۔

ہمارے ایک دوسرے شہر کا بھی ذکر قرآن مجید میں مذکور ہے اور دینہ و ناموں سے آجائے یہاں رسول اللہؐ کے ہجرت کر کے آئے تھے اور ہجرت کا ذکر اور اس کے احکام قرآن مجید میں شہرت سے وارد ہوئے ہیں۔ معاذ اللہ سے عزرات و محاربات یہاں کے زمانہ قیام میں بار بار جاری رہے اور ان کا تذکرہ قرآن مجید میں بطور تفصیل سے موجود ہے یہ تذکرے تو کبھی حسب موقع آگئے سننے والے یہاں شہر کے سلسلہ میں صرف

اتنی بات سن لینے کی سہ کر بیان کی آبادی کا ایک خاصہ بڑا حصہ غیر مخلص رعایا پر شامل تھا جو بظاہر اسلامی اسنیت کے ہواغواہ و فرمانبردار تھے لیکن درحقیقت غیر وفادار بلکہ باغی تھے اور دشمنان حکومت اسلامی سے میل کئے ہوئے تھے یہ لوگ مخلص رعایا و رعایائے اسلام کے خلاف طرح طرح کی افواہوں سے ایک سرد جنگ رکھے ہوئے تھے اس پر قرآن مجید نے صاف صاف کہا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ آمَنُوا فَلْيَقُوزُوا
الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَ
الْمُزْجِفُونَ فِي الشَّيْطَانِ لَقَدْ كَفَرَ
بِعَظْمِ اللَّهِ إِصْرُهُمْ عَلَيْهِمْ إِحْرَافُهُمْ
(الاحزاب ج ۱)

یہ گویا صاف اعلان نفاق و بدی تھا کہ جو یہی روز بعد رسول اللہ صلوٰۃ کو ان طرح و دسترس حاصل ہو جائے گی اور آپ کا قیام نہیں رہے گا اس بیان نے ایک دماغ صاف کرنے پر شکست بھی پیدا کیا ہے اگر جب آپ کا قیام ہمیں آئے نہ کہ رب گائونہات بھی نہیں ہوگی اور دشمنی شریف بھی ہی شہر ہوگا۔

زمانہ سنہ و تاریخ کی بحث میں پڑنا قرآنی اسلوب بیان کے منافی ہے لیکن آئیے ہم اور آپ مل کر دیکھیں شاید کہ کچھ روشنی حضور کے زمانہ نبوت پر بھی دکھائی دے۔

پہلی بات تو خوب روشن یہ ہے کہ آپ کا عہد نزول قریت ہی کے نہیں نزول انجیل کے بھی بعد کا ہے۔

النَّبِيُّ الْأَخْيَرُ الَّذِي يَجِدُ وَنَبَا
مُتَشَبِّهًا بِحُصَيْنٍ فِي الْكُفْرَةِ وَ
الْإِسْخَابِ (الاحزاب ج ۱)

آپ تو آپ۔ آپ کے رفیقوں، اصحابوں تک کے اوصاف قریت اور انجیل

دونوں میں موجود ہیں۔

فَالْيَا مُتَشَبِّهًا فِي الْكُفْرَةِ وَنَبَا
فِي الْإِسْخَابِ (الفتح ج ۳)

پھر قرآن مجید نے قبل کے پیروں میں ذکر سب سے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ کا کیا ہے اس کے یہ سنی تو کھلے ہوئے ہیں کہ آپ کا زمانہ حضرت عیسیٰ کے بعد کا ہے

بلکہ تصریح یہاں تک ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد آپ کی آمد کی خوشخبری سن گئے ہیں
وَمُتَشَبِّهًا بِرَسُولٍ يَأْتِي فِيهِ مِنَ الْغَيْبِ
اسْمُهُ الْأَخْمَرُ (الصافات ج ۱)

اس کے بعد یہ تصریح بھی قرآن مجید ہی میں ملتی ہے کہ آپ عہد عیسیٰ سے متصل نہیں بلکہ ایک لمحہ وقفہ کے بعد دنیا میں تشریف لائے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا
يُتَبِّعُ لَكُمْ عَلَى فِتْنَةٍ مِّنَ الْوَحْيِ
(الاحزاب ج ۳)

فقرہ سے مراد اصطلاح میں وہ مدت ہوتی ہے جب کسی نبی کا زمانہ نہیں ہوتا گویا حضرت عیسیٰ کے دور نبوت کو ختم ہونے ایک عرصہ گزر چکا تھا جب ہمارے رسول کا ظہور ہوا۔

اس سے آگے بڑھتے تو سورہ قمریش سے یہ بھی واضح ہو جاتا کہ یہ وہ زمانہ تھا۔

جب قریش کی سرداری معاشرہ عرب قبیلوں کو مسلم ہو چکی تھی لیکن قریش کی بین الاقوامی اہمیت ہمسایہ ملکوں میں مافی جاپو کی تھی اور تجارتی تعلق شمال و مغرب اور جنوب و

مشرق کی جانب قریش ہی کے پرانے راہداری کے ساتھ آمد و رفت رکھنے لگے تھے تاہم یہی اعتبار سے یہ وہ زمانہ ہے جب سنہ نبی کو رائج ہونے ایک مدت ہو چکی تھی۔

تحقیق کا ایک قدم اور آگے بڑھائیے تو نظر آئے گا کہ اب زمانہ نبوت محمدی کی، تعین کے ہم بہت قریب پہنچ گئے ہیں سورہ قریش کے قبل اور اس سے متصل قرآن مجید

میں سورۃ النمل ہے ہمیں میں خانہ کعبہ پر ابرہہ سرور حکومت حبشہ کی لشکر کشی کا بیان ہے اور یہ مشہور واقعہ تاریخ کے راوی کا بیان ہے کہ کعبہ میں پیش آیا تھا عربوں کا بیان ہے اور خود سیاق قرآنی بھی یہی چاہتا ہے کہ ولادت محمدی میں اس کے چند ہی روز بعد واقع ہوئی ہو۔

غرض آپ کے زمانہ ولادت کا بتا تو قرآن مجید کی روشنی میں یوں لکھ کر نہ کچھ گک ہی گیا اب رہا سوال زمانہ بعثت و نبوت کا تو قرآن مجید ہی سے ایک عام قاعدہ انسان کے لیے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قوی (اور یہاں قرآن کے عقل و اخلاق ہی مراد ہیں) کی تکمیل ہم سال کے سن میں ہوتی ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ
اور انسان جب اپنی پوری قوت کو پہنچا۔ اور
سُنَّتُهُ (الاحقاف ۲۷) ۴۰ سال کا ہوا۔

اور جب یہ مقدمہ مسلم ہے کہ نبوت اللہ کی طرف سے بشر کے لیے سب سے بڑی امانت اور سب سے بڑا امتیازی منصب ہے تو یقیناً ۴۰ ہی سال کے سن میں آپ کو اس مرتبہ سے سرفراز کیا گیا ہو گا۔ مسیحی ہنتری کے حساب سے یہ سن اگر سلسلہ طہرہ ہے اور اسی قیاسی و فنی قہر کی تصدیق و تائید و ولایت حدیث و سیرت سے ہوتی ہے۔

سوانح کے سلسلے میں آخری عنوان زمانہ وفات کا آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو کتاب آپ کی زندگی ہی میں آپ پر نازل ہوئی تھی اس میں آپ کے زمانہ وفات کا ذکر کیونکر آسکتا تھا اب ہم تقریبی زمانہ وفات پر تو کچھ روشنی قرآن مجید سے پڑ ہی جاتی ہے۔ سورۃ النضر جس میں اسلام کے پھیلنے اور لوگوں کے جوق و درجوق ایمان لانے کی صاف بشارت موجود ہے روایتوں میں آتا ہے کہ یہ قرآن مجید کی آخری مکمل سورت ہے اور اس کا زمانہ نزول اخیر سلسلہ ہجری ہے اسی طرح سورۃ المائدہ کی یہ آیت۔
اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ
میں نے آج تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا اور
اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ دِينَكُمْ وَرَضِيْتُ

لَكُمْ دِينَكُمْ الْيَوْمَ وَرَضِيْتُ (المائدہ ۳) ملخص طور پر دین اسلام کو پسند کر دیا۔
روایتوں میں آتا ہے کہ ذی الحجہ سترہ میں نازل ہوئی تھی ان تصریحات سے قریب زمانہ وفات رسول صاف نکل آتا ہے اور یہ جو تاریخ سے ثابت ہے کہ وفات نبوی ربیع الاول سلسلہ ہجری میں واقع ہوئی یہ قرآنی اشاروں سے بھی ایک بالکل گنتی ہوئی بات ہے۔

فہائل، خصائص، مشاغل

قرآن مجید سے جہاں ایک طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد مصطفیٰ صلعم کوئی نبی بشر یا بشریت وغیرہ نہ تھے، بلکہ محض بشر تھے۔ جیسے دنیا میں بشر ہوا کرتے ہیں اور خود آپ کی زبان سے دو بار کھلایا گیا ہے کہ

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو محض ایک بشر ہوں
قرہ میا۔

ایک بار سورۃ الکہف کے کرم ۱۲ میں اور دوسری بار سورۃ حم السجده کے کرم اول میں۔ اور یہ بھی کہ آپ کوئی انوکھے پنہیر ہو کر دنیا میں نہیں آئے تھے بلکہ آپ سے پیشتر بہت سے انبیاء و مرسلین آپ کے تھے اور آپ میں انہیں میں کے ایک فرد تھے۔

إِنَّكَ لَبِئْسَ الْمُرْسَلِينَ (البقرہ ۲۳۰)

قُلْ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ اللَّهِ مُنْذِرٌ لِّقَوْمٍ

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران ۱۵)

أَكَاثِلَآءِ مِمَّنْ خَلَّيْنَا أَنَا وَنَحْنُ

إِلَّا رَجُلٌ يَنْتَحِمُ أَنَّا نُنْزِلُ الْفَأْسَ وَ

يَقْبِرُ السِّدْرَيْنِ آمَنُوا (یونس ۱۰)

اور خود آپ کی زبان سے یہ کھلایا گیا۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِرَبِّ عَارِضٍ مُّسْتَجِيبٍ

آپ کہہ دیجئے کہ رسولوں میں میں کوئی انوکھا

رسول تو ہوا نہیں۔

اور ساتھ ہی آپ کی یہ اختیار بھی ان الفاظ میں کھلا دی گئی۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا يَكُونُ

قرہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ کیا معاملہ میرے

ساتھ ہمیشہ آئے گا اور کیا تمہارے ساتھ۔

بلکہ یہاں تک بھی کہ

قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَتَّقِيهِ خَشَوَاتُ

آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے تو

کسی خدا اور کسی نفع کا اختیار ہی نہیں رکھتا مگر

جس کا اللہ کو منظور ہو۔

اور آیت کا یہی کلمہ ایک برائے نام نظمی اختلاف کے ساتھ سورۃ الاعراف

کرم ۲۳ میں بھی ملتا ہے۔

اور وقت قیامت کے ملکہ بھی نبی آپ کی ذات سے کرائی گئی ہے باوجود اس

کے کہ وقوع قیامت کا ذکر بڑی شد و حد کے ساتھ آپ کی زبان سے سنایا گیا ہے

چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ

مُرْسَلُهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا

يُبَيِّنُهَا لِي وَلَا لِقَوْمٍ أَتَوْا

بِالْحُكْمِ وَهُمْ لَا يُفْهَمُونَ (الاحزاب ۲۳)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں

کہ کب واقع ہوگا آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم

صرف میرے ہی پروردگار ہی کے پاس ہے اس کے

وقت پر مولا کے کسی انسان کو ظاہر نہ کرے گا۔

بلکہ آپ کی غیب پوری اور آپ کی ملکیت غرض الہی اور آپ کی ملکیت اس

سب کی نفی پر تصریح آپ کی زبان سے کرا دی گئی۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِلْمٌ بِغَيْبِ غَوَائِي
اللّٰهُ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ
إِنِّي مُلَاقٍ إِنْ أَتَيْتُ إِلَّا مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ
(الانعام ۵)

یہاں تک کہ نبوی علوم و معارف سے بھی سیکر آپ کی ناشائسی ظاہر کر دی گئی
حالانکہ جس حد میں آپ کا ظہور ہوا تھا اس وقت تک بابل، مصر، چین، ایران، ہندوستان
یونان، روم سب کہیں علوم و فنون خوب اپنا زور دکھا چکے تھے اور بڑے بڑے شاعر
اور ادیب، مورخ اور محدث، حکیم اور فلسفی، کمرہ ارض کے طول و عرض میں اپنا نام
پیدا کر چکے تھے اور علوم و فنون اب تک رہے قرآن مجید نے تو آپ کی اہمیت یا صرف ناشائسی
کی بھی صاف و صریح گواہی دی ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَسْمِعُ أَصْحَابَ الْغَايِبِ
حَتَّىٰ تَكُونَ لَدَيْهِمْ
(حکرت ۵)

اور یہ کہنا ہے۔
هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ
رُسُلًا وَهُدًى
(المحمد ۱)

اور پھر سورۃ الاعراف میں قریب ہی قریب دو دو جگہ آپ کے نبی اُتے جانے کا اعلان
اسی طرح ہے کہ گویا انبی الہی آپ کا علم ہے۔
مذکورہ ۱۴ میں ہے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ
الْأَوَّلِيَّ

اور ساتھ ہی ساتھ باجا بتائیں بھی ہیں۔ جس کی کفالت اپنی محبوب ترین و مکرم ترین
مخلوق سے ہی کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ موقع جہاد پر بعض صحابیوں کے پیچھے رہ
جانے کے سیاق میں ہے۔

عَمَّا أَتَتْهُ حَفْصَةُ لَيْمَ أَودَتْ لَهُمْ
حَتَّىٰ يَبْقِيَ لِلَّهِ الَّذِي يُؤْتِي الْحَيَاةَ
(التوبة ۵)

اسی طرح ایک واقعہ خیانت کے سلسلہ میں۔
وَلَا تُكَلِّمُوا الَّذِينَ يُخَيِّبُونَ
اِسْتَفْغِرُ اللّٰهَ (النساء ۱۶)

اور آپ خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں
اور اسی کے بعد۔
وَلَا تُجَاوِزْ عَنِ الْاَذْيَنَ
يَخْتَلِئُونَ اَنْفُسَهُمْ

آپ ان لوگوں کی طرف سے جھگڑا نہ کیجئے جو اپنی بہن
میں خیانت کرتے ہیں۔
یا ایک مرتبہ جنگ کے قیدیوں کے اب میں۔
مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ اَنْ يَتَّخِذَ لَهٗ
اَسْرًى حَتّٰى يَشْفِيَ فِي الْاَرْضِ

(الاحقاف ۱۵)

یا بعض مشرکوں کے لیے استغفار کے سلسلہ میں۔
مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا
اَنْ يَسْتَفْغِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا
اَوْلٰىٰ قُرْبٰى مِنْهُنَّ مِمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ
اَصْحَابُ الْحَرَجِ (التوبة ۱۳)

یا پھر اسی طرح ایک محبوب و متحول صحابی حضرت زید کی مطلقہ بیوی کے بیان میں۔
وَتَخَفْنِيْ فِي الْغَيْبَةِ مَا اَللّٰهُ

مُنِيبُونَ وَيَتَّقُونَ النَّاسَ وَاللَّهَ أَحَقُّ
 أَنْ تَخْشَوْهُ -

جس کو اللہ کی برکت سے ڈرنا تھا اور آپ کو لوگوں کی برکت
 سے ڈرنے کے لئے دعا کیا کہ اللہ ہی اس کا

(الاحزاب ۵)
 یا ایک اور سلسلہ میں جبکہ آپ نے ایک نابینا صحابی پر توجہ کرنے کے بجائے فوری
 توجہ اشرف قریش کی طرف کر دی تھی تو آپ پر تنبیہ دین کر رہے تھے۔

عَبَسَ وَتَوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى
 وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّكَ بُدِيَّ -

پہچانیں نہیں ہوئے اور مشاعرے لیا اس بات پر
 کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا اور آپ کو کیا خبر شاید

(عبس)
 تو یہ چند مقامات تھے جہاں کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو ۲۳ سال کی مصیبت و برب
 مصروف و مشغول پیرائہ زندگی میں تنبیہات بھی ملیں، لیکن دوسری طرف فضائل
 اسی کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور آپ کے پیرائہ خاص و فرائض کو اس طرح بیان
 کیا گیا ہے کہ ان پر حیرت ہی ہو کر رہتی ہے اور قرآن کا ہر حصہ تعجب اور انصاف پسند
 طالب علم پر کھینے پر اپنے کو مجبور پاتا ہے کہ ایسی پاکیزہ، بے نفس اور جامع اخلاقی
 زندگی بیشک اس قابل تھی کہ اسے ساری نوع انسانی کے سامنے بطور نمونہ و نظیر کے
 پیش کیا جائے۔

اس سلسلہ بیان کو شروع اس جامع آیت سے کیجیے جس میں خطاب یا تو امام
 نوع بشر سے اور یا قوم عرب سے۔

لَقَدْ جَاءَهُ نُوحٌ مُرْسَلٌ مِّنْ أَمْرِ كَرِيمٍ
 إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَمْلِكُ عَلَيَّ شَيْئًا
 وَتُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ -

بیشک آگئے ہیں تمہارے پاس ایک پیغمبر تینیں
 میں سے گراں گرفتار ان پر ہر چیز جس سے تم خوف
 پازوہ محض ہیں تمہارے اوپر اولیاء ان والوں پر
 تو بسے ہی شیفت و مہربان ہیں۔

(الاحزاب ۱۶)
 آیت میں اگر مجبور کی قرات سے ساتھ آنے کے لئے تو مضموم یہ پیدا ہوگا
 کہ وہ کوئی اجنبی نہیں کسی غیر جنس کی مخلوق نہیں تمہارے آپس کے ہیں اور تم ہی جیسے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں۔ ان سے مغایرت اور نامانوسیت کا کوئی محل نہیں۔

اور اگر انقباض (رب غرقا) پڑھا جائے کہ وہ بھی ایک قنوت متواترہ ہے تو معنی
 یہ نکلیں گے کہ وہ تمہارے بہترین اور نفیس ترین میں سے ہیں ان کی خصوصیت یہ ہے
 کہ ہر انسانی تکلیف ان پر گراں گزرتی ہے وہ اس سے انسان کو رہائی دلانے کی فکر
 میں رہتے ہیں۔ انسانوں کے حق میں اپنی فطر شفت سے حریف ہیں اپنی امت کے
 حق میں وہ توان و دوامت کے ہاک ہیں ہوا اللہ اپنے بندوں سے متعلق رکھتا ہے
 یعنی رافت و رحمت اور امت کے حق میں ان کی شفقت و درگزر ہی بے پایاں ہے۔
 آپ کی بعثت اللہ تعالیٰ کا ایک احسان عظیم ہے اور آپ کے فرائض و مشاغل
 خود اس پر دلیل کا کام دیتے ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبْعَثُ رُسُلًا مِّنْ أَمْثَلِهِمْ
 لِيُخَلِّصَهُمْ مِنْ الْيَأْسِ وَيَرْفَعَهُمْ
 وَيُخَلِّصَهُمُ مِنَ الْهَيْبَةِ وَالْجَبَلِ
 وَإِنْ كُنْتُمْ لَا تَدْرُونَ -

اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان کے
 درمیان ایک رسول بھیجا انہیں میں سے، جو،
 نبیوں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنا جائے اور انہیں
 تسلیم دیتا ہے کتاب اور وحی کے اور گوہر
 اس سے قبل مرید قمری میں پڑھتے تھے۔

آیت سے جہاں ایک طرف رسول کا درجہ و مرتبہ عند اللہ معلوم ہوگا کہ اللہ نے آپ
 کی بعثت کو اپنے احسان سے تعبیر کیا ہے وہیں آپ کے دروازہ مشاغل پر بھیجی اس
 سے روشنی پڑے گی اور یہ معلوم ہوگا کہ آپ امت تک قرآن مجید نہ صرف پہنچاتے تھے
 بلکہ اس کی تعلیم دیتے اور شرح کرتے رہتے اور تکریر نفس کے کام میں لگے رہتے یعنی
 اصلاح ظاہری و اصلاح باطنی دونوں میں۔

اس سے ملتا ہوا مضمون ایک دوسری آیت کا بھی ہے۔
 هُوَ الَّذِي يُبْعَثُ فِي الْأُمِّيِّينَ
 رُسُلًا يُخَلِّصُهُمْ مِنَ الْيَأْسِ وَيَرْفَعَهُمْ
 وَيُخَلِّصَهُمُ مِنَ الْهَيْبَةِ وَالْجَبَلِ -

وہ اللہ ہی ہے جس نے انہوں کے درمیان
 ایک رسول بھیجا انہیں میں سے جو ان پر اللہ

وَيَرْجِعُهُمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كُنْتُمْ لَمْ تَعْلَمُوا
قَبْلَ لَيْلٍ ضَلُّوا ضَلِيلِينَ

(البقرہ ۱۲۹)

کی باتیں پڑھ کر سنا جائے اور انہیں سنو اور
سے اور انہیں تعلیم دیتا ہے کتاب اور حکمت کی۔
اگرچہ وہ (لوگ) اس سے قبل سرگمراہی میں
پڑے ہوئے تھے۔

مشاغل روزانہ اور فرائض نبوی کا کس اس آیت میں بھی نظر آ جاتا ہے۔

کَمَا أَنْزَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا
مِنْكُمْ لِيُعَلِّمَكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ
وَيُعَلِّمَكُمْ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُعَلِّمَكُمْ تِلْكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

(البقرہ ۱۲۹)

قرآن مجید کی تبلیغ و تعلیم کا ذکر مستعلاً ہی چکا۔ آیات قرآنی نے تصریح کر دی کہ
اس کے اور تزکیہ نفوس کے علاوہ آپ نہکت اور ایسی باتوں کی بھی تعلیم دیتے تھے
جو اس وقت تک امت کے دائرہ علم میں تھیں اور اس سے یہ صاف معلوم ہو گیا
کہ آپ انفاظ قرآنی سے قطع نظر خود بھی تعلیم و تربیت فرمایا کرتے تھے اور نظری
عملی حیثیت سے وہ رہنمائی اپنی قوم کی کرتے جواب تک اس کے دماغ کی رسانی
کے باہر تھی۔

اور آپ کی بعثت کی عرض و غایت تو بہت صاف ارشاد ہو چکی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا رَحْمَةً
لِّعَالَمِينَ (الانبیاء ۱۰۷)

یعنی آپ تو بہت رحمت ہی ہیں۔ کل جہان والوں کے لیے۔

آپ کی اطاعت مخلوق پر واجب ہی نہیں بلکہ مراد ہے اطاعت الہی کے۔

وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ
أَحْلَلَ اللَّهُ (النساء ۸۰)

جس نے اطاعت کی رسول کی اس نے میں
اطاعت کی اللہ کی۔

اور یہ جب ہی ممکن ہے جب آپ کا ہر خط و لغزش سے معصوم و ماورائے ناپستہ تسلیم
کر لیا جائے۔ ورنہ غیر معصوم سے تو ہمیشہ احتمال ہے مگر غفلت معاملہ میں اس سے
لغزش مرئیات حتیٰ کی ترجائی میں ہو گئی ہو اور اطاعت رسول کی تاکید کرنے والی آیتیں
ایک نہیں متعدد ہیں۔ بعض بالواسطہ اور کارکثیراً و راست چٹا چڑا رہا ہے۔

وَمَا كُنَّا لَكُمْ لِرَسُولٍ وَخُذُوا
مِمَّا تَلْتَمِذُونَ عِنْدَ مَا تَخْتَلِفُونَ (النور ۶۴)
اور اس اخذ و متبع میں رسول کے سوا سے احکام مثبت و منفی اٹھنے ساتھ ہی کلی
اور مجموعی طور پر یہ بھی بتا دیا گیا کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ
أُتُوهُ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۳۴)

اسیے قدرہ آپ رسول و قول انت کیلئے واجب معاہدہ ہے تا وقتیکہ اسے خلاف کوئی تصریح نہ ہو۔
اب وہ آیتیں بھی ملاحظہ ہوں جن میں اطاعت رسول کا حکم براہ راست موجود ہے۔
اطاعت الہی عطف ہو کر سورہ آل عمران ۳۳ میں ہے۔

قُلِ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ
اور اسی سورت کے شروع میں اٹھیں لفظ قُل حذف کر کے ہے۔
وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ
سورہ النساء رکوع ۱ میں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا
اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
لے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت
کرو رسول کی۔

اسی کے متصل اطاعت و ولایت کا بھی حکم ہے لیکن معاہدہ بھی ارشاد ہو گیا ہے کہ
فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ
اور اگر تباہی آپس میں کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو
راہی اللہ و رسول۔

خوب خیال کر لیا جائے۔ اہل کی عدالت صرف بارگاہ خداوندی نہیں و بار رسول

بھی ہے اور اس سے بڑھ کر کسی مخلوق کا امر از غایت کے یہاں کسی طرہ پر ظاہر کیا جاسکتا ہے
ادھا طاعت رسول واسطہ دہی الفاظ جو ایک منشاء قبل سورۃ النساء سے نقل کئے جاپائے
ہیں ایک بار پھر سورہ محمد رکوع ۳۴ میں دہرائے ہوئے ملتے ہیں۔
سورۃ المائدہ کے رکوع ۴ میں پہنچے تو پھر یہ گائیڈ ملتی ہے۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ طاعت کئے ہوا اللہ اور اطاعت کئے ہوئے رسول کی۔
اور انہیں الفاظ کی تکرار سورۃ التغابن کے رکوع ۲ میں واقع ہوئی ہے۔
سورۃ الانفال کو ملے تو اس کے شروع یعنی پہلے ہی رکوع میں یہ الفاظ نظر آتے ہیں۔
وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِن طاعت کئے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی اگر
کُنْتُمْ تُحِبُّونَ طاعت کئے ہوئے۔

اور سورۃ کے تیسرے رکوع کا آغاز ہی اس آیت سے ہوتا ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا طاعت کئے ہوئے اللہ اور اس
اللہ وَرَسُولَهُ کے رسول کی۔

سورۃ میں تیسری بار پھر یہی حکم ملتا ہے اور رکوع ۴ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔
وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ طاعت کئے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی۔
اور انہیں الفاظ کا ۱۰ بار سورۃ البقرہ و رکوع ۴ میں لہا ہے۔ پھر سورۃ النور کے
رکوع ۷ میں پہلے تو یہ ہے کہ۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ آپ کو دیکھئے کہ اطاعت کرو اللہ اور اطاعت
کرو رسول کی۔

اور پھر اسی رکوع میں اور آگے بڑھ کر ہے کہ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تَرْجُونَ اتنی جگہ پہنچ کر اطاعت رسول کا، صیغہ امر میں اور وہ بھی اکثر اطاعت النبی پر
توجہ دیتے ہیں۔

اتنی جگہ پہنچ کر اطاعت رسول کا، صیغہ امر میں اور وہ بھی اکثر اطاعت النبی پر
توجہ دیتے ہیں۔

بیت اللہ کے ہوئے باقی دوسرے طریقوں سے اسی مفہوم کی جو تبلیغ و تلقین و تاکید
ہوئی ہے وہ بھی کچھ کچھ مٹا اور سرور نہیں۔

سورۃ النساء رکوع ۱ کی ایک آیت وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ
کچھ دیر قبل نقل ہو چکی ہے اسی سورۃ کے رکوع ۹ میں انعام پانچ بندوں کی معیت
کے سلسلہ میں یہ آجکل ہے کہ

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ طاعت کئے ہوئے اللہ اور اس
وَرَسُولَهُ کے رسول کی۔

اور اس سے قبل اسی سورۃ کے رکوع ۲ میں یہاں اہل جنت کا ذکر ہے وہاں
بھی ٹھیک سی الفاظ موجود ہیں۔ اور آیت کو یہی فقرہ اوٹ لوٹ کر سورۃ النور
رکوع ۴ اور سورۃ الاعراف رکوع ۱۹ اور سورۃ الفتح رکوع ۲ میں بھی آیا ہے۔

حکم کی سب تا کہ یہیں لفظ اطاعت کی صراحت کے ساتھ تھیں ایک جگہ
مصدر اتباع آیا ہے وہ بھی اس شان کے ساتھ اتباع رسول کو عین زبید اللہ کے ہاں
محبوبیت کا قرار دے رہا ہے۔

قُلْ إِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ آپ کو دیکھئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کئے ہو
فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ تو میرا اتباع کرو۔ اللہ سے محبت کئے گئے
(آل عمران ۳۱)۔

اور اس مثبت و ایجابی پہلو کے علاوہ یہی مضمون متعدد منفی اور سلبی پہلوؤں
سے بھی قرآن مجید میں آیا ہے مثلاً۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ اور جو اللہ کی اطاعت کرے گا اللہ اور اس کے رسول
اور مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا
اور مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا

اور رَانَ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا
اور رَانَ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا

اور رَانَ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا
اور رَانَ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا

اور اسی قبیل کی دوسری آیتیں اور وہ آیتیں ہیں جن میں ذکر رسول سے ناظر ہائی گئے ہیں۔
 بحیثیت الرسول کا آئیہ ہے اگر سب استمال و استمشاد کی غرض سے نقل ہتے ہیں تو یہ محمود و وقت گنجائش رکھنے والے کچھ اپنے حدود سے بڑھ اور بہتر ہو جائیں اس لیے سامعین کو اس خاص سلسلہ میں قناعت اتنے ہی پر کرنا ہوگی۔

لیکن ابھی دو چار نہیں ہیں۔ آیتیں اور ان میں جن رسول کے فرائض و فضائل اور خاص خصوصیات کا بیان موجود ہے ان سب سے قطع نظر کہ جو کچر ممکن ہے اور اگر نہیں چھوڑ دیا جائے تو سیرۂ نبوی کا قرآنی خاکہ بالکل ہی ناماہرہ جائے گا وراثتی اختصاص پسندی اصل موضوع کے ساتھ ایک طرح کی خیانت بھی ہوگی۔

رسول کے فرائض کا جہاں تک تعلق ہے (اور متناضائے قابل بھی اس میں آگئے) یہ آیت اس باب میں بہت صاف واضح ہے۔

إِنَّمَا أَرْسَلْنَاكَ شَاحِدًا أَقْمُتُوا
 وَتَذَكِّرُ بِلِقَاءِ رَبِّكَ وَتُذَكِّرُ بِلِقَاءِ رَبِّكَ وَتُذَكِّرُ بِلِقَاءِ رَبِّكَ وَتُذَكِّرُ بِلِقَاءِ رَبِّكَ
 (احزاب ۷۱) کے کچھ بلانہ والا ایک روشن چراغ بن کر رہا ہے۔

شاهد کی تفسیر یہ ہے کہ آپ سب پر گواہی دیں گے اور اس صفت کا طور و شرح میں ہوگا۔ بشر و فریکے معنی صاف ہیں اچھوں کو صلہ نیک کی خوشخبری سنائے والے اور بدوں کو ان کے انجام سے ڈرانے والے اور اللہ کی طرف اسی کے حکو و رضا سے دعوت دینے والے اور ایک روشن چراغ یعنی نور ہدایت کے کہ آپ ہی کے چراغ سے خدا معلوم کتے اولیاء صادقین کے چراغ آج تک روشن ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی روشن ہوتے رہیں گے اور یہ معنوں قرآن میں جا بجا آیا ہے اعلیٰ سراج منیر کی آیت سے استنباط کر کے جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قرآن میں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ۔

فَمَا تَجِدُكُمْ إِتِمَّ اللَّهُ نُورُكُمْ وَ
 نور اور ایک کتاب واضح ہے۔

وہاں نور سے اشارہ ذات رسالت کی جانب ہے تو انہوں نے کچھ بے جا تفسیر و تاویل نہیں کی ہے۔
 آپ کے فضائل کی ایک جامع صورت سورۃ الانشراح ہے جہاں یہ ارشاد ہو گیا ہے کہ۔

أَلَمْ نَقْرَأْكَ لِلْإِنْسَانِ
 عَلَّمَكَ وَذُرْلَةَ الْإِنْسَانِ أَنْتَعَزَ
 قَوْلَهُ دینا تھا۔

یعنی آپ کا شرح صدر کر کے آپ کے قلب و روح کو علوم و معارف ربانی سے بھر دیا اور ہدایت خلق کی فکر میں جو آپ تنگہ جارہے تھے اس بار کو آپ کے لیے ہلکا کر دیا۔

اس سے آپ کی اس عادت مبارک پر بھی روشنی خود بخود پڑ گئی کہ ہدایت خلق کی فکر آپ کو کتنی مشقت و تعب میں ڈالے ہوئے تھی اور اس کے معا بعد یہ مشرہ بھی ہے کہ۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ
 ہم نے آپ کے لیے آپ کا آواز بلند کر دیا۔

آج دنیا میں کون بشر ہے جو پیغمبر اسلام کے آواز کے بلند میں کلام کر سکتا ہے؟ کوئی شخص کسی بھی عقیدہ اور مذہب کا ہو آج اس سے کہے انکار کر سکتا ہے کہ دنیا کی بشری آبادی میں صرف ایک ہی ذات ایسی ہے جس کا نام خدا ہے واحد کے نام کے ساتھ ساتھ۔ دنیا کے ایک ایک گوشہ سے ہر روز پانچ پانچ مرتبہ پکارا جاتا ہے۔

اور اس دوسری اور شہت قور دینے والی حمد و ثناء انسانی کا بیان اسی آیت تک محدود نہیں۔ دوسری آیتوں میں اس جذبہ نفاہ خلق کی تصریح و تصریح موجود ہے۔ چنانچہ ایک جگہ کہہ کر منکروں کے ظلال غلاں قول ہے۔

وَضَافُوا بِمِ صَدْرَكَ (ہود ۲۷) آپ کا سینہ تنگ ہوا جاتا ہے۔

ایک جگہ اس سے بھی زیادہ فاش و بڑا ہے۔ سیرتوں کی شہید گراہی اور مسیح پرستی

کے شرک کے سابق میں۔

فَلَعَلَّآ بَآخِجٌ تَفْشَلُكَ عَنِ
أَتَاوَهُمْ إِنْ لَمْ يُؤْمَرْ بِذَٰلِكَ
الْحَرْثِ أَشْعَدُ (الحج ۱۷)

یہ ممکن ہے اور وسوسہ جب غیروں کے واسطے تھی تو اپنی اشدت کے حق میں اس کا وجود ہوگا ظاہر ہے۔ دوسری جگہ بھی منکر میں ہی کے سلسلہ بیان میں ہے
لَعَلَّآ بَآخِجٌ تَفْشَلُكَ أَلَّا يَكُونُوا
مُؤْمِنِينَ (الشرا ۱۷)۔

جو عالم انسانی کے لیے ایسے ہی غم انگیز ہیں جیسا کہ رہتا ہو۔ حقیقت یہی کہ اس حق بھی سارے عالم کی بہری اور انبیاء و مرسلین کی سروری کا ہے۔ اور جب مقتدا کی میں آپ کا یہ مرتبہ تھا۔ جہی تو یہ قرار پایا کہ اللہ کے سامں مقبول محمود محبوب ہونے کا نسخہ یہ ہے کہ اس کامل بشری کے نقش قدم پر چلا جائے۔ خود آپ کی زبان سے اعلان کرایا گیا۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ
فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ
رَسُولُ كے فرائض میں نمایاں طور پر یہ بات داخل تھی کہ ساری کتابوں کو مٹانے والی پرانی قومیں اپنے ان تصوں تقلید انسانی اور ادا پرستی کے جن خداؤں میں مبتلا تھیں ان قیدیوں اور غنیمتوں سے نجات دلائیں اور انھیں دین کا سیدہا۔ ہمارا راستہ دکھائیں چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ یہ پیچیدگی کا ذکر قرینیت و دلیل میں آچکا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا أَمْرًا
يُعَظِّمُ عَلَيْكُمُ الْقِيَامَةَ وَيَتَعَظَّ عَنْهُمْ
إِصْرَهُمْ وَلَا تَحْمِلُوا

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اعراف ۱۹۵)

تھے ان کو ان سے دور کرتے ہیں۔ اور آج بھی نہیں، بلکہ اہل کتاب کے مقتداؤں نے تحریفات و تبلیغات کا انبار بوجایا۔ مالی کتابوں میں لگا دیئے تھے اس لیے صحاف کرتے ہیں اور ان مجرموں کی بہت سی باتوں سے روزمرہ بھی کر جاتے ہیں۔ ارشاد اہل کتاب کو مخاطب کر کے ہوتا ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ
رَسُولُنَا فَاتَّبِعُوهُ لَئِكُمْ تَقْبَلُوا
تُحْفَوتُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا
عَنْ قِسْطِكُمْ (البقرہ ۱۷۵)

آپ کی راہ میں مشکلات آتی حاصل ہو گئی تھیں اور تبلیغ رسالت کے لیے مواقع اتنے سخت پیش آ گئے تھے کہ ان حالات میں ثابت قدم رہ جانا معمولی بہمت دے انسان کا کام نہ تھا آپ کو استقامت اور ثبات قلب و ثبات قدم کی طاقت بھی اسی لیے غیر معمولی عنایت کی گئی۔

وَلَوْلَا اَنْ تَكُنَّا لَكَ لَفْظًا
تَرْكُنَ الْيَوْمَ قِيَامًا قَبِيلًا
(نکا مزل ۵۰)

یہ بیان فطرت بشری کا ہوا۔ بشریت کا لین مقتضای تھا کہ آپ ان منکرین سے کسی قدر کوئی ضرورت مصاحبت و مفاہمت کی کھاتے۔ لیکن امدانمیں آڑے آئی اور اس نے دیر ادنیٰ میں آپ کو اپنی جگہ سے جھٹک دیا۔

منکرین معاندین کے شدید ممانعت و رویت سے آپ کو اذیت قلب موصوں ہونا ایک قدرتی بات تھی۔ اس پر آپ کو علانیہ تسکین دی گئی کہ کوئی آپ کی ذاتی حیثیت سے کذب تبصروں ہی ہوئی ہے۔ یہ کذب تو عین آیات و دلائل الٰہی اور آپ کے پیام کی

ہے تو آپ اس سے اپنی ذات پر اتنا اشرک نہیں لیں۔

قَدْ خَلَقْنَاكُمْ اِنَّهٗ يَخْزُ نَفَاۤلِہٖ
یَقُولُوْنَ یٰۤاٰیٰتِہٖم لَا یَخْفٰی عَلَیْہِمْ شَیْءٌ وَ لَکِنَّا
الْمَلَائِکَہٖنَّ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَعْبُدُوْنَ۔

(الأنعام ۳۶) وحی سے بہرہ ور ہیں۔

وہ ذاتی حیثیت سے تو آپ کی سیرت اُچی ممتاز زادِ آپ کا پیشا خلقِ استا بلند تھا کہ بڑے بڑے مسکروں معاندوں کو بھی گرفت کی گنجائش نہ تھی آپ کی زندگی اتنی سبب لوث بلے داغ رہی تھی کہ خود اسی کو حجت بنا کر مسکروں کے سامنے پیش کیا گیا اور ان سے سوال کرایا گیا کہ میں تو تمہارے ہی اندر درسا ہوں تمہارے ہی اندر اتنی لوگ گذاری ہے تمہیں بتاؤ کہ اس سے قبل نہیں کوئی بدگمانی کا موقع ملا ہے؟

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْہِمْ عُمْرًا وَ سِنً
قَلِیْلًا اَقَلَّ اَعْلَمُوْنَ۔

(یوسف ۲۵) عقل سے کام نہیں لیتے؟

اور یہی کھلایا گیا ہے کہ اگر میں ارادۂ غلط بیانی سے کام نہیں لے رہا ہوں تو سہا ہی تشبیہ کے مطابق لازمی ہے کہ مجھے کوئی دائمی بیماری ہو کہ اس میں بزرگ میں اس دہم میں مبتلا ہو گیا ہوں تو اس مغرضہ کو بھی تو اس علم و واقفیت کی کسوٹی پر کس کے دیکھ لو۔
قُلْ اِنَّا اَشْطٰیْکُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ
تَقُولُوْا اِلٰہِہٖمُ شَیْءٌ وَ قَوْلَہٗیْ ثُمَّ تَنْتَفِرُوْنَ
مَآیْضًا جَمْعُکُمْ شِنْ جَلَّةٌ۔ (اسراء ۹۵)

اور پھر اسی کو مختصر اور ہلکا کیا ہے۔

اَوْ لَمْ یَنْتَفِرُوْا مَآیْضًا وَّ یَوْمَکُمْ وَنَّ جَلَّةٌ
شاہدہ جن کا کہتے نہیں۔

پھر ملے دست کے ایک احتمال یہ ہو سکتا تھا کہ شاید کوئی طبع دینی آپ کو اس

مثلاً بر لائی ہو۔ قرآن مجید نے اس احتمال کی بھی کڑکٹ دئی۔

قُلْ نَبَاتُ السَّخْمِ مِنْ اٰخِرِ قَهْوٍ
لَّکُمْ اِنْ اٰخِرِہٖیْ اِلَّا عَلٰی اللّٰہِ۔

(اسراء ۶۱)

معادۂ قوس الہی کے ذریعہ۔

اور اسی کے ہم معنوں فقرے حضرت فوج، حضرت شعیب، حضرت لوط و غیرہم کی زبان سے ادا کر کے رسول اللہ صلعم کے اس جواب کو اور زیادہ قوی و موکد کر دیا ہے۔ قرآن مجید آپ کو اعز و ازا احترام کے جس مرتبہ پر رکھنا چاہا ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ اس حکام معین میں قسم آپ کی عمر کی دلائی گئی ہے تو لوط کی بدکرداریوں اور بدستیزیوں کے سلسلہ میں ہے کہ:-

اَعْلَمُوْا لَکُمْ اَنۡتُمْ لَیۡفٌ تَخۡرِجُوْ
یَعۡصُوۡنَ۔ (الرعد ۴)

اور قسم کا استعمال اگر عربی میں شہادت کے منہم میں ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ حضور کی ساری زندگی کو صداقت کی نظیر کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور آپ کی مرتبت عالی پر روشنی اس حقیقت سے بھی کچھ نہ بچھڑ جاتی ہے کہ جہاں اور ہم منصب حضرات کا ذکر صنفِ بلا میں نام کے ساتھ آیا ہے یا آدم، یا ابراہیم، موسیٰ یا داؤد وغیرہم۔ وہاں آپ کا ذکر قرآن مجید میں غایتِ خلقت کے وقت نام کے ساتھ نہیں بلکہ صفات کمالِ حال میں سے کسی نہ کسی صفت ہی کے ساتھ آیا ہے۔ مثلاً یا ایہا الذی یا ایہا الرسول یا ایہا المرسل یا ایہا المدثر وغیرہ اور صنفِ غائب میں مطلق لفظ عبد سے اسناد آپ ہی کی طرف کیا گیا ہے جس کے کلمے ہوئے معنی یہ ہوئے کہ عبدیت اپنی کامل ترین یا اکمل صورت میں جلوہ گر آپ ہی کی ذات میں ہوتی ہے۔

اسی قسم ہی کے سلسلہ میں یہ بات بھی سن رکھنے کی ہے کہ قرآن مجید میں قسم ایک شہر کی بھی مذکور ہے۔

لَا اَقِیۡمُ فِیۡہَا اَلْبَکَہُ۔ (ابہ) میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی۔

لیکن معاذ اللہ رسول کو غضب کر کے ہے۔

وَأَنْتَ جَلِيْلٌ يَهْدِي الْبَلَدُو - (ابجد) اور آپ اس شہر میں اتنے سے ہوئے ہیں۔

یا کہ آپ کے لیے اس شہر میں لڑائی طحال ہوئے والی ہے۔

ان دونوں تفسیروں میں سے جو بھی اختیار کی جائے۔ بہر حال اس عاجز و صاف ہے کہ اس مکان کو جو شرف و عظمت حاصل ہے وہ اس کیوں کی نسبت سے ہے آپ اس شہر میں مقیم فرض کئے جائیں یا آپ کے لیے اس حرم محترم میں جنگ جائز ہو رہی ہو۔ بہر صورت میں آپ کی نسبت ہی باعث احترام ہوئی۔

مشہور واقعہ معراج کی تفصیلی کیفیات جو کچھ بھی ہوں بہر حال قرآن مجید اس کی گواہی تو دے ہی رہا ہے کہ وہ ایک واقعہ عظیم و نادر تھا جس سے آپ کی یتا فی ظاہر ہو رہی ہے۔

مُبَاحًا الَّذِي أَشْرَى بِعَقْدِهِ
كَيْلًا وَنَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِلَى الْمَسْجِدِ
الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا خَلْقَهُ لِيُرِيْنَا
رُؤْيَا آيَاتِنَا - (نفا سزلہ ۱)

وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ کو ملے گیا۔
رات مسجد حرام سے مسجد اقصی تک جس کے
گواہ گو رہے ہر گز نہیں مکہ دی ہیں مگر ہم نہیں
اپنے کچھ نشانات دکھائیں۔

اور اسی طرح دوسری جگہ رسول کی حسن سیرا صفائی کا ذکر کیا گیا ہے اور جس طرح
آپ کی روحانیت کے مرتبہ دکھائے گئے ہیں وہ آپ کو نہ صرف عام نور بڑی
میں بلکہ صف انبیاء و مرسلین میں بھی کتنا ممتاز کرنے والا ہے۔

مَافَاضٌ صَاحِبُكُمْ وَمَا قَوَّيْ -
یہ تمہارے ساتھی اس عالم میں بھی اندر ہے
جسکے نہ قطع راستہ پر لے لے۔

(ابجد ۱)

بلکہ آپ کا مرتبہ تو یہ ہے کہ آپ جو چیزیں پیش کر رہے ہیں وہ کوئی بھی اپنی خواہش
نفس سے نہیں بلکہ وہی الہی کے ماتحت ہیں۔

وَمَا يُطِئُ عَنِ الْهَیْ اِنْ
بلکہ ان کا ارشاد وہی ہی جو تمہارے ہر ان کی طرف
کہ جاتی ہے۔

اور اس خاص موقع پر۔

فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ مَا
كَذَّبَ الضَّوَاطِرُ -

اللہ نے اپنے بندہ پر وحی نازل فرمائی کہ نازل
فرمایا تھی اور آپ کے قلب نے کوئی غلطی
نہ کی ہوئی چیز میں نہیں کی۔

اور مگر نورانی کی رویداد دوسرے تجلیات ربانی کے مشابہہ کی چمن منزوں سے
اور جس طرح گزرے اس کی رویداد بھی اجمالی سی لیکن بڑی چٹکی کے ساتھ قرآن کے صفت
میں محفوظ ہے۔

وَلَقَدْ زَا نَزَّلَهُ أُخْرَىٰ بَعَثَ
سِدْرَةً مِّنْ أَلْفِ مِائَةِ رَافٍ
مَّا يُغْشَىٰ سَارِعَ الْبَصَرِ وَمَا طَغَىٰ
لَقَدْ زَا مِّنْ آيَاتٍ رَّحِمَ الْكُفْرَىٰ -
(انجم ۱)

اور ان میں سے اس فرشتہ کو ایک بار اور بھی دیکھا
(صدۃ الشقی) کے قریب... جبکہ (صدۃ الشقی)
کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں آپ پیش فرمیں۔
(انجم ۱) کی نگاہ نہ جلی نہ رہی۔ انہوں نے اپنے بڑے
کھڑے بڑے عجائبات دیکھ لئے۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہی کا ان کی حکمت و مصلحت سے کچھ روز کے لیے بند
ہو گیا اور اس پر معاذ اللہ کو خوب شادیانے بکھانے کا موقع مل گیا ان کے خیالات خام
کے رو دا بطلان میں رسول کی کو غضب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

مَا دَعَاكَ رَبُّكَ وَمَا قُلْتِ -
(اعلیٰ)

آپ کو آپ کے پروردگار نے نہ پکارا نہ وہ
بیڑا ہوا۔

اور دست برداری و بیزاری کا کیا ذکر ہے آپ کا مستقل آپ کے ماضی سے آپ کا
انجام آپ کے آغاز سے بھی کہیں زیادہ عالی شان و نادر رکھ دیا گیا ہے۔

وَلَا خَيْرَ فَاخِرَ تَلْكَ مِنَ الْأَوَّلِ -
(اعلیٰ)

آخرت آپ کے لیے دنیا سے کہیں بہتر ہے۔

اتنا ہی نہیں آپ کی رضا خود آپ کے خالق کو کس درجہ ناظر ہے۔
وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ -
مغربِ اشد آپ کو اتنا کچھ دے گا کہ آپ اس

(النمل)
اور اس عطا اور بخشش ہی کے سلسلہ میں وہ عطا چھوٹی اور معنائی آیت بھی پڑھ لینے کے قابل ہے۔

إِنَّا أَنْعَمْنَا عَلَى الْكَافِرِ (الکوثر)
بے شک ہم نے آپ کو عطا کر دی کوثر۔
ادب کو کوشاں خواہ جنت کی خوش و خرم کے معنی میں لیا جائے خواہ خیر کثیر کا مراد سمجھا جائے یہ ہے وہ بشارت عظیم جو آپ کے سامعین میں اور کسی کو بھی نہیں ملی۔
اور اسی سنی کی تائید و تاکید و تقویت میں یہ آیت بھی ہے۔
وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَنُوعًا۔ اور آپ کے لیے بیکھ ہے اجر غیر منقطع

(احقاف ۱۵)

قرآن کی زبان جس امر کو غیر منقطع بتانے اس کی حمد و ثناء کا کون حساب لگا سکتا ہے ایک جگہ قرآن نے آپ کے ایک لیے وصف جامع کا ذکر کر دیا ہے جس کے اندر سارے ہی اوصاف آسکتے اور آجاتے ہیں۔ اور اس کی شرح و تفصیل جتنی بھی کی جائے وہ وصف اتنا جامع ہے کہ اس پر کسی اضافہ کا امکان نہیں ارشاد ہوا ہے کہ۔
إِنَّكَ لَأَنْتَ خَلْقُ عَظِيمٍ۔
لے ہینہ پر آپ اخلاق کے عظیم پھل پڑیں۔

(القدر ۱۰)

خلق صغیر میں جس ہے اور اس کے اندر اخلاق حسنہ کے سارے ہی اوصاف افراد آگئے پھر جب قرآن نے جو مبالغہ کی زبان سے آتشائے محض ہے اس کے ساتھ صفت عظیم کی نگاہ دی تو اب یہ صفت اس وسعت و بلندی کو پہنچ گئی جو بندوں کے ادراک کی رسائی کی گنجائش ہے۔

کہیں کہیں قرآن اخلاق حسنہ کی اس جامعیت کی کچھ تفصیل و تصریح کر گیا ہے مثلاً۔
ایک جگہ ناموافق ماحول کے سیاق میں ہے۔

فَيَمَّا أَصْبَحَ نَبِإُ اللَّهِ رَافِقَتُ الْكُفْرِ
وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَدِيقًا لَّالْقَبُ لَا انْقَضَا
اللہ کی رحمت ہی ہے کہ آپ ان لوگوں کے حق میں نرم رہے اور اگر آپ کہیں تند و غوسہ

مِنْ خَوْلِكَ فَاعْلَمْ عَنْهُمْ وَ
اسْتَفْخِرْ لَهُمْ۔
لطیبت والے ہوتے تو آپ کے پاس سے سب معجزہ پڑھاتے تو آپ ان کو صاف کر دیتے

(آل عمران ۱۵۴)

اس سے ہر قسم کی سخت مزاحیہ کنفی اور نرم خونی کا اثبات پوری طرح ہو گیا اور کہیں یہ ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کے پاس سے جو باتیں آپ کی معلوم ہوتی رہتی ہیں ان کو پھیلانے بٹکانے میں آپ دراج بھی نکل کر کام میں نہیں لاتے۔
وَلَمَّا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ مُبْتَلٰی۔ اور رسول غیب کے بتانے میں دراج بھی نکل نہیں

(الکوثر)

مزاحمت شفت کی نہیں۔ افراط شفت و دروسری سے آپ کو منع کرنے کی ضرورت تھی۔
فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ
ان لوگوں کے حال پر غم کر کے کہیں آپ جان نہ
کھڑا آپ۔ (الطاف ۳۴)
وہ نہیں۔

عبادات خصوصاً عبادات شہید کے آپ بہت مادی تھے۔
إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ
آدَا مِنْ ثُلُثَيِّ اللَّيْلِ وَ تُفِضُ دُونَ
شُلُوكَ۔ (الزلزل ۲۳)
آپ کے پروردگار کو اس کا علم ہے کہ آپ رات کو دو تہائی رات کے قریب اور آدھی رات اور تہائی رات کھڑے رہتے ہیں۔

ان مجاہدات شاد سے قرآن مجید کو آپ کو دیکھنے کی ضرورت پڑی اور غایت شوق کرم سے ارشاد ہوا۔
وَمَا آتَوْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ
لِنَشْفِي۔ (طہ ۱۱)

ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نہیں اتارا کہ آپ شفت میں پڑ جائیں۔
معائنہ کی مسلسل شرطوں پر تنگیں آپ کو بار بار دی گئی تھیں اور ایک جگہ یہ ارشاد ہوا ہے کہ آپ قابلِ ملامت قابلِ الزام کی طرح بھی نہیں۔
فَقُولْ لَهُمْ قَوْلًا مَّا أَنتَ بِمَلْمُومٍ
آپ لوگوں کی طرف اتنا نہ کیجیے اور آپ پر کوئی ملامت نہیں۔

(الزلات ۳۴)

اور ایک جگہ تسل کے لیے شفقت خاصہ اور عنایت خصوصی کے الفاظوں اور جوئے میں کہ آپ تو ہماری نظر کے سامنے ہیں۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (طور ۲۵) آپ تو خاص ہماری حفاظت میں ہیں۔

مگر یہی و معاینہ کے پاس براہِ عز و شہزادہ کا تھا قرآن مجید کے تسکین اس پہلو سے بھی دی۔

إِنَّا أَنْشَأْنَاهُ كَلَامًا مُتَّبِعًا (ان) استہزا کرنے والوں سے تم آپ کے لئے کافی ہیں۔

اس سے نفس استہزا کا جو قوت ثابت ہی ہو گیا۔

مخالفین و معاندین کثرت سے تھے۔ جیہ کہ قرآن مجید کے متعدد اشاروں سے معلوم ہوتا ہے تصریح کے ساتھ ذکر اور اسب کا اور اس کی بڑی کات آئے۔ (ابو اسب کھانا تاریخ میں عبدالعزیز آیا ہے اور میرت کی کتابوں میں آیا ہے کہ وہ علاوہ آپ کا عزیز قریب یعنی چچا ہونے کے مدعی بھی تھا یہ خود اور اس کی بیوی جاسوسی خاندان کی تھی۔ دونوں دیت رسائی میں بہت بڑے ہوتے تھے اور پڑوس کی بنا پر انہیں اس کے موصتے بھی زیادہ تھے قرآن مجید نے اس الذ اخضام کے تذکرہ میں کہا ہے۔

ثَبَّتْنَا نِسَاءَ الْاِثْنَيْنِ وَآلِيَهُمَا (ابو اسب کے یعنی اس کی ساری کوششیں اور تدبیریں خالی نہیں)

اور وہ ہلک ہو گیا کہ کام اس کے نہ آیا نہ اس کا مال اور اس کی کمائی۔

براہِ غرہ معلوم ہوتا ہے اسے اپنے مال و دولت پر تھا۔ اور جو انجام اس کا ہو ایسا ہی کہنا چاہیے کہ دشمنان رسول کے جتنے شہرئیل تھے سب کا ہوا پیش خیر و دفع فصول میں کر بھی دی گئی تھی۔

إِنَّا أَنْشَأْنَاهُ كَلَامًا مُتَّبِعًا (آپ کا دشمن ہر شےک وہی بے نام و نشان

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اکثر)

(دہ خانے والا ہے۔)

اور زیادہ عام اور وسیع الفاظ آئے ہیں۔

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ كَفَرُوا (ابو اسب) کے لیے ضابطہ درکار ہے۔

آپ صرف رسول ہی نہ تھے یعنی سلسلہ انبیاء میں سے ایک بلکہ اس سلسلہ کے خاتمہ اور آخری ہی بھی تھے۔ آپ کے نام کی تصریح کے ساتھ آیا ہے کہ

وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ (الاحزاب ۵۶)

آپ کی اگلی اور پہلی تصویر اگر کچھ تھیں سب صاف ہر جگہ تھیں۔

لِيُخْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنِّي (انعام ۱۱) ہونے وہ سب کچھ دے۔

اور بات اپنی جگہ رائل سے ثابت ہو چکی ہے کہ پیغمبروں کے سلسلہ میں جب نبی عصیان کا استعمال ہوگا تو وہ انہیں کی شان و مرتبہ کے مطابق ہوگا۔ عام بشری میاں سے

اگ۔ آپ کا استفسار مومنین صادقین تو اگک رہے۔ ظالموں فاسقوں تک کے حق میں مقبول و موثر تھا۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا (النساء ۹۶)

یہ ضرور ہائے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

فہا میں رسول کی موجودگی نزول غلاب الہی سے روک ہی ہوئی تھی۔ صاف اشارہ ہوا ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا وَافَقَتْ رِئَاسَتُهُمْ (انعام ۳۴) اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ آپ ان کے درمیان ہرج و مرج ہوں اور وہ (اس میں) انہیں ضابطہ دے۔

رسول سے بیعت اللہ سے بیعت کے مراد تھی۔

إِنَّا الْوَحِيدُ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا
يُبَايِعُونَ اللَّهَ (التحقیق) اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔
ایمان کا مہماری یہ رکھ دیا گیا ہے کہ معاملات میں حکم میرا بنایا جائے اور ان کے ہر
فیصلہ کو کاربست قبول کر لیا جائے۔

فَكَذَّبَكَ لَا يُبْدِي شَوْذَ
حَتَّى يُبْخِلُوكَ فِي مَا تَبَرَّئْتَهُ
ثُمَّ لَا يَجِدُوكَ فِي أَخْبَرِهِمْ حَرْجًا
وَمَا قَضَيْتُ وَيَسْلُمُوا سَلَامًا (النساء: ۹۵)
ترجمہ: آپ کے پروردگار کی کہانیں بیان
نصیب نہ ہوگا جب تک کہ ہرگز ان کے آپ
میں جو ٹھیکہ اور اتق ہوا میں یہ لوگ فیصلہ آپ سے
کرائیں اور آپ کے فیصلہ سے اپنے دلوں میں ٹھیک
(بھی) نہ پائیں اور اسے پوری طرح تسلیم کر لیں
اور اس کی تصریح بار بار آئی ہے کہ آپ خصوصی فضل و رحمت الہی کے عہدہ تھے۔
مشکل۔

وَمَلَكًا نَأْتُو نَعْتَمَ وَكَانَ فَتَنُ
أَشْرَ عَلَيْكَ عَظِيمًا (النساء: ۱۰۷)
یا اور اسی طرح برا و راست۔
إِنَّا فَضَّلْنَاكَ عَلَى الْكَافِرِينَ
(نہی اسرائیل: ۱۰)
یا پھر اسی طرح بالواسطہ

وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنَّا نُلْقِيَ إِلَيْكَ
الْكِتَابَ إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمُبَشِّرًا
(القصص: ۹۷)
اور آپ کو تو یہ امید ہی تھی کہ آپ پر یہ کتاب
نازل ہوگی لیکن آپ کے پروردگار کی رحمت سے
اس کا نزول ہوا۔

اچھے سرور و سرور کی غائی اور دنیا فی روزوں زندگیوں کے لینے کچھ خصوصی آداب بھی
مقرر ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ ہے۔ مثلاً ایک ادب یہ تھا کہ آپ کو اگر کچھ بولنا جسے تو اسی طرح

نہیں جیسے لوگ ایک دوسرے کو پکارا کرتے ہیں۔

وَلَا تَحْمِلُوا دَعَاءَ الرِّسَالِ بَيْنَكُمْ
كُدَّهَا تَعْبُجُكُمْ تَعْبُجًا (الفرج: ۹۷)
جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔
آپ کی محفل سے بلانا اجازت اٹھ جائے ممنوع ہوا۔

وَإِذَا كَانُوا مِنْكَ عَلَى سِرَابِجٍ
لَمْ يَذْهَبُوا أَحَدٌ يَسْتَأْذِنُكَ
(الفرج: ۹۷)
(مؤمنین) رسول کے پاس کسی ایسے کام پر جہتے
ہیں جس کے لئے کئی ایسا ہے۔ تو جب تک آپ
سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے۔

آپ کا حق مؤمنین پر ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر ہے۔
أَلَيْسَ أَذَى بِالْمُؤْمِنِينَ وَسْوَ
أَنْفُسِهِمْ (الاحزاب: ۱)
آپ کا حق نہیں بلکہ آپ کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں۔
وَأَذَى لِّمَنْ بَيْنَ يَدَيْهِمْ (الاحزاب: ۱)
اور نبی کے بیسیاں مؤمنین کی مائیں ہیں۔

اور جب یہ بھارت اس ملک کی ایک فرع قدیم یہ نکلی کہ ان ماؤں کے ساتھ امت کے
کسی فرد کا نکاح پیشہ کے لیے ممنوع قرار دیا گیا۔
وَلَا أَن تَشْكُرُوا أَزْوَاجَهُمْ بَعْدَ
أَبْتَدَأَ (الاحزاب: ۵)
سلمان تمار سنے باز نہیں کرتے کہ آپ کے یہ

یہ بیسیاں عام مردوں سے ایک ممتاز و بلند حیثیت رکھتی تھیں۔
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ كُنْ أَتَّحِدُ
الْمُتَّوَلِينَ (الاحزاب: ۵)
نہی کی بیرونی امام عورتوں کی طرف نہیں ہو کر
تم متولی اختیار نہ کرو۔

ان بی بی صاحبوں سے کوئی چیز مانگا ہو تو امت کو ہدایت تھی کہ ہر ان کے باہر سے مانگا
کر لیں۔
وَإِذَا سَأَلَكَ فَسْأَلًا شَدِيدًا
اور جب تم کو ان بیبیوں سے کوئی چیز مانگا ہو تو

مِنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً (۱۰۱) ہر دو کی آیت سے مانگو۔

یہ میرے گھر میں ہے مجاہد بلا اجازت چلے آنا جائز نہ تھا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ امْكُتُوا لَا تَدْخُلُوا
بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ
سوا اس کے کہ تم میں اس کی اجازت دے دی جائے۔

(الاحزاب: ۵۳)

یہ بھی امت کو ہدایت دینی کچھ میرے گھر میں آکر کھانا کھانے کا اتفاق ہو تو کھانے سے
فراغت کے بعد میں اندر کھڑے ہو کر وہ نہ ہو کہ میرے اوقات کا لحاظ کئے بغیر بے نگری
سے باتوں میں مگ گئے۔

فَإِذَا طُغِيَ عَنْكُمْ فَانْشَرُفُوا وَلَا
مُنَافِقِينَ فِي دِينِكُمْ (۱۰۲) ہر جب کہ تم پر غرور کرے اور کھلے جایا کر دو اور
مناپقوں میں نہ ہو۔

رسول اللہ پر مروت یا حیا اس دورِ غلاب بھی کہ خود اپنے کفش بردار اُمویوں سے اتنی
بات بھی براہ راست نہیں فرما سکتے تھے اور قرآن مجید کو یہ ہدایت دینا پڑی۔

إِنَّ فِيكُمْ مَنْ يُؤْذِي النَّبِيَّ
فَيَسْتَنْتِجْ مِنْكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي قَوْمًا
الضَّالِّينَ (۱۰۳) اس بات سے میرے گھر کو تاراج نہ کرے۔

اوس آپ کے ذمہ قرآن مجید کی مناسبت و تعلیم نہ تھی بلکہ اس کی تفسیر بھی تھی۔ یعنی
اس کے شکی کو بھی کرنا اس کے مشکلات کو کھولنا اور واضح کرنا ارشاد ہوا ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ
لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ
يَسْتَكْفُرُونَ (۱۰۴) اور ہم نے آپ پر قرآن آنا ہے تاکہ جو ممانین
لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں آپ ان کی شرعیات
پر کرویں تاکہ وہ سوچتے رہیں۔

اور پھر اسی سورت میں فرماتا ہے کہ چل کر رہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً بَ
لَا تُسَيِّئَنَّ لَهُمْ فَاغْلُظْ
اور ہم نے تو یہ کتاب پر میں اس لئے نازل کی ہے
کہ آپ ان لوگوں پر وہ کھول کر پڑھ کر دیں جس

وَهَدَىٰ وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (۱۰۵) ہر میں وہ انتوف کر رہے ہیں اور ایمان انوں
کی ہدایت رحمت کی غرض سے۔

(الاحزاب: ۵۴)

غرض یہ کہ مبلغ قرآن و مسلم قرآن ہی کی طرح آپ کا شارح قرآن ہونا بھی قرآن مجید ہی
سے ثابت و ظاہر ہے اور جس طرح باب کا آغاز آپ کے وصف بشریت سے ہوا تھا۔

اسی طرح باب کا خاتمہ بھی آپ کی رہائش کے اس خاص انخاص وصف کے اثبات پر ہو
رہا ہے اور جب کسی نبی کے لیے قرآن نے کھل کر رکھ دیا کہ یہ لوگوں کی پیروی کے لیے ایک
اسوۂ حسنہ یا ایک بہترین نمونہ ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ وہ بہترین صفات و کمالات
کا مجموعہ ہے کہ بغیر اس جامعیت و کمالات کے وہ نمونہ کا کام دے کر نہ کر سکتا ہے اور اوصاف
کمالات کی تعداد ہی بہت تشریح و تفصیل جو آپ کے سامنے آیات قرآن سے پہنچتی ہیں۔ تعین
ہے کہ اس کے بعد آپ کو دل خود بدل اٹھے گا کہ ایک وہی ذات متقی تھی اس کی کائنات
سامنے خالق کی طرف سے اس کی کاریگری کے شام کار کی حیثیت سے پیش ہو۔

رسالت و بشریت

toobaa-elibrary.blogspot.com

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَلِمًا أَذِنَ لَنَا
إِلَى تَوْحِجٍ وَالتَّيْنِ مِنْ بَعْدِهَا -
(النجم ۲۳)

ہم نے (لے کر) آپ کی طرف بھی ایک (وحی) اور
وہی بھی ہے جس کی توحج اور ان کے بعد (دوسرے)
میں پر بھی تھی۔

اور خود آپ کی زبان سے یہ کلام آیا گیا۔
قُلْ مَا كُنْتُ بِدُعَاةِ الرُّسُلِ -
(الاحقاف ۱۷)

آپ کہہ دیجئے کہ میں پیروں میں کوئی انوکھا تو ہوں
نہیں۔

اور یہی تصریح کے ساتھ ارشاد ہو گیا۔
وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران ۱۵)

اور اس اصل کے مترادف تین ہی ہو جانے کے بعد یہ حقیقت بھی ارشاد ہو گئی کہ سارے
رسول انسان ہی ہوئے ہیں۔ بشر ہوئے ہیں فوق البشر نہیں۔ خود قرآن۔ خدا و تبار۔ ذابن اللہ نہ
کہہ اور فقط وہی الہی سے سزاوارش!

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا
رِسَالًا تَنْوِيحًا إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى -
(نوح ۲۰)

(لے کر) ہم نے آپ سے پہلے کوئی پیغمبر بھی
بستیوں کے پہنچنے والے بس آدمی ہی تھے جن
کی طرف ہم کوئی کہتے تھے۔

اسی حقیقت کا اعادہ سورہ النحل ۷۶ میں ہے اور یہی مضمون سورہ انبیاء ۱۰۷ میں ایک
بار پھر رہے نامے اعلیٰ فرق کے ساتھ ارشاد ہوا ہے کہ ان کو نبی و وضاحت اور حکمران کے ساتھ
ارشاد ہو گیا کہ نبوت بشریت کے ماوراء اور اس سے باقوت کوئی چیز نہیں۔

یہ طریق تو بالواسطہ آپ کو بشر قرار دینے کا تھا۔ لیکن قرآن نے اسی پر بس نہیں کیا
بلکہ براہ راست آپ کی بشریت کا اثبات اور وہ بھی پتھرا کر دیا ہے۔ ایک جگہ آپ ہی
کی زبان سے کلام ہے

هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِثْلُكُمْ -
(نہی اسرائیل ۱۰)

میں جو اس کے بشر ہوں پیغمبر ہوں اور کہا ہوں

فضائل و مناقب کا مرقع آپ ملاحظہ کر چکے اور اور بھی رسول کی جلالت قدر کے جلوے
نظر سے گزرتے رہیں گے۔ لیکن قرآن مجید صی جان مانع اور کل کتب کی کتاب کو دوسرے کے
کی طرف سے بھی پوری استیلا کی گئی لازمی تھی۔ پیغمبروں اور بادلوں کی فضیلتوں پر دنیا کی
تاریخ میں برابر یہ نظم و عقلمن ہوتا رہا ہے کہ جہاں ایک طرف منکر و اور مخالفوں نے ان کے
کمال کی طرف سے کیر لیتی آنکھیں بند کر لیں اور کتب و انکار کا پناہ بٹھار بنالیا۔ وہیں
دوسری طرف ماسنے و اوائں نے بھی حدیث میں وہ ٹوک لیا کہ اچھی کو بارشاری اور بندہ کو خدا کی ہی
کے سخت پرہیز کر دیا۔ بندہ کو بندہ رہنے ہی نہ دیا اور صلوات۔ احماد و تہنیت اب نہایت حدیث
وغیرہ طرح طرح کے حلیے کے گڑھ کے رسالت کے فائدے اور نبوت سے جا ملے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال تو کھلی ہوئی موجود ہی ہے۔ ہندوستان کے جن بزرگوں کو
اتکار کہہ کر مانا جاتا ہے جب نہیں کہ ان کی بھی اصلی امانتانی حیثیت تو میری کی جو۔
قرآن مجید نے اس شدید گمراہی بلکہ کشاپا سے کہ اگر اس کی جڑ سے مسلمانوں کو بچانے
کے بالواسطہ اور براہ راست دونوں طریقے پر ضرورت میں اختیار کئے۔
پہلے نظر طریق بالواسطہ پر کیجیے۔ قرآن مجید نے پہلے اس سلسلے میں اصل قانم کی کہ
آپ بھی اسی طرح ایک رسول ہیں۔ جیسے آپ کے قبل ہو چکے ہیں۔

عزک اور مطر کا عقد میں ڈوبے ہوئے نکلیں بار بار پیروں سے انکار واستعجاب کے ہمیں کہتے تھے۔

أَبْعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا۔ کیا غارتہ ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟
(نہی اسرائیل ۱۱)

ایک کہہ رہے تھے۔
أَبْعَثَ قَوْمًا دُفْنَا (۱۲) کیا ہماری دھرت ایک بشر کرے گا۔
یا کبھی اپنے پیروں کو براہ دست مخاطب کر کے کہتے۔

مَا أَشْتَرُ إِلَّا بِشَرًا لَّنَا۔ تم اور کیا ہو بجز اس کے کہ ہم ہی جیسے ایک بشر
(الشعراء ۸۵)

اس طرح کے فقرے قرآن مجید نے ان کتب قوموں کی زبان سے بار بار نقل کئے ہیں
اوس کے جواب میں ان کے پیروں کی زبان سے اس واقعیت کو بڑی خندہ بینی سے
تسلیم کر لیا ہے۔

لَا تَخُنْ إِلَّا بَشَرًا لَّكُمْ (۱۳) اے شک ہم تو ہیں بشر ہی تم جیسے۔

اور اتنے ہی پرہیز نہیں کیا بلکہ اس کی بھی تصریح بار بار کرادی کہ پیروں کا جسم بھی عام
انسانوں کی طرح مادی جسم تھا ہے اور انہیں احتیاج بھی کسے مینے کی رہتی ہے۔

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا إِلَّا يَافُكُونَ اور ہم نے انہیں جو بھی ایسا نہیں دیا کہ وہ کمانہ
الطعام۔ (الانبیاء ۱۸)

اور خود ہمارے رسول سے متعلق تو شکر کریں کہ وہ کبھی مشکل غلظت کا تجربہ کیسے رسول نہیں
ہو گیا تاہم کبھی اسے بھی بار بار دلوں میں پھرتے پھرتے بھیج دیں۔

قَالُوا آمَنَّا بِهَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ لَحْمَ الْبَهِيمَةِ كَمَا نَأْكُلُ لَحْمَ الْبَهِيمَةِ۔
ہے اور جانوروں میں چھتا ہر جانور۔

(الزمر ۲۰)

جواب میں آپ کی بشریت کی واقعیت کو تسلیم کر کے ارشاد ہوا کہ اس میں نئی بات یک

ہے۔ جتنے پیغمبر بھی آچکے ہیں سب ہی جسم اور ہی اقلیاء میں لے کر آئے تھے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنْفُسُنَا كَلُوا لَحْمَ الْبَهِيمَةِ كَمَا نَأْكُلُ لَحْمَ الْبَهِيمَةِ۔
یَسْمُونَ فِي الْأَسْوَاقِ۔ (الفرقان ۲۵)

اور ہی نہیں کہ یہ سب ان کے اپنے پھرتے پھرتے کی بھری نہ وقتوں سے بلے نیاز
نہ تھے بلکہ یہی بے شادی سیاہ اور خاندان کے معاملے میں بھی ترک و تہل اور رہنمائی
کے قائل اور عامل نہ تھے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا ذُرِّيَّةً۔ (الزمر ۲۶)

اور پیروں میں تو اتنی قوت بھی نہیں ہوتی کہ خود اپنی طرف سے کوئی معجزہ دکھا سکیں
یا کوئی امر بے طوع و خفاق عادت پیش کر سکیں۔

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ۔ (الزمر ۲۷)

اور خود یہی ان کی زبان سے کہہ گیا۔
وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَ بِكُلِّ سُلْطَانٍ كَوْنِيٍّ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ۔

اور ہمارے پس منظر میں تو یہ نہیں کہ ہم قلمی قلمی
کوئی دلیل لاسکیں بجز اس کے کہ اللہ کے حکم

(الزمر ۲۸)

مجبوریت کی بڑی پہچان اور غلو قیت کی باطل پسند و نام نہایت یا اہریت ہے۔ اس
وصف کی کافلی پیروں سے قرآن نے کی ہے۔

وَمَا كُنَّا نَعْلَمُ الْيَوْمِينَ الْآخِرِينَ (الانبیاء ۱۰) وہ ہمیشہ رہنے والے نہ تھے۔

اس قسم کی باتوں میں تو ہمارے رسول کا ذکر صرف خدا و استغنا و اسے باقی دوسری
آیتوں میں آپ کی وفات یا قاتل پزیری کا ذکر مرا حتم ہے مثلاً۔

ذکر اپنے صفات میں کہ دیا ہے اور اس طرح کہنا چاہیے کہ سرائے مبارک کا ایک خاکہ قرآن مجید کی مدد سے تیار ہو جاتا ہے۔

فَاَسْكَنْتَنَا فِي بَيْتِكَ لَعَلَّكُمْ يَتَذَكَّرُونَ. (الرحمن ۳)

زبان مبارک کا ذکر ایک دوسرے موقع پر بھی موجود ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتُحْجِزَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ آلِ فِرْعَوْنَ ۖ فَيَتَزَلَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِمْ يُفَكِّكُ بِهِ أَيُّسْرَافَ ۚ

زبان کے درجہ کو آفات اودھ بھی دو دو جگہ خواہ خواہ اور بلا مقصد نہیں اس سے

ہر ایک طرف حضور کے مددگار ہری کا اگر نام ظاہر ہوتا ہے۔ وہاں غماطین کو یہ تعلیم ملی ہے کہ اس حد پر تم کو جس وقت قاب گشت و پشت کے انہیں لازم کے ساتھ تھا۔

مورن بشری کے لیے عام ہیں زبان کے ساتھ دل کا ذکر بھی آیا ہے قلب اور افراد

دلوں فقوں کے ساتھ دو جگہ چنانچہ پہلی جگہ۔

قُلْ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلْجَبْرِئِيلِ ۖ فَاِنَّهُ سَاقِطٌ مِّنْ سَمٰوٰتٍ ۚ عَلٰی قَلْبٍ يَّوْنٰی ۚ

اقلہ۔ (البرق ۱۵)

دوسری ہائیک اور سورۃ میں۔

تَزَلَّيْهِ الرُّوْحُ الْاَوْھٰی عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنُ مِنَ السَّخْوِرِیْنَ۔

اس قرآن کو امانت دار فرشتے کے آیا ہے آپ کے قلب پر تاکہ آپ ڈالنے والوں میں سے

ہوں۔ (الاشراء ۵)

لفظ فواد کے ساتھ یہ سلسلہ معراج آیا ہے۔

مَا كَذَّبَ الشُّرَکَآءُ تَارًا ۚ قُلْ قَلْبٌ رَّیْبٌ رَّیْبٌ ۚ

نہیں کی۔ (الزمر ۱۱)

پہلی مبارک کے ذکر تکمیل کے بعد یہ صیغہ ربانی خالی نہیں۔

حضور کی کون قلب کے ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

وَلَا تَقْرَأُ فَعَبْلٌ ۚ

(آل عمران ۶۲) اَللّٰهُ لَطِيفٌ خَبِيرٌ۔

ایک اور جگہ زبان مبارک سے یہ کھلوا گیا ہے کہ مجھے یہ حکم ملا ہے کہ۔

وَاَنْ اَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا۔ ایزدِ مبین کی طرف منہ کر کرنا۔

چشم مبارک کے علاوہ گوش مبارک کا بھی ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اگر مراد شہ نہیں تو دلالت تو ہر حال۔ منافقین مدینہ کا قول نقل ہوا ہے۔

يَقُولُونَ هُوَ اُوْدٌ ثَلَاثُ اَنْذُنْ خَيْرٌ لِّكُمَّ۔

یہ کہتے ہیں کہ آپ پر بات کان دے کر سنتے ہیں کہہ دیجئے کہ آپ کان دے کر وہی بات سنئے۔

(انزور ۶)

میں ہر تھامے حق میں بہتر ہے۔

اب سینہ مبارک کی طرف آنیے اور اس کا مکس اس آئینہ آسمانی میں ملاحظہ فرمائیے۔

اَلَمْ تَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ کیا آپ کا سینہ ہم نے آپ کے لئے کھول

(الانشراح)

منیں دیا ہے۔

اور پشت مبارک کے ذکر کے لیے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں اسی کے

متصل موجود ہے۔

وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي

انقص ظہور ہے۔ اور آپ سے آپ کا وہ بوجہ دور کر دیا ہر آپ

اور ان اعضائے جسد کے علاوہ قرآن معروض بیان میں حضور کے بعض اعمال و کثرت

جسمانی کو بھی لایا ہے۔ مثلاً حضور کا اٹھنا۔ بیٹھنا۔ چلنا۔ پھرنا۔ کھانا پینا اور نماز اور عام

عبارتیں۔ مثلاً۔

اَلَّذِي يَرَاكَ جِئْتَنَّا بِتَقْوَمُ

وَتَتَّبِعُكَ فِي التَّاجِدِينَ۔ وہ اللہ جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کوڑے

ہوتے ہیں اور آپ کی نشست پر خاست

(الشرا ع ۱۱)

یا سکرین مشرکین کی زبان سے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مَالِيَهُ اَلَّذِي يَرَاكَ اَللّٰهُ لَطِيفٌ خَبِيرٌ۔ ان رسول کو یہ سنا گیا تھا اُنہی عبارت میں اور

وَيُشِيرُ فِي اَلْاَسْوَاقِ۔ (الفرقان ۱۲) بازاروں میں چلتے پھرتے بھی ہیں۔

یا پھر اس قسم کی باتیں۔

قُلْ اِنْ هَذَا عَلَيَّ وَنُفْسِي وَمَنْعَتِي۔ آپ کہہ دیجئے کہ میری ناز اور میری ساری جانتیں

وَمَنْعَتِي فِيْهِ لَدَيْ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ پر درکار

(الاحزاب ۴۴)

خاتم کے لئے ہیں۔

حیات اور موت دونوں کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ایک جگہ شکرین کو مخاطب کر کے

عزیز کا بھی حال آپ ہی کی زبان مبارک سے دیا گیا ہے۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا قَلِيلًا۔ میں اسی (دعویٰ نبوت) سے قبل ہی تو ایک

عمر تک تمہارے درمیان رہ چکا ہوں۔

اسی طرح ایک جگہ اور قوم لوط کی غرضی کو آپ کی عمر بیان کی قسم کے ساتھ بیان

فرمایا گیا ہے۔

لَعَنَّاكَ اِنْهُمْ لَنْ يَصُورُوْهُ۔ آپ کی جان کی قسم وہ لوگ اپنی سستی میں مدھوش

ہوتے۔

تصویر کے شرعی احکام

امام ابن حنفی رحمہ اللہ کا موقف

تصویر بنانے کے بارے میں اسلام کا اصل موقف اور بعد ماحول کے متجددین نے ان کو

کرائی کے لئے ہر پر توڑ کر پیش کئے ہیں ان کی تحقیق جائزہ۔ یہ کتاب کو الیٰ حضرت امام

عزیز رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھی گئی ہے جس میں مسند سید کا فائدہ حاصل ہے۔ ۱۰۰

ہجرت

يَتَّخِذُ وَثَنًا إِلَّا هُوَ ذَا. (النبا، ۲۵) ہر آپ سے سزا دیں کہ نہ لگتے ہیں۔

اور اپنے خیال میں ہنسی اڑاتے ہوئے ہاتھ ہونے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ:-
 أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ لَهُ هَتَكَتُمْ
 وَهُوَ يَذْكُرُ لِي الْهَتَكَتَيْنِ هَمْ كَا فَرُؤُنْ۔
 کہتے ہیں! اور خود ان کے حال ہے کہ رہنے کے
 ذکر پر یہ لوگ اٹھا کر رہتے ہیں۔ (النبا، ۲۵)

اور یہی مضمون تھوڑے سے فرق کے ساتھ ایک دوسری جگہ بھی قرآن میں نقل ہوا ہے۔
 وَإِذَا رَأَوْهُ أَذْلًا أَنْ يَتَّخِذَ وَثَنًا
 إِلَّا هُوَ ذَا هَذَا الَّذِي بَعَثَ
 اللَّهُ رَسُولًا۔
 کیا یہی وہ حضرت ہیں جن میں اٹھتے رسول پاک
 بھیجا کر ہے۔ (الفرقان، ۲۵)

گویا دعویٰ نبوت ان لوگوں کے نزدیک سرے سے ناقابل قبول بلکہ ناقابل اعتناء تھا
 اور بلا حرج ان لوگوں کے ہاتھ میں اسی سزا و سزا کا تھا۔ ہر طرح آپ کی ہنسی اڑاتے اور
 آپ کی تسلیم کو سزا و سزا سمجھتے۔ چنانچہ رسول کو خطاب کے ارشاد ہوا ہے۔
 بَلَّغْ عِلْمَكَ وَتَبَيَّنْ حُجُورًا وَذَا
 ذِكْرًا لَكَ يَذْكُرُونَ وَإِذَا رَأَوْهُ أَذْلًا
 يَتَّخِذُونَ وَثَنًا وَإِنْ هَذَا إِلَّا
 يَتَّخِذُونَ وَثَنًا وَإِنْ هَذَا إِلَّا
 يَتَّخِذُونَ وَثَنًا۔ (الصافات، ۱۷)

آخر تحریریں آپ کو قید میں ڈال دینے کی ہونے لگیں۔ مشورے آپ کی بجلا دینی کے
 شروع ہو گئے اور مشورے آپ کے قتل کے ہونے لگے۔ یہ وہی وہی ہیں یہ واقعات
 تفصیل سے آئے ہیں۔ قرآن مجید نے ایسا زجاجا معیت کے ساتھ بتا دیا کہ:-
 وَإِذَا يَذْكُرُونَ لَكَ الْيَوْمَ كَقُرُونٍ
 يَنْتَفِئُونَ أَذْلًا يَذْكُرُونَ لَكَ الْيَوْمَ كَقُرُونٍ
 کہ سچ رہے کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل
 کر دیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں۔ (الاقفال، ۳۴)

حضرت کا مولد بیکار آپ پہلے سے آئے ہیں۔ ابراہیم شہر کو پاک تھا جس کے منافع نام
 مَثَلًا الْقُرَىٰ مَالِكًا لَا يَمِينُ۔ اَلْبَلَدُ الْحَرَامِ۔ بھی قرآن مجید میں آپ کے ہیں جب وہاں
 آپ کے پیروؤں پر سختی سے گزریں اور اذیت ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئی تو آپ کو
 حکم اس شہر سے ہجرت کر جانے کا ملا۔ ہجرت محض ایک مقام سے دوسرے مقام تک نقلی
 کا نام نہیں اصطلاح شریعت میں اس ترک سکونت اس نقل مکانی کو کہتے ہیں۔ جو رہی
 کے تحت کی خاطر یا احکام الہی کی تعمیل میں اختیار کیا جائے۔
 مظلوم طبقہ میں میں کیا کر دیا عورتیں اور کیا بچے سب ہی شامل تھے اس کی زبان پر
 فریاد و مات سے جاری تھی۔

وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ
 وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ
 رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ
 فَقَالُوا لَهَا أَهْلُهَا۔ (النساء، ۸۱)

رسول کی ذات اور رسول کی دعوت یا شمس کے ساتھ مسلمانوں کی عام عادت میں
 نئی تھی۔ دعوت کو قبول کرنا لگ کر ہمارے پیغمبر کے ساتھ خدا کے بھی رد و اوار نہ تھے۔
 وَإِذَا رَأَوْهُ كَقُرُونٍ

یہ چاہیں بڑی گمراہی اور یہ تہذیبیں بڑی تہذیبیں تھیں۔ ایسی کہ ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کو غولانی حکمت قدیم کو ذکر کرنا۔
وَيَسْأَلُونَ وَيَسْأَلُوا اللَّهَ۔
اور ان کے تہذیبیں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تہذیب کر رہا تھا۔

(الزمر ۳۵)

آپ کے گفتی کے پروردگار میں اپنے کو مدعی اقلیت اور ہر طرح کے معاشی ضعف اور ماندگی میں پارہے تھے اور تباہ کن تلاش میں بہتے تھے قرآن مجید نے اس دور کے ختم ہو جانے پر اس کا جو ذکر کیا ہے۔ اس سے اس پر پوری روشنی پڑ گئی۔

وَإِذْ كُنَّا فِي الْأَرْضِ لَمُتْنَا لَمْ تَحْشُرْنَا ۚ وَكُنَّا تُرَابًا ۚ
اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے اور
مُتَّصِفُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ
مکمل بن کر روز شمار کئے جاتے تھے اور اس اندیشہ
تَحَافُونَ أَنْ يَنْتَخِطَّكُمْ الْبَاسُ
میں۔ ہر گز تھے کہ تم کو یہ لوگ (یعنی مشرکین) نہ
فَأَوَّلُكُمْ ۚ (الزمر ۳۴)
فرج کھڑے نہ ہیں۔ چاہے اللہ تمہیں بگڑی۔

قرآن مجید کو ذکر کرتا ہے کہ جب مظلوموں کو فتح و جہت کا ملنا اور ان میں سے بعض پر بھی اپنی جگہ سے زبے قزح کے وقت ان سے اور طاقت سے مکمل اس قسم کا ہو گا۔

فَالْوَالِدَاتُ يُغْنِيَنَّ فِي
الْآخِرَةِ لِلَّذِينَ كُنُوا أَعْمَى ۚ
دو کہیں کے کہ ہر ملک میں غلبہ (اور جہت) سے
فَتَسْتَبِشُّوهُمْ كَمَا كُنْتُمْ تَسْتَبِشُّوهُمْ
تھے فتنے نہیں کئے کہ ان کی سرزمین کو دیکھ کر
وَأَسِعَتْ لَهَا بَازُؤُهُ ۚ (الزمر ۳۳)
کو تم جہت کر کے اس میں پھیل جاتے؟

(الزمر ۳۳)

اور جو جہت ملنا میں رحمت تھی یہ مظلوموں کو خورجی دے دیا جائے گا تھے تھے کہ ظلم و ستم کے اس ماحول سے کہیں نجات حاصل ہو۔ جیسا کہ ابھی چند منٹ قبل سورۃ نساء رکوع ۱۱ کے حوالے سے آپ سن چکے ہیں۔

ایک جگہ نہیں مظلوم مسلمانوں کو غلبہ کے ارشاد ہوا ہے۔
يُخْرِجُونَكَ مِنَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ اللَّهُ مَعَ الصَّالِحِينَ
یہ لوگ رسول کو آدم کو (یعنی انہی) سے ہیں (دوسرے) سے اس بات پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان

لکھتے ہیں۔

ایک جگہ اور انہیں مظلوم مسلمانوں کا ذکر کے ارشاد ہوا ہے۔

فَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ كَاذِبُونَ
وَمِنْ دُونِهَا هُمُ الْكَافِرُونَ ۚ
سچی باتوں سے جہت کی اور جو کہ اپنے گمراہی سے نکالے گئے اور جنہیں میری راہ میں تکلیفیں پہنچائی گئیں۔
(الزمر ۲۵)

یہ لفظ اذنی وانی سمیٹتی (میری راہ میں تکلیفیں پہنچائی گئیں) ہر قسم کی باتوں کا جامع ہے سیرۃ کی کتابوں میں بعض ائمہ کی ایسی روایتیں ہیں کہ انہیں پڑھ کر بھی سمجھنے والے سمجھنے کے لئے ہوجاتے ہیں اور اس لحاظ سے خدا کے بھائے قرآن میں کہیں کہیں دوسرے لفظ مافتحوا ما ظننوا ابھی آئے ہیں۔ سب اسی حقیقت کے ترجمان ہیں۔ کہیں کوئی نہیں پران کے سرور و پشید اسیت زندگی تنگ کر دی تھی تھی۔

بالآخر حکم ترک وطن ملا۔ مظلومیت اور بے سروسامانی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اتنے بے سفر میں مسلسل ترقی آپ صرف ایک صاحب کو رکھ سکے۔ سفر اخلا کے ساتھ ہوا اور کہیں کسی پہاڑی غار میں چھپنا پڑا ان تسانہ ترقی سفر کا بھی ذکر قرآن مجید نے اسی سفر جہت کے سلسلے میں کیا ہے۔

إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ
الْأَثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ ۚ
بیکار آپ کو کافروں نے (دوسرے) نکال دیا تھا
اور ان دونوں سے ایک آپ تھے۔ پس وقت کہ وہ دونوں تار میں تھے۔
(الزمر ۲۵)

آپ کا سکون طلب اور اعتماد علی اللہ اس حال میں بھی برابر قائم رہا۔ قرآن کی شہادت ہے۔

وَأَنْبِئُوهُمْ لِيُضَاحِكُوا
رَبُّهُمُ اللَّهُ ۚ (الزمر ۲۵)
کہ آپ کو بتائیں کہ انہیں ہر ایسے سے لڑا ہے کہ انہیں ہر ایسے سے لڑا ہے۔

شہر مدینہ کو محاصرے سے شمال مشرق میں ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور مسلح سواروں سے وہ نہایت اہمیت کی ساری پر یہ فاصلہ یوں بھی خاصہ طویل تھا

پھر حزب کا سرکوفنی کھنے کی غرض سے آپؐ نے راستہ اندازہ و ہمیدہ و طویل اختیار کیا تھا۔ سفر ہجرت کی ساری سرگزشت اگر ایک طرف توکل و اعتماد علی اللہ وغیرہ آپؐ کی اخلاقی صفات کی ترجمان ہے تو دوسری طرف قابلیت تنظیم اور خوش تہمیری وغیرہ اخلاقی صفات عقل کی بھی شاہد عادل۔

مدینہ پہنچ کر بھی دشواریوں اور شدید منافقوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ حزب انکار نے یا پہلو ڈراہل کیا ایک نسیب سابقہ منافقین کے زبردست اور صاحب اثر گروہ سے بڑا زہبان پرور عہد اسلام کا کہتے تھے لیکن دل سے منکر تھے اور شخص منکر ہی نہیں۔ معاذ بھی تھے اور دوسرے دشمنان اسلام کی سازشوں میں شریک۔ ان میں زیادہ تر قوت مند تھے اور یہودیوں ان کا اصل ہتھیار کسی مستقل عہد ان کے ماتحت آپؐ آگے چل کر نہیں گئے یہاں سلسلہ بیان میں صرف اتنا سن لینا کافی ہو گا کہ ان کی چال بازیوں کی بات قرآن مجید سے بار بار دہرائی ہے اور یٰحُوذُونَ اَللّٰهُ وَ اَلْوَسْنٰی اَمَلُوْا انہیں کے لیے قرآن مابین یعنی یہ دھوکا دینا چاہتے ہیں یا دھوکے میں لکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ کا اور مومنوں کو۔

دوسرا نسیب سابقہ یہاں اگر آپؐ کو ال کہنا ہے خصوصاً یہود سے اور ان سے طرح طرح کے منافقے رہے یہ سرگزشت بھی آگے چل کر آپؐ سننے گا۔

تیسری نئی بات یہ پیش آئی کہ آپؐ کو فز سے یا دینی مبارکے ایک نہیں متحد رکھنے پڑے نہ یہاں تو مشرکین کہ اور دوسرے عرب قبائل کے خلاف اور یہی کسی قبائل یہود کے مقابلہ میں بھی اسکی تفسیل بھی ایک آئینہ محبت کیلئے افسار کھٹے۔

اور جو تھی اہل بیت جو اس صورت حال سے یہ طوطی کے پیدا ہوتی ہے کہ آزاد ملی خود مختاری مل جائے آپؐ کو مدینہ میں حکومت و سلطنت کی بنیاد ڈالنے، اس کے لیے قانون و آئین منضبط کرنے اور طرح طرح کے احکام جاری کر کے کی ضرورت بھی آ پڑی۔ یہ احکام کہ تو بدو و بدو و وحی نازل ہوتے رہے اور قرآن مجید میں جنگ چاہتے رہے اور کہ رسولؐ نے اپنے احباب دوست یا قرآن مجید سے اتنا ہلکا کر کے صادر فرمائے۔ منافقین مدینہ کی مذمت عاتق کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں ہے۔

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَنُوْا ۙ وَ مِنْهُمْ مَنٌ مُّشْرِكٌ ۚ وَ مِنْهُمْ مَنٌ يَّهْدِيْكَ اِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ عَلٰى الْحَقِّ ۚ (الفتح ۲۳)

ان میں سے منافقین کے علاوہ اور بھی کچھ آداری مدینہ والوں کی ایسی تھی جو ایمان کے باب میں دو دلی سی چوری تھی۔ یہ کہے اور تہذیبی ایمان واسلے بھی منافقوں کے شریک ہو کر طرح طرح کی افواہیں شہر میں مسلمانوں کو ڈرانے سمانے کے لیے اٹاتے رہتے تھے اور گریا آج کل کی اصطلاح میں ایک سرد جنگ حزب محمدی کے خلاف جاری کئے گئے تھے تھے قرآن مجید میں منافقوں پر عطف کر کے ان کا ذکر بھی آیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ فَعَلُوْا بِهُمْ مَّرْهُنًۭا وَالْمُحْسِنُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ (الحجرات ۱۷)

اگر منافقوں کو سزا دینی جنگ کی بھی مسلمانوں میں شامل ہو کر لڑنا نہ چاہی تو کہتے کہ۔

لَیْسَ زُجَجْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَیْخَرِیْنِ ۚ ہمارے مدینہ واپس آنے تو ہمیں سے ہو گا وہ زبردست ہے وہ زبردستوں کو لینا نکال باہر (الفتح ۱۷)

اور زبردست و غالب فرقے سے اشارہ ظاہری ہے کہ ان کا اپنی ہی طرف ہونا اور زبردستوں اور مطلوبوں سے مسلمانوں کے جانب۔

اسی طرح ایک بار ایک جنگ کے موقع پر عین میدان جنگ سے ان منافقین نے دوسروں کو بھیڑ کر واپس سے جانا چاہا تھا مگر عین میدان میں وکراس کا بھی موجود ہے۔

وَ اِذْ کَانَ ثَلَاثِنَہٗ طَائِفَتٌ مِّنْہُمْ یَاۡهَلُوْنَ ۚ اوردو وقت یاد کرو جب ان میں سے ایک گروہ کیلئے اتفاقاً اسے شرب فالو اصرار نے کا موقع نہیں دیا پس چلے جاؤ۔ (الحجرات ۲۵)

مدینہ کا قدیم نام بھی شرب تھا اور اصطلاح یہود کا مسکن تھا۔ مذہب اہل نبی یہ ہجرت نبوی کے بعد کلمہ یا اور پھر صرف المدینہ رہ گیا۔ اس شہر سے ہمت کہ بجز عارضی جنگی ضرورتوں یا حج وغیرہ کے کہیں اور آپؐ

کے شریف ملے جانے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں آتا اور نہ سیرۃ و تاریخ ہی میں آتا ہے یہیں
قیام آخر عمر تک رہا۔ وفات شریف یہیں ہوئی اور یہیں مدفون ہے۔

(۶)
خطبہ

غزوات و محاربات

قرآن مجید اس حقیقت پر شاہ و ناطق ہے کہ رسول کریم کی عمر مبارک کا ایک حصہ
قتال و غزائیں بھی گزرا ہے اور چونکہ قیام مدینہ کے دوران میں گزرا اس لیے لازمی طور
پر یہ عمر شریف کا آخری حصہ تھا۔ ملک کا جو احوال تھا اور ہر طرف جو فتنہ تھی اس نے اس
صورت حال کو نگہ نہ بنا دیا تھا۔ قتل و غارت، ظلم و فساد، غصب حقوق و دہن زنی، غرض
کوئی بات جرم و عیب یا ان کی انتہ نہیں رہی تھی اور ایک حرب ملک کیا معنی کل دنیا میں
انقلابی باتری یا انارکھی مچی ہوئی تھی قرآن مجید کے جامع الفاظ ہیں۔

كَلْهَرِ الْقَسَاوِ فِي الْبُحْرِ وَالْبُحَيْرِ
يَسَاكِبَتْ اَيُّوِي النَّارِ - (اروم ۵۸)
لوگوں کے اپنے کر تو توں سے۔

مومنین کا طبقہ جو ہر مشدہ کی اصلاح کا بیڑا ہی اٹھا کر وجود میں آیا تھا اور جس کے
پر وگرام میں اللہ کی نشین پر ہمیں عدالت و رہائی کی ریاست کا قیام داخل تھا وہ خود بخود
اور کافروں کے ہاتھ سے ظلم و ستم کا خصوصی تجربہ مشق بنا ہوا تھا۔ اپنے مولد و مرکز یعنی
شہر کہ میں اللہ کے رسول اور اس کے پیروں پر جو گزرتی رہی، اس سے آپ ہجرت
کے ذیل میں واقعات سن کر کچھ واقف ہی ہو چکے ہیں اب دقت وہ ہے کہ کوئی یہ
مظلوم مہاجر ملک کے ایک دور دراز شہر شرب میں آکر آباد ہوئے ہیں اور اس کا نام
مدینہ النبی پڑ چکا ہے۔ لیکن مظلومیت میں اب بھی کچھ فرق نہیں پڑا ہے بلکہ مصائب

شرعیۃ یا جہالت (امنا و شدہ ایڈیشن) از محمد باقر جعفرانی
دوم و بدعات کی اصلاح کے لیے اور اسلامی فتاویٰ و فتاویٰ کے مطابق
کھینچنے کی نئی کتاب۔ ہر مسئلہ کا حوالہ مستند و معتبر اسلامی کتابوں سے دیگیا
قیمت ۳۵۰۰ روپے

کا بارگراں سے کچھ گراں تر ہی ہوتا جا رہا ہے لہ

جب حالات اس درجہ ناقابل برداشت ہو چکے اور صبر و ضبط اپنی حد کو پہنچ چکا تو آپ ان خداوندی ان مردان خدا کو بلا کہ آپ تم بھی اس ظلم کے خلاف تلوار اٹھاؤ اور جو تم پر ظلم و زیادتی کر رہے ہیں ان کا مقابلہ مردانہ وار تم بھی کرو۔

اُوْنِ يَنْظُرُوْنَ يَفْجَاجُوْنَ بِمَا كُنُوْا عَلٰی سُلٰمٍ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ لَقَدْ مِرَّ الَّذِيْنَ اُغْوِيَ جُبُوْا مِنْ وِیَاسٍ جُوْغِيْفُوْا سَقٰی اِلَّا اَنْ تَقِيْلُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ

(الحجہ ۱۶)

تو قتال کی اجازت مومنین کو جمعی ملی۔ جب ان کی مظلومیت کمال کو پہنچ چکی تھی۔ اہل کفر یہ کہتے ہیں کہ یہی سب سے پہلی آیت ہے جو اجازت قتال کے بارے میں نازل ہوئی ایک اور قول نقل ہوا ہے کہ پہلی آیت قتال کی یہ نہیں۔ بلکہ یہ ہے۔

وَلَقَدْ اٰتٰی سَبِيْحَةَ اَبْنِ نَزَارٍ قِتَالِ کَرَامَتِ رَاہِیْنِ اُنْوَیْنِ سَبْعَ عَشْرَ یَوْمًا یَقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَقْضٰی اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِلِیْنَ قِتَالِ کَرَامَتِ رَاہِیْنِ اُنْوَیْنِ سَبْعَ عَشْرَ یَوْمًا یَقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَقْضٰی اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِلِیْنَ

برحال سلسلہ قتال کی پہلی آیت وہ ہو یا یہ ظاہر ہے کہ کھٹکتا قتال مومنین کو جمعی ملانے کے لیے نازل ہوا ہے۔ اور پھر چونکہ زمانہ نزاع قیام نہیں کر سکتا کہ آپ کے ساتھ کچھ گشتیا

لے صاحب سیرۃ النبی و مولانا شبلی کے الفاظ میں یہ جو انسان اپنی والدہ۔

”قریش کے سرداران مدینہ پر زور ڈالنا اور صبر و ضبط کو دھتکارنے کے لیے آئی تھی۔ یہاں بتا دے کہ یہی وہ آیت ہے کہ کھٹکتا قتال کے لیے نازل ہوئی تھی۔ اور یہ کہ قیام نہ ہونے پر چھوڑ دیں گے اور یہی وہ آیت ہے کہ کھٹکتا قتال کے لیے نازل ہوئی تھی۔

کیوں اس سے تو آپ لوگ واقف ہو ہی چکے ہیں۔ حد یہ ہے کہ ترک وطن کے بعد بھی ہمارے دلوں سے ڈگیا اور نئے دور بلکہ اس وقت کے معیار سے دور واز شہر میں منتقل ہونے کے بعد بھی معاملہ کار کشائیں برابر جاری رہیں۔ غرض یہ کہ کھٹکتا قتال کی تعمیل میں آپ نے خود بھی قتال شروع کیا اور اسی کا نام اصطلاح فخر میں چھاپ دیا اور نہ محض جنگ کے لیے اب تک لفظ حرب عام تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ربانی فتوں کے لیے مت یمن و فتنا کے ہاں اصطلاح غزوات کی رائج ہے خصوصاً غزوات متعدد و فرائس۔ مومنین و اہل سیر کے ہاں ان کی تعداد ۲۱ یا ۲۲ درج ہے آئیے ان میں سے اہم ترین پر قرآن مجید کی روشنی میں نظر کر کے چلیں۔

پہلا بڑا غزوہ، غزوہ بدر کہلا رہا ہے۔ اس مناسبت

غزوہ بدر

سے کہ یہ مقام بدر پر واقع ہوا تھا بدر ایک سرسبز منڈی اور منزل کا نام تھا جو مدینہ کے جنوب مغرب میں وہاں سے تین یا چار منزل کے فاصلہ پر تھی۔ قرآن مجید میں اس غزوہ کا بیان آیا ہے۔ اشارہ کیا کہ یہ تینوں جگہ تصریح سے اور اس تفصیل کے ساتھ جس کا یہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے مستحق بھی تھا غزوہ کے ایک عرصہ بعد ایک دوسرے موقع پر اس کا تذکرہ نہ صرف نام کی صراحت کے ساتھ۔ بلکہ عمل اہتمام پر بھی لایا گیا ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلْفَكُمُ وَاَنْتُمْ اَوْفٰوْا فَاَتَقَدَّرَ اللّٰهُ لَعَلْفَكُمُ تَشْكُرُوْنَ۔ (آل فون ۲۳)

لہذا اسلام کی اس کمزوری کی تفصیل و تشریح حدیث دیرہ کی کتابوں میں ملے گی ہے مختصر یہ کہ مسلمان تعداد میں بھی بہت کم تھے اور سامان جنگ کے لحاظ سے بھی بہت پست تھے۔ اس لیے بہت سے مسلمان قدرۃ اُس موقع پر جنگ سے بچنا چاہتے تھے لیکن اللہ اپنے فضل سے۔ لہذا یوں کہ اس تہذیب کے باوجود سردار لشکر کا میدان جنگ میں لے آیا۔

هَذَا أَفْخَرُ بَلَدٍ زُرْتُمْ مِنْ يَسْتَحِقُّ
بِالْحَقِّ وَإِنَّ قَوْمِي قَاتِلِينَ الْمُؤْمِنِينَ
اَلْحَقَّ اَلْهُؤُلَاءِ (۱۱۱ نفال ۱۰)
پسے نصف وقت سامان غرض برآمدی۔ سیمار سے ان لوگوں کا مال ایک اسی طرح تھا،
تھا اور یہ ایسے ناسازی و مرگ کو خود بھی کامراد ہی سمجھ رہے تھے اور اسی لیے وہ رسول
اللہ سے کشت کا سلسلہ بھی جاری رکھے ہوئے تھے۔

يُجَاوِزُ لَكُمْ فِي الْحَقِّ بَعْدَ
مَا قَاتَلْتُمْ كَمَا تَقَاتِلُونَ إِلَى الْمَوْتِ
وَهُمْ يَنْظُرُونَ (۱۱۱ نفال ۱۱)
یہ لوگ آپ سے حق کا ہر ہونے پہلے جھگڑنے
ہیں گویا کہ وہ موت کی طرف ہنگامے جا رہے ہیں
اور وہ موت کو دیکھ رہے ہیں۔

آگے لڑنے سے قبل یہ طور پیل حضرت نے کہ یہی سن لیجئے کہ یہی وہ اسلامی فرقہ ہے
جس کے لیے مفری اہل قلم کو مستقل طنز ہے کہ یہ مال غنیمت اور لوٹ مار کے نہیں
مشترک بل پرغواہ مژدہ نوٹ ڈاکرتے تھے۔ قرآن مجید کی شہادت اس کے برعکس کہتی
واضح و صریح ہے کہ انہیں بعض اوقات شہید کر دیکھ کر میدان میں لانا پڑا تھا۔

اس آپ پر اصل قصہ سنئے۔ اس وقت مسلمانوں کا احتیال و دگر رہے تھے کہ
یہ کہ ممکن ہے نہایت قریبی کی طرف سے ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے کہ مقابلہ کی
نوبت صرف تہجد یا تامل قریب سے رہے جو شام سے واپس ہوئے تھا اور وہ حضرت
الی کے باوجود مسلمان طبعی طور پر پنداس آسمان ترشش کو کر رہے تھے اور آرزو یہ رکھتے
تھے کہ سامنا فرضی خطہ کا نہ کرنا پرے بلکہ محض کاروان تجارت سے نپٹ کر واپس
چلے آئیں قرآن مجید کا ہر اسی بیٹھے۔

وَاِذَا يُدْعٰكُمْ اِلَى الْاٰثَمِ
اَلَا يَنْفَعُكُمْ اَلْتَّوْبَةُ اَمْ لَا
كَذٰلِكَ الشُّكُوْكَ تَكُوْنُ لَكُمْ ذِكْرًا
اَللّٰهُ اَنْ يَّحَقِّقَ الْحَقَّ يَنْفَعُ اٰمَاتِهِ
اور اللہ یہ کہ وہ دکر کا خاکہ وہ گروہوں
میں سے ایک تہا سے لے رہے اور آرزو رکھتے
تھے کہ وہی گروہ تم کو گنہگار میں کوئی عذر
تہا سے لے نہیں۔ مالا کر اللہ یہ پابنا ہے کہ

يَقْطَعُ دَاوْرَ الْكَافِرِيْنَ يَسْحَقُ
اَلْحَقَّ وَيَذِلُّ الْاَبْيَاطَ وَلَوْ كُوْنُوْا
اَلْمُحْسِنِيْنَ (۱۱۱ نفال ۱۲)
حق کو اپنے کلمے ثابت کرے اور کافروں کو جڑ
کاٹ دے۔ سچ کو ثابت کرے اور باطل
کو مٹا دے۔ چاہے یہ پیر ہوں کہ ناکارہ گروہ۔

نظر اسلام اس وقت فریاد انتظار ابرہہ کا رہا تھا۔ فریاد رائگاں نہ گئی سن لی گئی اور
روں میں اطمینان مزید پیدا کرنے کی غرض سے ارشاد بھی صاف ہو گیا کہ تم ساری اعدا کو
فرستے بھی ایک ہزار بھیجے جا رہے ہیں۔ قرآن مجید سے اس اہم ترین غزوہ محمدی کی تفسیل
بھی محفوظ رکھی ہے اور شاید فرمایا ہے۔

اِنَّ تَشْتَفِيْنَ لَنْ يَّزِيْكُمْ فَاَسْتَجَابْ
لَكُمْ اِنِّيْ مُؤَيَّدٌ بِالْقُوَّةِ الْمَلَكِيَّةِ
مُؤَيَّدٌ وَبِمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ لَا
يُشْرِيْ وَيُظْلِمُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلُوْبُكُمْ
وَمَا التَّوْبَةُ اِلَّا مِنْ جِهَةِ اللّٰهِ اِنْ
اَللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۱۱۱ نفال ۱۳)
یاد رکھو وہ وقت سب آپ پر درگاہ سے فرما
کر رہے تھے۔ اس نے تمہاری سسلا اور فرمایا
میں تمہاری مدد ایک ہزار مسلل آنے والے فرشتوں
سے کروں گا۔ اور اللہ نے یہ صرف تمہارے غرض
کرنے اور تمہارے رلوں کو یقین دلانے کو کیا۔
وہ فریق تو بہت اسی کے پاس ہے سبے شک
اللہ غالب ہے محنت والا ہے۔

اسی جنگ کے دوران میں یہ ہوا کہ حکمت خداوندی ہے بارش طین وقت پر اور
ایسے موقع سے جوئی کہ نفق تمام مسلمانوں کی کے فریق کو پختیا، اور اس سے ان کے
دخول و خروج کو ضرورتیں سب ہمدی ہو گئیں اور یہ دوسرے شیطانی ان کے دل سے
دور ہو گیا کہ خود دل کیس ہی تم نہیں۔ نیز انہیں بیند کی جھپک بھی آگئی جس سے وہ
تازہ دم ہو گئے۔ دیکھئے قرآن مجید ان سارے جزئیات کو کس طرح اپنے احاطہ بیان
میں لے ہوئے ہے۔

اَلَا يَنْفَعُكُمْ اَلْتَّوْبَةُ اَمْ لَا
يُنْفَعُ عَنْكُمْ مِنَ اَلْتَّوْبَةِ اَمْ لَا
يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ
یاد رکھو وہ وقت جب اللہ اپنی طرف سے تم پر
خند جاری کر رہا تھا۔ تمہارے سکون کے لئے
اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک مٹا

toobaa-elibrary.blogspot.com

(المتن)

وَأَذِّنْ لَهُمْ أَهْلَهُمْ إِذَا تَوَلَّيْتُمْ
فَإَعْيَبْكُمْ يَوْمَ تَأْتِيكُمُ الْمَوْتُ
أَعْيَبُهُمْ لِفَنَاهِ إِنَّهُمْ لَكَاثِبُونَ
مُنْعُولُونَ (الأنفال ع ۵)

(اور وہ وقت بھی یاد کرو) جب اللہ نے ان لوگوں کو تیسرا ہی نظروں میں کم کر کے دکھایا اور ان کی نظروں میں تھیں کہ کر کے تاکہ اللہ اس امر کو یاد کر دے جو ہرگز رہنا تھا۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ
خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَهُمْ
الَّذِينَ يُبْصِرُونَ عَنْ سِيْرَةِ اللَّهِ
(الأنفال ۷۴)

دے مسلمانوں) جن لوگوں کی طرح نہ رہا، جو جنگ
کے لیے اپنے گروں سے نکلے اور اسے ہونے
اور لوگوں کو دیکھتے ہونے اور (لوگوں کو) اللہ کی
ماہ سے روکتے ہوئے۔

(آل عمران: ۱۳۰)

ان غزوات میں اہلک میں اشارہ اسی جانب ہے۔ مقلد القتال کا فہم بھی قابل فہم نہیں جنگ میں پوزیشن مستعدہ کی اہمیت توجہ بھی مطلب ہے اور فن حرب رملی سائنس کی تازہ کتابوں میں بھی صفحہ صفر اس کے لیے وقف رہتے ہیں۔ چہ جائیکہ اس دور میں جب جنگ نام ہی دست بدست جنگ کا تھا۔ فضا اس سے روشنی اس حقیقت پر بھی ڈانگی کہ حضور صلعم ایک بہترین سردار فوج بھی تھے جیسا کہ حال میں ایک مسلم ملک کے ایک سپر جنرل نے اپنی کتاب حدیث دفاع میں تفصیل سے لکھا ہے۔ اس سے آگے کی آیت بھی اہمیت میں کہہ کر نہیں۔

(آل عمران ۳۷)

سیرۃ کی کتابوں میں الی دونوں گھنٹوں یا پندرہ گھنٹوں کے نام درج ہیں۔ ایک قبیلہ
اوس کے نبی حارثہ کا تھا اور دوسرا قبیلہ غزوہ کے نبی مسلمہ کا۔ انہیں یہ خیال اپنی نفلت

تعداد وقت سامان وغیرہ مختلف آدمی کی بنا پر ہوتا تھا اس لیے کہ تاریخ گویا ان سے کہ مسلمانوں کی
 لشکر ایک ہزار کی تعداد میں تھا اور اس میں سے متعلقہ لیڈر عبداللہ بن ابی سلول کے عین
 وقت پہنچ کر جانے کے ساتھ ہی سورہ گیا تھا۔ مشرکین کے کہ شکوک ہزار تھا جس میں دو
 سو وار تھے۔ فرض یہ کہ کسی ضعف ایمانی کا قدم در میان میں نہ تھا اور چہرہ خیال بھی سورہ
 ہی تک رہا۔ عزم کے درجہ تک پہنچنے یا جیسا کہ داؤد ولید حاکم کے نقطہ نظر سے ظاہر بھی ہوا ہے
 اس جنگ میں بھی رسول اللہ ایک لپٹے جہیز کی طرح اپنی سپاہ کی خوب ہمت
 افزائی کر رہے تھے اور داؤد کے بچے رسول کی طرح مومنین کو تائید بھی اور مشرکوں کو
 شکرت کا یقین دلارہے تھے قرآن میں خود رسول ہی کو منطرب کر کے ارشاد ہوا ہے۔
 اِنَّكَ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَا تَدْرُوْنَ
 تَخِيْفُكُمْ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ يَوْزِلَ عَلَيْكُمْ
 الْاَيُّوْنُ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُتَوَلِّيْنَ تَبٰلٰى
 اَنْ تَضِلُّوْا وَتَشْكُرُوْا اَوْ تَكُوْلُوْا
 مِنْ ثَمَرِهِمْ هٰذَا اِيْمُوْهُكُمْ زَيْلُكُمْ
 يَخَسِرُ الْاَيُّوْنُ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
 مُتَوَلِّيْنَ۔ (آل عمران ۷۷)

پھر وہ گار تھاری دین ہزارا کا دے ہوئے
 فرشتوں سے کہ وہ ان کو نہیں بٹھریں
 تمہارے سرور و توفیق قائم رکھا اور وہ لوگ تم پر فوراً
 ہی آئے۔ تو تمہارا درد و درد گار تھاری مدد کرے
 گا پانچ ہزار شاہان کے ہوتے فرشتوں سے۔

اس جنگ کے نتیجہ ناموافق کے امکان کی خبر اور پھر اس پر تسلی عالم الغیب نے
 اپنی کتاب میں پہلے ہی سے درج کر دی تھی ملاحظہ ہو۔
 اِنَّ يُّسَيِّرُكُمْ فَرَجٌ فَقَدْ
 مَعَ الْكُفُوْمِ كَرَجٌ وَتَشْلٰكٌ
 اَلَا يَكُنْ مِّنْكُمْ اُولٰٓئِكَ الْيٰسِرِ
 (آل عمران ۱۳۵)

اگر تم لوگوں کو فرج پہنچ جائے تو ان لوگوں میں
 دشمنوں کو بھی توفیق دے دوں گا کہ تم پر پہنچے اور ہم
 ان ایام میں داء کی اس پیر تو لوگوں کے درمیان
 کرتے ہی رہتے ہیں (مخبر مسلمانوں سے)

چنانچہ مومنین گویا ان سے کہ اس جنگ میں کچھ دیر کے لیے ہزیمت کے ٹوٹے
 آثار مسلمانوں پر منظر و مرتب رہے لیکن اس عارضی ہزیمت کے باوجود جنگ کے تسلسل

اور آخری انجام سے متعلق کوئی تذبذب یا دغ و غرہ نہ تھا۔ ارشاد ہو گیا تھا کہ
 اِنَّ الْاَيُّوْنُ كَفَرُوْا يَنْفَعُوْكُمْ
 اَمَّا اَلَهُمْ لِيُصَدِّقُوْا عَنْ سَيِّئِلِ اللّٰهِ
 فَيَنْفَعُوْكُمْ فَمَا اَفْزَلُ تَكُوْنُ عَلَيْكُمْ
 حَسْرَةٌ لِّمَ تَقِيْلُوْنَ۔
 (احزاب ۳۵)

اہل ہزیمت گویا ان اسی آیت کی شرح میں ہے کہ قریش کا لیڈر ابوسفیان حضور ہی حب
 تحمات شام سے خوب مال مال ہوا کر لیا تھا۔ اس سے سرداران قریش نے مطالبہ کیا
 تھا کہ یہ سب مسلمانوں کو شکست دینے اور ان سے استقامت لینے میں لگا جائے اور اس جہل بولنے
 یہ وہ کی بات بھی قرآن مجید نے بتادی تھی کہ عارضی غلبہ اور فوجی تفوق کے باوجود مومنین
 اپنے اندر ہزیمت نہ پاسکیں گے اور شوکت اسلام و مسلمانوں سے مرعوب ہی رہیں گے۔

اِنَّ يُّسَيِّرُكُمْ فَرَجٌ فَقَدْ
 مَعَ الْكُفُوْمِ كَرَجٌ وَتَشْلٰكٌ
 اَلَا يَكُنْ مِّنْكُمْ اُولٰٓئِكَ الْيٰسِرِ
 (آل عمران ۱۳۵)

اگر تم لوگوں کو فرج پہنچ جائے تو ان لوگوں میں
 دشمنوں کو بھی توفیق دے دوں گا کہ تم پر پہنچے اور ہم
 ان ایام میں داء کی اس پیر تو لوگوں کے درمیان
 کرتے ہی رہتے ہیں (مخبر مسلمانوں سے)

اس عروبت کا نظریوں ہوا کہ حسب تصریح مومنین و مشرکین اپنی عارضی فتح کے
 باوجود مسلمانوں کے تعاقب کی جرأت نہ لائے۔ اپنے پاؤں کو گناہوں سے دور اور یہ خود
 مسلمان ہی تھے۔ جنہوں نے اپنے بلے مثال دیے اور بل سالار لشکر کے ماتحت مدینے سے تفرق
 لگے بڑھ کر اور اس کے لگا تعاقب کیا اور یہاں تک کہ کھانا پانا تو پوری آن بان کے ساتھ قائم رکھا۔
 مگر ان میں شروع شروع مسلمانوں کو اپنی قلت، جمعیت و قلت سامان کے باوجود
 برابر غلبہ رہا۔ لیکن امکانات جنگ کا باکل جمع اندازہ فدا کر رسول اللہ صلعم نے جس مابہر
 تیر اندازوں کا ایک دستہ شروع ہی میں ایک نینکر بھی پر ایک گناہ میں تھیں کہ وہاں تھا اور
 اس کو تائید کر دی تھی کہ اس موقع سے کسی حال میں بھی نہ ہٹے لیکن جب مشرکوں کو شکست
 ہوئی اور ان کا سامان لٹنے لگا تو یہ دستہ اس حکم کی تعمیل پر قائم نہ رہا۔ بلکہ اس میں سے

قَتَلْنَا لَهُمْنَا - (آل عمران ۱۶۵)

ہاتے۔

صالحین سے بھی فطری کفریوں کی بنا پر خواہشیں سرزد ہو گئی تھیں۔ ان سے انہیں گہرا درد غفلت کیا تھا۔ پھر بھی تنبیہ خاص انہیں بھی کر دی گئی۔

إِنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا وَلَدَهُمْ يَسُوْمُ
الْعَقْلِ الْعَبِيَّةِ إِنَّهُمْ اسْتَكْبَرُوا
وَالشَّيْطَانُ يَبْغِي مَا كَتَبَ لَهُ
عَقَابُ اللَّهِ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ
حَلِيمٌ

(آل عمران ۱۶۵)

ان نافرمان سپاہیوں کا قصور یہ ظاہر بہت سخت تھا مین مکرر جنگ میں ایک ناکام موقع پر اپنے جنرل کی عدول بھی کر کے اپنی اور اپنے جنرل دونوں کی نفیج کا سبب بن رہے تھے اور اپنی خودی سے ساری اہمیت کا زینت پہنچا رہی تھی۔ لیکن یہ نئی نسلوں سرداروں۔ جنرلوں کے برخلاف حضور نے ان کے ساتھ ملامت شفقت و ملاحظت ہی کار کیا۔ قرآن مجید اس طرز معاملت کی گواہی ان الفاظ میں دیتا ہے۔

فَبِمَا أَصَابَ مِنْ ثَوَابِ اللَّهِ لَيْسَ لَهُ
عِقَابٌ وَأُولَئِكَ يَنْتَظِرُونَ

(آل عمران ۱۶۵)

ان سپہ سالاروں کا کیا ان کے کام میں نشر مسلمان شہید ہوئے اور اس سے قبل بدر میں عکبر کے ایک تعداد میں لڑا اور۔ یہی کی تعداد میں گرفتار ہو چکے تھے قرآن مجید نے ہرزہ کشا میں یہ حقیقت بھی دہرا دی۔

وَأُولَئِكَ أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ
قَدْ أَصَابَكُمْ وَلَكُمْ قُلُوبُكُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا
قُلُوبُكُمْ مِنْ جُنْدٍ أَنْتُمْ كُفَرْتُمْ
إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(آل عمران ۱۶۵)

اور اسی میں مسلمانوں کی اس طبعی حیرت کا جواب بھی آ گیا کہ ہم اللہ کے صاحب ایمان بنے۔ اللہ کی راہ میں لڑنے والے۔ پھر رسول ہم میں موجود ہیں پر بھی شکست ہمیں کو! انہیں بتا دیا گیا کہ جہاں جہاد فتح و نصرت تو تمہاری طاقت و طاہت کے ساتھ مشروط تھا جب تم نے اس کا لالچ نہ رکھا تو وہ وعدہ باقی کہاں رہا اور ہم تمہارے جس طرح فتح دیتے رہیں۔ اسی طرح اس سے محروم کر دیتے ہیں اَللّٰهُ أَفْهَمُ مِنْ جُنْدٍ

وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى
الْجَمْعَانِ فَيَوْمَ ذَٰلِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُ
الْمُؤْمِنِينَ وَلَيَتْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا

(آل عمران ۱۶۵)

روایات تاریخ میں آتا ہے کہ کین مکرر قتال سے قبل قبیلہ خزرج کا ایک سردار ابن مینہ سو کی جمیعت کے ساتھ شکار اسلام سے لگ رہا تھا اور اس طرح منافقین جو ایک بار استین بنے ہوئے تھے ان کا پرہیز فاش ہو کر رہا۔ اس غزوہ کی تاریخ ابلیس نے کہا ہے کہ ۲۷ شوال ۳۱ ہجری مطابق ۶۲۴ء مارچ ۳۱ ہجری۔

غزوہ بدر نامیہ میں ایک اور غزوہ کا ذکر بھی قرآن مجید میں آیا ہے جس میں شکار اسلام بوری بہت و عمر کے ساتھ میدان جنگ میں آنا ضروری تھا۔ لیکن قرآن منافق جو کہاں تو مسلمان کو ڈرا دھمکاتا تھا اور کہاں خودی مخالف و معرب ہو گیا۔ بہت چھوٹ گئی آٹھ رستے تک اگر واپس چلا گیا اور فوراً قتال نہ لڑا۔ قرآن مجید کا بیان سنئے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ لَمَّا جَاءُوكَ
الْمَدِينَةَ مِنْ مُّبَايَعَةٍ مَا أَصَابَتْكُمْ
الْفِتْنَةُ فَيَقْتُلُونَ وَيُغْلِبُونَ
وَأَتَوْاكُمْ عِظِيمًا الَّذِينَ كَانُوا

لَهُمُ النَّاسُ أَنَّ النَّاسَ قَدْ جَعَلُوا
لَهُمْ قُلُوبَهُمْ قَدْ أَهْوَا
لَا يَتَذَكَّرُ أَنَّ اللَّهَ وَ
نِعْمَ الْوَكِيلُ قَالَتْ قُلُوبُهُمْ
يَنْفَعِيهِمْ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلِي لَهُ
يَسْتَسْلِمُ مِنْهُمْ مُؤَدَّ

دال قرآن ۱۸۵

کے دنوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے خلاف
بڑا سامان اکٹھا کر لیا ہے۔ ان سے ڈرو۔ لیکن اس
نے من کو بوش و ایمان اور بڑھایا اور یہ لوگ بولے
کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز
ہے یہ لوگ اللہ کے خاتم فضل کے ساتھ وہ ہیں
آگے انہیں کوئی کارساز ہی (ذرا بھی) پیش
نہ آئی۔

حرب اصحاب یاسر جنگ کی آوازیں آپ چند سال سے ہر طرف سے سن
رہے ہیں۔ اہل عرب بھی اس سے ناواقف نہ تھے بلکہ اس وقت کا کہی لینڈا برسنیان
مصر بن حرب اموی کہنا چاہیے کہ اس فوج کا بہتر تھا۔ اہل تاریخ کا بیان ہے کہ اس
نے موکرا احد کے بعد اپنے خاص آدمیوں کے ذریعہ یہ پروپیگنڈہ عینے میں شروع کر لیا
تھا کہ قریش کی طاقت کے پیش نظر اب ان سے ٹکر لینا آسان نہیں۔ ایمان کے پختہ
مسلمان یہ خبر سن کر ذرا بھی بدول یا ہراساں نہ ہوئے اور رسول اسلام صلعم فکر
نے کر سکے۔ تمام جنگ پہنچے۔ آخر روز وصال قیام فرمایا۔ اور حکم لینڈا برسنیان
بھی فوج کے کھلا۔ لیکن بہت جراب دے گئی۔ کچھ دیر چل کر راستے واپس چلا
گیا اور مسلمان بلا کسی قسم کا نقصان اٹھائے خوش خوش مدینہ واپس آ گئے۔ تاریخ کی
کتاہوں میں اس غزوہ کا نام بدر ثانیہ لیا ہے اور اس کا زمانہ ذی قعدہ سکہ ہجری یا
اپریل سنہ ۶۲۵ یا ۶۲۶ ہے اور اس بات میں آہ ہے کہ اس وقت اسلامی لشکر میں ۱۵۰
پیدل اور اسوار تھے اور اہل مکہ کے لشکر میں ۱۰۰۰ پیدل اور ۵۰ سوار۔

غزوہ بنی نضیر
اب تک جن غزوات کا ذکر آپ نے سنا ہے سب مشرکین
کے مقابلے میں تھے۔ جو کہ چڑھائی کو کے اطراف
نہ تھے۔ لیکن مدینہ سے متصل آبادی یہودی بھی تھی۔ آنحضرت نے
اہل اعلیٰ و اعلیٰ ہجیر انہیں سے کئی طرح و رو ویر کے بعد ہی ان سے و سنا نہ معاہدہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کر لیا تھا لیکن ان کے ایک بڑے گروہ نے جو بنی نضیر کہلاتے تھے کبھی روز بعد
بہ عسدی شروع کر دی اور مسلمانوں کی ایذا پر کمر بستہ ہو گئے۔ بلا غرائی پر فوج کشی ہوئی
انہیں بڑا ناچنی تلوار بندی پر تھا۔ اس کے باوجود شکست ان کے نصیب میں آئی۔
سزائے کے لیے جلا وطنی تجویز ہوئی۔ اور لوگ مدینہ سے نکل کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔
قرآن مجید میں ساری روایت اپنے معجزانہ انداز میں یوں ادا کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا
مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ
لَا قَوْلَ الْخَفَرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ
تَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنْهُمْ لَمَنْعُهُمْ
خُصُوفُهُمْ مِنَ اللَّهِ قَالَتْ هُمْ
مِنْ عَيْتٍ لَمْ يَحْسُبُوا وَقَدْ
فِي قُلُوبِهِمْ الزُّغْبُ يُخْرِجُونَ
يَبُوءُ كَعَمَلٍ بَانٍ لَهُمْ وَآيٍ بِهِ
الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرْ يَا آدَمَ
الْأَنْبِيَاءُ (۱۸۵)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اہل کتاب کو
ان کے گروہوں سے پہلی بار اکھاڑے کھال دیا۔
تساہل گمان میں نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور خدا کا
نبیال تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ کی گرفت سے
بچا لیں گے سوائے کہ مذہب انہیں ایسی جگہ پہنچا کہ
انہیں خیال ہی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں
دشمت ڈال دی تو وہ اپنے گروہوں کو اپنے ہاتھ
سے بھی ہانڈ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے
بھی سوائے دانش والہ رحم جیت حاصل کرو۔

مومنین نے کہا ہے کہ وطن چھوڑتے ہوئے ایک ہتھیاروں کی اجازت تو نہ تھی۔
باقی یہ سارا اثاث البیت ساتھ لیتے گئے یہاں تک کہ گھروں کے دروازے اور چوٹیں
بھی بنی نضیر حضرت ہارون کی اولاد میں تھے اس لیے علاوہ اپنی دولت و ثروت کے
یہود میں بنی موشیائی کا مہر بھی رکھتے تھے۔ لیکن یہ چیز بھی انہیں عذاب الہی کی گرفت
سے بچا نہ سکی۔ پھر بھی یہ کچھ انہوں نے شروع ہی میں ہتھیار رکھ دیئے تھے۔ سخت
تر اور اتنا ہی مزاحمتی نکل سے بچ گئے۔ ارشاد ہوا ہے۔

وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
الْحِجَابَ لَفَعَلْنَا بِهِمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ

اگر اللہ نے ان کے حق میں ہولناکی نہ کر دی ہوتی
تو وہ دنیا ہی میں انہیں عذاب دیتا یعنی نکل عام

يَتَّقُونَ - (آل عمران ۱)

یعنی نصیر کی شکست اور جلاوطنی کا واقعہ ربیع الاول سے مہجری مطابق اگست ۲۵ء کا ہے۔

بنی قینقاع

لیکن اس سے کوئی دو سال قبل قریش اہل بیہودہ کی ایک دوسرے قبیلہ بنی قینقاع کو پیش آنکی تھی اور نصیر والوں نے اسباق اس سے دیا تھا۔ قرآن مجید نے بنی قینقاع کے سلسلہ میں اصر بھی اشارہ کر دیا ہے یا اس اشارہ پر قائم مقام صراحت ہے ارشاد ہوتا ہے۔

كَمْ تَبَدَّلَ الْيَهُودِيْنَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا قَدْ جَاءَ اَمْوَلُهُمْ وَهَلُمُّوا اِلَيْهِمْ (الاحزاب ۷۲)

یہود کا یہ قبیلہ بھی حوالہ میں آیا ہوتا تھا اور یہود کے تینوں قبیلوں میں شہار حنین تھا انہیں بھی پرانا زمانہ اپنے تئوں یاد گار ہے اور یہاں پر تھا۔ انہوں نے علاوہ اپنی عمدہ کشتیوں کے اپنی فروجر میں اضافہ ایک انصاری خاتون کی توہین کر کے بھی کیا تھا۔ بالآخر ان کا معاشرہ بکلیا گیا اور انہیں بھی سزا سے جلاوطنی کی تھی۔

تاریخ میں اس کا زمانہ شمالی سہ ہجری یا پہلے ۲۳۳ء ثبت ہے

غزوہ بنی قریظہ

یہود کے تیسرے قبیلہ کا نام بنی قریظہ تھا یہ بھی حوالہ دینے میں آتا ہے۔ اور ان کے اور بنی نصیر کے درمیان حد نال کی پیمائش تھی۔ بد مذہبی اور شر انگیزی میں یہ شاید اور دل سے بھی کڑے ہوئے تھے بار بار مسلمانوں کے حلیف بنتے تھے اور پھر عہد شکنی کرتے تھے یہاں تک کہ ایک بار مکہ مکرمہ میں شریکوں کے کہ شریک ہو گئے۔ آخر رسول اللہ نے ان پر بھی فوج کشی کی اور اس نبرد کے معاشرہ میں یہ اپنی جان سے عاجز آ گئے۔ اپنی قسمت کا فیصلہ انہوں نے دین کے مشورہ سرور قبیلہ اس سعد بن مساذ پر چھوڑا اور پھر انہیں کے فیصلہ کے مطابق ان کے موقوفہ کر دیئے گئے اور ان کے بچے اور عورتیں گرفتار ہو کر آئے۔ قرآن مجید میں رسول کو خطاب کر کے

یوں ارشاد ہوا ہے۔

الَّذِيْنَ تَاَخَذْتُمْ مِنْهُمْ مَّثْمًا يَنْقُصُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ فَاَتَاكُمْ تَثْقِيْقُهُمْ فِي الْعَرَبِ فَغَارَ بِهِمْ مِنْ تَحْتِهَا فَاَنْهَضُوْهُمْ (الاحزاب ۸)

یہ لوگ ہیں جن سے آپ عہد (پیمانہ) لے چکے ہیں پھر وہ اپنا عہد سراسر راز لہاتے ہیں اور وہ (اس سے) لڑتے نہیں تو آپ انہیں اگر جنگ میں پانچا ہیں تو انہیں ایسی سزا دیں کہ دوسرے بھی سمجھ جائیں۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہوا کہ مسلمانوں کا اس موقع پر تو جنگ کرنا ہی نہ پڑی اور غزوہ احزاب میں جن یہودی یعنی یہود بنی قریظہ نے مشرکین و معاندین اسلام کا ساتھ دیا تھا۔ آخر مسلمانوں سے مرعوب و خائف ہو کر انہیں خود اپنے گلے چھوڑنے پڑے اور قتل و امیری دونوں کی سزا میں جکست پڑیں۔

وَكَلَّمَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْا وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا وَّاَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْهُمْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ مَّتَابِعِهِمْ وَكَذٰلِكَ فَتَّلُوْهُمْ اِلَيْهِمْ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ تَبٰرَكُ اللّٰهُ الَّذِيْ يَهْدِي الْغُلٰمَ (الاحزاب ۱۷)

اور جنگ میں اللہ خود ہی مومنین کے لیے کافی ہو گیا اللہ اللہ تو ہی ہے شراقت والا اور بڑا زبردست اور جن اہل کتاب نے ان کی زمین اہل احزاب کی مدد کی تھی اللہ نے انہیں ان کے تئوں سے آواز دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رب بٹھایا پھر بعض کو قتل کر کے لے گئے اور بعض کو قید کر کے اور قید کر کے اس کا یہ جو کہ بنی قریظہ کی تھی اور ہوا ملاو سب مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی۔ مسلمانوں کو خطاب کر کے قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

وَاَوْزَعْتُمْ اَرْضَهُمْ وَوَيَا زَكٰهُمْ وَاَمْرًا لَّهُمْ وَاَرْضًا لَّهُمْ تَطْوُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا (الاحزاب ۳۴)

اور اللہ نے تمہیں بنا دیا مارش ان کی زمین کو اور ان کے گروں اور ان کے مال کا اور اس زمین کا بھی جس میں تم نے اب تک قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اور اللہ نے تھوڑے ہی وقت میں یہودیوں سے قیامت تک جتنے تک بھی مسلمانوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے قبضے میں آئیں گے سب اس کے تحت میں داخل ہو سکتے ہیں غرض یہ ہے کہ سزا ان پر بددول کو قرار دینی ملی اور یہ واقعہ ذیقعدہ ۳۶ھ ہجری مطابق مئی ۶۵۷ء عیسوی کا ہے۔

غزوہ احزاب

رسول اسلام علیہ السلام کو اپنی حبشی زندگی میں جو مہاربات عظیم ترین و شدید ترین تھیں ان میں سے ایک کا نام تاریخ کی زبان میں غزوہ خندق ہے اور قرآن مجید نے اسے الاحزاب سے موسوم کیا ہے۔ اس غزوہ میں نہ صرف مشرکین قریش ہی اپنی پوری قوت و سامان کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے بلکہ ان کی ملک پر عرب کے پورے قبیلے بنی قطفان، بنی سعد، بنی سلیم وغیرہ شامل تھے اور یہ وہ کارِ پورقوت قبیلہ بنی قریظہ بھی ان کا شریک ہو گیا تھا مسلمان کی جمیعت کل ۲ ہزار کی تھی اور حملہ آوروں کی ۱۰ ہزار کی۔ اسلام کے سپہ سالار عظیم نے اس موقع پر ایک مخلص جہاں دیدہ صہبائی سلمان فارسی کے مشورہ پر بجائے میدان میں آئے کے مدینہ ہی کے گرد خندق کھود کر جنگ کی تیاری کی تھی قرآن مجید نے اس غزوہ کا ذکر اہتمام کے ساتھ کیا ہے۔ اس کے نشیب و فراز پر پوری روشنی ڈالی ہے اور مسلمانوں پر اللہ کی شفقت و رحم خصوصی کا ذکر کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الْكُوْفُؤُا
فَعَسَىٰ أَلَّهُ أَنْ يَكُوْفُوا
فَإِنْ سَلَمْنَا عَلَيْهِمْ لَيْسَ بِغِنَىٰ
لَهُمْ وَلَا يَشْعُرُونَ
فَإِنْ سَلَمْنَا عَلَيْهِمْ لَيْسَ بِغِنَىٰ
لَهُمْ وَلَا يَشْعُرُونَ
فَإِنْ سَلَمْنَا عَلَيْهِمْ لَيْسَ بِغِنَىٰ
لَهُمْ وَلَا يَشْعُرُونَ
(احزاب ۲۵)

یہ ہزار بارش کا طوفان اس طرح آیا تھا کہ اس کی پوری روشنی کے ٹھکر پڑی روشنیوں بجے گئیں نیچے اگڑ گئے۔ برتن بجانڈے لٹک گئے۔ غرض ہر طرح ابتری کی گئی تھی اور غنہ رانی بنائی ہوئی تھی مگر اسے مراد دشمنوں کا ہونا تھا ہر ہی ہے۔ منافق فوجیں اگر کچھ اطراف مدینہ کے نشیبی حصہ میں خیمہ زن ہو گئیں تو اس کے

بالائی حصہ میں مدینہ کی شرقی سمت اور نچلی سمت مغربی۔ قبیلہ بنی اسد و بنی قطفان کے ٹھکر سمت مشرق سے آئے تھے اور قریش و بنی کنانہ کے سمت مغرب سے اور یہ وقت لشکر اسلام کے لیے ناکہ ترین تھا۔ اسے مضبوط جتنے سے مقابلہ کا اتفاق اس سے قبل کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس ساری صورت حال کا اور مسلمانوں کے دلوں میں شدت اضطراب اور اضطراب سے جو طرح طرح کے دوسرے پیدا ہو رہے تھے ان سب کا نقشہ قرآن مجید نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

الْمَجَافُ لَكُمْ مِنْ قُوَّةِكُمْ وَ كَيْفَ
أَنْفَكُمْ مِنْكُمْ وَ إِذْ زَاغَتْ الْأَبْصَارُ
وَكَلَّيْتُمُ الْمُلُوكُومُ الْغَنَاحِرَ وَ
تَقَطَّعُوا يَافِئَةَ الْقَوْمَانِ

اور احزاب ۱۱
مسلمانوں کے لیے وہ دن واقعی سخت اور نازک تھا۔ گو مقصود اس سے محض اتھارن ہی تھا۔ اس حقیقت کو غور کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

هَٰذَا الَّذِي آتَيْنَاكَ مِنَ الْغُيُوبِ وَ
ذِكْرٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ
(احزاب ۲۶)

اور مسلمانوں اور ہر ایک دلوں کی بدگمانیوں کا تو اس دل کچھ پوچھنا ہی نہ تھا۔
وَ إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ
الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ
وَ عَسَىٰ أَنَا أَلَّهُ وَ كَسُوْهُ
لَا إِعْرَافًا وَ لَا يَحْصُوا
(احزاب ۲۷)

اسی غزوہ میں یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں نے یمن وقت پر وفاداری جنگ کے موقع پر چھوڑ دی تھی اور ان کی جماعت کوئی سو کی تعداد میں رہا جس میں کئی اور بعض کچھ دلوں نے اگر پرہیزگار عظیم کھپاس طرح طرح کے بہانے تراشے شروع کر دیئے تاکہ جہاد میں شرکت سے

چل مل جائے۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کے چہرے سے یوں نقاب اٹھا لیا ہے۔
 وَإِذْ كُنَّا لَمَلِكًا طَائِفًا فِيهِمُ يُنْفِثُهُمْ قِيَامًا
 أَهْلُ يَابُوتَ لَا مَعَامَ لَكُمْ فَانْجِعُوا
 وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ
 يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا
 هِيَ بِعَوْرَةٍ إِن يُرِيدُ ذَٰلِكَ الْفَوَازُ
 (الاحزاب ع)

منافقین کی بڑی اور پست جہتی کا پردہ اس غزوہ کے موقع پر پوری طرح فاش ہو کر رہا۔ باہر کے آئے ہوئے اور جمع شدہ لشکروں میں چلے بھی گئے اور یہ منافقین اب تک دیکھے سے پرے رہے۔ اتنا بھی تو نہ ہو کہ ان جگہ و موقعوں کے نظارہ کی بھی تاب لاسکیں، سب سے اختیار چاہتے تھے کہ کہیں دیہات میں جا کر پناہ لیں اور وہیں سے بس خیر ہی ہی میں خیر ضرر بانی کا بیان ملاحظہ ہو۔

يُجِثُّونَ الْأَحْزَابَ لِيُؤْتِيَهُمُ
 وَإِنِّيَأْتِ الْأَحْزَابَ لِيُؤْتِيَهُمُ
 بَادُونَ فِي الْأَحْزَابِ يَسْتَأْذِنُ عَنْ
 آذَنَاهُمْ وَلَوْ كُنَّا فِيكُمْ مَّا
 قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا

(الاحزاب ع ۲)

مومنین صادقین اس کے برخلاف ان شاندار حملہ آور لشکروں سے ذرا بھی بد دل و پست حوصلہ نہ ہوئے۔ ان کی ہمت و ثبات کا نقشہ ان زوردار و موثر لفظوں میں عکس ہوا۔

وَلَقَدْ آتَا الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ
 قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ

مَدَدًا ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ وَالْكَرَمِ
 إِلَّا إِنَّا نَا وَتَسْلِمًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ
 رَبَّكَالْمَدَدُ قُوَامًا عِلَّةً ۚ وَاللَّهُ
 عَلَيْهِ قَوْلُهُمْ مِّنْ قَضَىٰ تَحْبَبُ
 وَمِنْهُمْ مَّنْ يَتَعَفَّلُ وَمِنْهُمْ لَوْ
 تَحْبَبُ ۚ

(الاحزاب ع ۳)

و ششوں کو باوجود کثرت تعداد اور باوجود اپنی ساری خوش تدبیریوں اور افراط سازوں سامان کے جس طرح ناکام و نامراد واپس جانا پڑا۔ اس کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔
 وَرَدَ اللَّهُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِن قَوْمِكَ
 لَمْ يَمْلِكُوا خِيَارًا (الاحزاب ع ۳۷)

یعنی معاندین اسلام لائے تو اس کے در سے تھے۔ لیکن کس حسرت کے ساتھ نہیں دیکھنا کہ عاصروں نے انہیں اپنا اتمام تر سبیل مرام واپس جانا پڑا۔ مومنین کے بیان کے مطابق یہ واقعہ یقیناً وہ شہجری مطابق پہلے بیان کیے گئے۔

غزوہ حیدریہ
 یہ درحقیقت کوئی غزوہ نہیں۔ اس لیے کہ یہاں کوئی جنگ ہوئے تھے لیکن اس لیے یہ تواریخ نے اس کا ذکر غزوات ہی کے ذیل میں کیا ہے۔ اس لیے یہ عنوان بڑھا کر پڑا۔

ایک خواب کی بنا پر حضور زید قعدہ شہجری میں عروج کثرت سے کہ منظر روانہ کئے تھے۔ ۱۴۰ مسافرین کے ساتھ تھے، مگر پرتشدد بھی ایک لشکر کا تھا اس لیے آپ نے اپنے رفیقوں کو حکم دیا تھا کہ کوئی شخص پچھرا ایک تلوار کے (جو عرب میں لازم سفر تھا) اور کوئی تیشا اپنے پاس نہ رکھے، اتنی احتیاطوں کے باوجود بھی اہل مکہ و مکانات ہی رہے اور اور مقابلہ و مزاحمت کی تیاری اپنے ہاں شروع کر دی۔ ابھی آپ مقام حیدریہ میں تھے

اور شہر کے سے ایک منزل اور حریرہ خیر آپ کو مل گئی۔ آپ نے حضرت عثمان کی سیدت میں ایک وفد سرمدان قریش کے پاس بھیجا کہہ کرانے کی نیت سے نہیں۔ صرف عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے ہیں۔ حضرت عثمان کو داری میں دیر ہوئی اور خبر یہ اگلی کو قریش نے حضرت عثمان کو شہید کر ڈالا۔ اس پر قدرت رسول اللہ کو غیرت آئی اور سخت ناگواری پیدا ہوئی اور آپ نے ایک اور نعت کے نیچے تشریف لکھ کر سب سے بیعت لی کہ عن عثمان کتصاص اپنی عیالیں دے کر لیا جائے گا۔ پھر جب وہ خبر پہنچے بیزار ثابت ہوئی تو قریب کسی چھال و قتال کی آئی اور ایک معاہدہ صلح مرتب ہو گیا، قرآن مجید سے مسلمانوں کی ہمت و شہادت کی اس مثال کی بطور یادگار محفوظ رکھا اور خوشنودی کا پروانہ عطا کر دیا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُوكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (فتح ۲۷)

اللہ راضی ہو گیا کہ مسلمانوں نے آپ کی بیعت کی۔ آپ نے شجرہ کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ اللہ کو اس کا علم ہو گیا۔ سہاس نے ان پر نازل کیا اور انہیں قریب ہی فلاح میں فتح عطا کی۔

قرآن مجید سے مومنین کو یہ تکلیف بھی دی کہ وہ اس عارضی اقرار سے بدل نہ لیں، نبی کا خواب پوری طرح سچا ہو کر رہے گا اور مسلمان سب طواف کر کے اور ارکان مشعلہ انجام دے کر یں گے ارشاد ہوا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَايَعُواكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (فتح ۲۷)

اللہ نے مسلمانوں کو بڑا عطا کیا کہ انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ آپ نے شجرہ کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ اللہ کو اس کا علم ہو گیا۔ سہاس نے ان پر نازل کیا اور انہیں قریب ہی فلاح میں فتح عطا کی۔

اسی حدیث کی منزل میں قبل اس کے کہ معاہدہ صلح مکمل ہو۔ یہ واقعہ بھی پیش کر رہا کہ

قریش نے اپنا ایک دست بھیج دیا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکیں یہ لوگ خود گرفتار ہو گئے مسلمان چاہتے تو ان قیدیوں کو قتل کر ڈالتے لیکن اس طرح جنگ خونریزی کا سلسلہ شروع ہو جاتا اس لیے رحمت عالم نے انہیں سرسخت صاف کر کے رہا کر دیا قرآن مجید میں صاف اور واضح اشارہ اس طرف بھی موجود ہے۔

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذْ كَانُوا فَاسِقِينَ (فتح ۲۷)

وہی ہے جس نے ان لوگوں کے ہاتھ روک دیے جو آپ کے خلاف فساد مچا رہے تھے۔ دوسری بات یہ کہ کچھ عہد رسول اللہ کے معاہدہ پر صرف محمد بن عبد اللہ تحریر ہو مسلمانوں کو یہ جابلی تعصب تلافی سخت ناگوار گزارا اور قریب تھا کہ صلح کی نظر آتی بات پر ٹوٹ جائے۔ رحمت عالم نے اپنے جان شادوں کے اس جوش کو خود ٹھنڈا کیا۔ قرآن مجید کے حقیقت افروز بیان سے ہر جزیرہ بھی نظر انداز نہیں ہو سکتا ہے۔

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَبِيَّةَ حَبِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ (فتح ۲۷)

اور جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں تعصب اور تعصب جابلی کو جگہ دی، قرآن نے اپنی طرف سے تحمل اپنے رسول اور مومنین کو عطا کیا۔

اللہ نے مومنین کے دل پر سرفروشی کی بیعت کی تھی۔ ان کی منزلت قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (فتح ۱۱)

انہوں نے اللہ سے بیعت کی ہے اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

اور انہیں پروانہ خوشنودی ہو چکا ہوا وہ ابھی چند منٹ قبل

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے قول میں تو آپ ہی چنگے ہیں۔ حدیث کے اس واقعہ کا زمانہ فرمودہ شدہ ہجری ہے۔ مطابق مارچ ۱۸۶۷ء۔

غزوہ خیبر یہودی ایک بستی مدینہ منورہ کے شمال میں شام کی جانب ۸۰ منزل پر واقع ہے۔ یہودی قبیلوں کے ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر تھی یہاں ان کے قلعے مضبوط اور کئی کئی موجود تھے ان کے مسلسل پراکھڑاؤ میں ان کی تادیب پر جو ضرور ہوئی اس کی قیادت خود آنحضرت نے کی کچھ دن کے محاصرہ کے بعد سارے قلعے فتح ہو گئے اور مال غنیمت کثرت سے حاصل ہوا۔

قرآن مجید میں اس غزوہ کا ذکر تو ہے مگر مستقلاً اور بہ تصریح نام نہیں بلکہ اشارہ اور دوسرے واقعات کے ضمن میں۔ صلح حدیبیہ کے سلسلہ بیان میں منافقین کی فطرت کے انکشاف کے لیے یہ طود پیش فرمائی گئی ہے۔

سَيَقُولُ الْمُشَافِقُونَ إِذَا
انلأفككم إلى مغانم لنا أخذوها
ذرونا تشيعكم (۲۵)

یہ اشارہ دشمن کی غیبتوں کی جانب ہے جو حضرت پر ہاتھ گئے والی تھیں پھر مومنین اہل مدینہ اہل مدینہ کے سلسلہ میں ہے۔

فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْبُكْرَةَ وَأَمَّا لَهُمْ
فَلَمَّا قَرَّبُوا وَفَعَلْنَا لَهُمْ كَيْدًا
وَمَا كَانُوا يَشْعُرُونَ (۲۶)

فتح قریب اور غنیمت کثیر کی بشارتوں کا تعلق اسی مستقبل قریب کی فتح خیبر سے ہے۔ اور نہ ہی اشارہ ہوتا ہے۔

فَعَلْنَا لَهُمْ كَيْدًا وَفَعَلْنَا لَهُمْ
كَيْدًا وَفَعَلْنَا لَهُمْ كَيْدًا (۲۷)

اس غنیمت کی بکری کی تفصیل سیرۃ ابن ہشام وغیرہ میں درج ہے اور رسول پر سورنہ لائف آف محمد میں لکھا ہے کہ اس مقدار کثیر میں مال غنیمت اس سے قبل مسلمانوں کو کبھی نہیں ملا تھا۔ واقعہ کا زمانہ محرم و صفر ۶ ہجری مطابق مئی و جون ۶۲۷ء میلوی ہے۔

غزوہ الفتح غزوات نبوی کے سلسلہ میں فتح مکہ کا زمانہ دو گویا صحیح معنی میں غزوہ اور بھی نہیں کہنا چاہیے کہ سب سے بڑا کا نام ہے اور لڑائیاں چھوٹی بڑی جتنی بھی ہوئی سب کا مرکزی نقطہ ہی تھا۔

صلح حدیبیہ کا زمانہ فتح کرنے کی دو سال قبل کا ہے۔ قرآن مجید نے پیش فرمائی اسی وقت یثرب کے ساتھ کروڑ تھی۔

إِنَّا فَتَنَّاكَ فَتَمَحَّبْنَا
الْمُتَّقِينَ (۱)

آیت میں گواہی دے کر یہ کہ سب مانتے ہیں کہ شراہ مجید فتح مکہ ہی کے جانب ہے۔ لیکن سب مانتے ہیں کہ شراہ

عرب اب بڑی بڑی امان لارہے تھے اور قبیلہ قبیلہ اسلام میں داخل تھے جارہے تھے فتح مکہ چیز ہی ایسی تھی۔ قرآن مجید نے اس کی اپنی تبلیغ زبان میں یوں تحریر کی ہے۔

أَذَلَّنَا غُطُفُ الْوَادِ الْفُجَّارِ
وَأَيَّتَ النَّاسِ يَنْدَحِلُّونَ فِي وَادِيهِ
الْأَعْرَابِ (۲)

اور یہ صورت تو فتح مکہ کے بعد واقع ہوئی۔ خود فتح اس طرح حاصل ہوئی کہ رسول اللہ کے ہمراہ ۱۰ ہزار جاں نثار صحابیوں کا لشکر تھا اور عرب کے بڑے بڑے بڑے قبیلے اپنے ایک جمیش بنائے ہوئے اور اپنے اپنے پرچم اڑاتے ہوئے جمیں تھے۔ لیکن خونریزیوں کے اس شہر کے دار الحکومت میں برائے نام ہی ہونے باقی اور شہر پر قبضہ بغیر خون کی نیل جیسے گویا چھپ چھپاتے ہو گئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اجتماع سرحد پر ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کربھ معمول پیش قدمی کر کے روانہ ہو گئے۔

لشکر اسلام بھی اب تعداد میں ۳۰ ہزار تھا اور ہر ایک پر اس نے کیسے قائم کر دیا تھا مدینہ سے ہم امتزل کے فاصلہ پر شام کی راہ پر تھا۔ اتنی دور دراز مسافت یوں ہی لوگوں کو کھل رہی تھی۔ چھ گریزوں کا موسم اور اتفاق سے اس سال گرمی کی زمانہ میں بہت سخت تھی اور باغات مدینہ کی فصل کا زمانہ اور آب سے بڑھ کر یہ کہ متبادل ایک بہترین قواعد وان فوج سے اور اپنی طرف بے سرو سامانی کا یہ عالم کہ ایک اونٹ میں کئی کئی سواری شریک اور مدد کی اس درجہ قلت کہ سالہ ایک شریک بھی ہر سہاٹی کو نصیب نہیں ان حالات نے مل ملا کر تدریجاً اچھے اچھوں کی بہت پست کر دی اور لوگ جانے سے بھی چرانے لگے۔

اور منافقوں کی توہماتی تھی۔ انہوں نے صاف صاف کہنا اور دوسروں کو روکنا شروع کر دیا تھا کہ ایسی گرمی میں بھلا کوئی سفر کیسے اختیار کر سکتا ہے؟ قرآن مجید نے ان کا قول مع اس کے رد کیا ہے۔

وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ (التوبہ ع ۱۱۱)

یہ بولے کہ گرمی کے موسم میں نہ نکھو۔ آپ کہہ دیجئے کہ روزِ حج کا کج گام اس سے (دیکھیں) زیادہ گرم ہے۔ کیا غیب ہو گا اگر یہ لوگ سمجھ سے کام لیتے۔

اور بعض نے تو یہ بے ہوشانہ کہہ کر دی تھی کہ فرمانے لگے کہ دوسروں کی سزائیں پر قدم رکھ کر تم تو ہیں کہ فتنوں کے شکار ہو جاؤ گے۔ اس لیے ہمارا نہ جاہلی جملہ قتل مجید نے اس قدر کو بھی قتل کر کے اس پر شدید نیکہ کی ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّقُولُ إِنِّي إِذْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ سَقَطًا وَلَا تَنْتَفِي أَلَا فِي الْيُسْنَى سَقَطًا وَإِنْ جَهَنَّمُ لَمُحِيطَةٌ بِالْعَالَمِينَ

ان میں سے بعض شخصوں نے بھی یہ کہتا ہے کہ مجھے (رو جانے) امانت دیکھی اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالے۔ اسے فتنہ میں آویز خود ہی پڑے ہیں۔

(التوبہ ع ۱۰۵)

اور تینا دروغ ان کا فوں کر گھیرے گی۔

اس سب کے باوجود جب آپ روانہ ہوئے ہیں۔ ۳۰ ہزار کا لشکر ہمراہ تھا۔ ہر ایک میں قیام و رہیز رہا۔ لیکن فتنہ سامنے آیا اور اسلامی لشکر ان فتنہ والوں سے لڑا گیا قرآن مجید میں اس کا ذکر آیا ہے۔ مگر فتنہ امیر لشکر اور چابناز رفیقوں کی مدد کی ہے۔ وقت و موسم کی سختی کا اور اس لحاظ سے کہ (چنانچہ اس غزوہ کا نام بھی جیش العسرة پڑ گیا) اور کمر وادارہ والوں کو روانہ عنایت کیا ہے۔

لَقَدْ نَابَ اللَّهُ تَعَالَى التَّجْوِیَّ وَالْمُهَاجِرِیْنَ وَلَا تَصَارِ الذِّیْنِ اتَّجَوْهُ فِي سَاعَةِ الْمُسْرَةِ مِّنْ مَّغْلِبٍ مَا كَادَ يَزِيغُ فُلُوبُ قُوْنِي يَنْفَعُهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ (التوبہ ع ۱۱۳)

اللہ نے خود ہی یہ حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی جگہ کے وقت میں ہجرت کا ساتھ دیا ابد اس کے کران میں سے ایک گروہ کے دل میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ نے ان کے حال پر بھی توجہ فرمائی۔ بلاشبہ وہ ان سب پر بلا شفیق ہے۔

اس غزوہ کا زمانہ رجب ماہ رمضان شہ مجری مطابق اکتوبر تا دسمبر ۳۱ مسوی ہے۔

آخری سورتوں کی تفہیم اور تفسیر کے سلسلے میں علامہ محمد امجد علی دہلوی

اسلام کا قانون شہادت : مولانا محمد امجد علی دہلوی قیت ۱۳۵۵ھ

غزوات البصر فی سیرت عبد البشیر : مولانا محمد امجد علی دہلوی ۱۳۵۰ھ

مذکرہ نعمت کو زبان اردو : مولانا محمد امجد علی دہلوی ۱۳۵۵ھ

جدید عربی دیکھنے : عربی زبان دیکھنے اور عربی دیکھنے : مولانا محمد امجد علی دہلوی ۱۳۵۵ھ

آگے تھے۔ رسالت کے معنی یہ ہیں کہ کسی پیام کو کسی کو پہنچانا تو آپ کی پیام بری اور پیام برائی میں کو کوئی اشتباہ اول روز ہی سے نہ تھا۔ گفتگو صرف اس میں ہے کہ آپ کا مخاطب کون سا گروہ کون سا طبقہ، کون سی انسانی آبادی تھی؟ قرآن مجید کے مطالعے سے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ کے سپرد تبلیغ و ہدایت سب سے پہلے آپ کے کنبہ اور برادری والوں کی ہوئی اور یہ آیت مائل ہوئی۔

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ

اور اپنے قریب کے خاندان و عول کو ڈرائیے۔

(الغراء: ۱۱)

اور تندرہ آغاز میں سے ہونا بھی تھا۔ اس کے بعد پھر اس تقدق ترتیب سے دائرہ دعوت وسیع ہو کر قوم عرب یعنی نسل انسانی تک پہنچا۔ اس کی جانب رہنمائی متعدد آیات سے ہوتی ہے۔ مثلاً۔

لَا تُخْذِرْ قَوْمًا مَّا أَتَوْا بِسُوءٍ
أَيَّاهُمْ فَهُمْ عَاذِلُونَ۔

نہیں ڈرائیں ان لوگوں کو جو آپ کے پاس آئے ہیں وہ آپ سے بے خبری میں ہیں۔

اس قوم سے کھلی ہوئی مراد عرب یعنی انسانی نسل سے ہے۔

دوسری آیت اسی تائید میں ہے۔

لَا تُخْذِرْ قَوْمًا مَّا أَتَوْا بِسُوءٍ
قَوْلًا بَلَّغًا۔

نہیں ڈرائیں ان لوگوں کو جو آپ کے پاس آئے ہیں کہ وہ آپ سے بے خبری میں ہیں۔

اور یہی مفاد اس قسم کی آیتوں کا بھی ہے۔ جن میں یہ آیا ہے کہ آپ ان لوگوں کے درمیان مبعوث کئے گئے ہیں ان کی اصلاح و ہدایت کے لیے۔ مثلاً۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ
رُسُلًا مِنْهُمْ يَكْتُبُونَ عَلَيْنَهُمْ

اور وہی ہے جس نے انہوں کے درمیان ایک

انہیں میں سے رسول مبعوث کیا۔ جو انہیں اس

کتابیں پڑھ کر سنا دے جس میں اور انہیں پاک

الْحِكْمَةِ وَالْعِلْمِ ۚ إِنَّ
كُنَّا أَهْلَ الْقِبْلِ لَنَعْلَمَ
مَنْ يَنْبَغِي۔ (المحمد: ۱۱)

ایسوں سے کھلی ہوئی مراد ام القریٰ یعنی مکہ منکر کے باشندے ہیں اور یہ آپ اس

کے ساتھ وہ آیت مائل جانے۔ جس میں تقریباً یہی دعا حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل

نے اپنی ذریت کے حق میں کی ہے اور یہی۔

وَكُنَّا أَهْلُ الْقِبْلِ لَنَعْلَمُ
مَنْ يَنْبَغِي۔ (المحمد: ۱۱)

ہم جو مکہ کے باشندے ہیں اور یہ آپ اس کے ساتھ وہ آیت مائل جانے۔ جس میں تقریباً یہی دعا حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل

نے اپنی ذریت کے حق میں کی ہے اور یہی۔

وَكُنَّا أَهْلُ الْقِبْلِ لَنَعْلَمُ
مَنْ يَنْبَغِي۔ (المحمد: ۱۱)

ہم جو مکہ کے باشندے ہیں اور یہ آپ اس کے ساتھ وہ آیت مائل جانے۔ جس میں تقریباً یہی دعا حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل

نے اپنی ذریت کے حق میں کی ہے اور یہی۔

وَكُنَّا أَهْلُ الْقِبْلِ لَنَعْلَمُ
مَنْ يَنْبَغِي۔ (المحمد: ۱۱)

ہم جو مکہ کے باشندے ہیں اور یہ آپ اس کے ساتھ وہ آیت مائل جانے۔ جس میں تقریباً یہی دعا حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل

نے اپنی ذریت کے حق میں کی ہے اور یہی۔

وَكُنَّا أَهْلُ الْقِبْلِ لَنَعْلَمُ
مَنْ يَنْبَغِي۔ (المحمد: ۱۱)

ہم جو مکہ کے باشندے ہیں اور یہ آپ اس کے ساتھ وہ آیت مائل جانے۔ جس میں تقریباً یہی دعا حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل

نے اپنی ذریت کے حق میں کی ہے اور یہی۔

وَكُنَّا أَهْلُ الْقِبْلِ لَنَعْلَمُ
مَنْ يَنْبَغِي۔ (المحمد: ۱۱)

ہم جو مکہ کے باشندے ہیں اور یہ آپ اس کے ساتھ وہ آیت مائل جانے۔ جس میں تقریباً یہی دعا حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل

نے اپنی ذریت کے حق میں کی ہے اور یہی۔

وَكُنَّا أَهْلُ الْقِبْلِ لَنَعْلَمُ
مَنْ يَنْبَغِي۔ (المحمد: ۱۱)

ہم جو مکہ کے باشندے ہیں اور یہ آپ اس کے ساتھ وہ آیت مائل جانے۔ جس میں تقریباً یہی دعا حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل

اور یقینی ہے لیکن ظاہر ہے کہ آپ کا سابقہ بیک وقت ساری دنیا سے اور دور دراز
بنے والی قوموں سے کیونکر ہو سکتا تھا۔ قدرِ فہرہ راستہ سالِ آخر آپ کو انہیں لوگوں سے
پیش کیا۔ جو جزائی اعتبار سے آپ سے متصل تھے یعنی عرب اور خصوصاً اس کے شہروں
کہ وہ یہ بیان کے حوالی میں آباد تھے۔ قراب تاریخی سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ان اہل ملک
نے حضور کے پیام کی پذیرائی کی حد تک اور کیونکر کی؟ اور میں سے ایک بلاطِ اہل
باب آپ کے معاشرین سے مشعلی شروع ہوتا ہے۔

مسلمانوں کے معنی کا نئے

آج اہل مغرب اس بات پر نازاں ہیں کہ انہوں نے مس کے
میدان میں جدہ حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے ہیں لیکن وہ مجبور کیا
ہیں کہ انسانی کارناموں کے پس منظر میں مسلم فطرت کا بڑا اہم عمل دخل ہے
اگر عرب سائنسی ایجاد و اکتشاف کے شعل بڑا نہ ہوتے تو آج کو
انجینئر میں ہیکل رہا ہوتا۔

زیر نظر کتاب کے فاضل مصنف نے اس کے مسلمانوں کے طباطبائی معنی
علمِ خرافہ اور معلوم معنی کے ان میں انجام دینے والے کارناموں کو بڑی قلم
برستے بیان کیا اور مسلمان، اسلام اور مسیحیت اشتراکات
پر حاصل ٹھکڑے۔

ازہر و فیروز محمد طفیل ہاشمی علامہ اقبال ایڈیٹر و مدیر علمی اسلام آباد

نیکالہا سکتا تھا یعنی :-
الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ تَمَّ بِيَوْمَ هَذَا دِينُكُمْ وَ تَمَّ بِيَوْمَ هَذَا دِينُكُمْ
آج میں نے تمہارے لیے تمام دین کا مکمل کر دیا اور
تمہاری دین کو مکمل کر دیا۔ (المائدہ ۳)
اور کہا جاتا ہے کہ جب دین کی تکمیل ہو چکی ہو تو اللہ کا انعام ہر طرح
پورا ہو گیا۔ قراب اولیٰ آدم کا کوئی طے اس کے فیض سے باہر کیوں ہے۔ لیکن
اب اس بالواسطہ استدلال اور استنباط کی بھی ضرورت نہ رہی بلکہ صاف اور کھلے لفظوں
میں ارشاد ہوئے گا کہ پیغام محمدی ملک گیر نہیں بلکہ عالم گیر ہے ایک جگہ ارشاد
ہوتا ہے۔

قَبَارِكُ الَّذِي تَرَىٰ الْغُرُفَاتِ
عَلَىٰ عَتِيدٍ لِّبَنَاتٍ لِّلْمَلَأِئِينَ تَبَرُّوا
(الغفران ۲۴)
اور دوسری جگہ ہے۔

إِنَّا هُوَ الْوَكَوُّ لِّلْمَلَأِئِينَ
(الانعام ۱۰)
اور تیسری جگہ براہ راست رسول اللہ کو خطاب کر کے ارشاد ہوا ہے۔
قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ
وَإِنِّي كُنْتُ مِنَ الْمَلَأِئِينَ
وَأَلَّا تَحِزُّوا
(الاحزاب ۵۰)
آپ کہہ دیجئے کہ اے انسانوں میں تم سب کی طرف
میں رسول ہوں۔ اللہ کا جس کی عظمت آسمانوں اور
زمین کی ہے۔

پھر یہی آیت بھی ایسی ہی واضح و صریح ہے۔
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً
لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا
(الاسراء ۳)
اور میں نے نہیں بھیجا آپ کو دوسرے چیز اگر سوائے
انسانیوں کے لیے بشارت اور نذرین ہرگز۔

غرض یہ کہ آپ کی بعثت و دعوت کا ساری نسل آدم کی طرف ہونا ہر طرح ثابت

(۱) مشرکین

ان میں سب سے پہلے غیر مشرکین کا آتا ہے۔ ان کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے کہ مشرکین اور المؤمنین (مشرکوں کا ذکر اور شرک کے بابت احکام قرآن مجید میں صدہا آیتوں میں وارد ہوئے ہیں اور ان حرج افراط کے علاوہ بالواسطہ بھی جو آیات عبادت غیر اللہ کی ممانعت اور اس پر زجر و عتاب میں وارد ہوئی ہیں ان کی تعداد تو اور بھی بڑا نمبر ہے۔ محمد مصطفیٰ جو پیام لے کر آئے تھے اس کا اہم ترین جز توحید ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اشیاء ذات، صفات و افعال پر پہلو اور ہر اعتبار سے۔ قرآن نہایت ہی پیام کو صفا بار آور رہا ہے۔ مختلف پیرایوں میں اور تاکیدی سب سے زیادہ اسی کی دہرائی ہے کہ میں لیں۔

وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ
أَشْنَيْنِ اِنَّهُمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ (المائدہ)

اور کہیں یوں۔
قُلْ اِنَّمَا اتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي
اَتَّبَعُوا مِلَّةَ الْوَحِيدِ (البقرہ)

اور کہیں یوں۔
قُلْ اِنَّمَا اتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي
اَتَّبَعُوا مِلَّةَ الْوَحِيدِ (البقرہ)

کہیں مطلق صورت میں ارشاد ہوا ہے کہ۔

وَاللَّهُمَّ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَٰهَ
إِلَّا هُوَ (البقرہ ۱۶۵)

یوں
هُوَ إِلَٰهٌ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ
(نور ۱)

اور کہیں یوں ارشاد فرمایا ہے کہ جیسے ہی تم میرا اسلام یا انقیاد کا ہے۔
قُلْ اِنَّمَا يُدْعِي اِلَى الْاِسْلَامِ اِلَٰهٌ وَاحِدٌ
اَللّٰهُ وَاحِدٌ قَهْلَ اَنْتُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔
(الانعام ۷۸)

اور اس معنیوں کی آیتیں ایک دو نہیں، جیسوں ہیں۔ ایک جگہ ایک مختصر حجاج
سورۃ میں ہر قسم کی توحید کا اثبات اور ہر قسم کے شرک کی نفی کر کے لفظ بھی بجا ہے وائد
کے احاد لایا گیا ہے۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الْغَنِيُّ
لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَلِكْ لَمْ يَكُنْ لَهُ
كُفُوًا أَحَدٌ (الفصح)

اہل لغت اور علماء ادب نے کہا ہے کہ احد واحد کی ترقی یافتہ شکل ہے واحد موجود
تقدیر کو قبول کر لیتا ہے۔ لیکن احد تفریق میں کامل اور تجربہ میں یکتا ہے اور اگر یہ ال کے
اضافہ کے ساتھ الاحد کے لایا جائے تو یہ اسم ذات کی طرح مخصوص ہے اللہ تعالیٰ
کے لئے اور هو اللہ لا الہ الا هو اور اللہ لا الہ الا هو کی قسم کی توبہ کثرت
آیتیں قرآن میں ہیں۔ جن سے خداؤں کے تعدد یا غیر اللہ معبود کے وجود کی کسر سے
سے نفی کی گئی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ میں اس قسم کے شرک جلی
کی بڑی گرم بازاری تھی اور سب سے زیادہ یہی لوگ آپ کا پیغام سن کر سنی ان بنی گئے
تھے اور چونکہ آپ مامور تھے تبلیغ پر خلیفہ کی آیات کریمہ۔

فُوَ قَاتِلُ ذِي الْقُرْبَيْنِ (الذہری ۱) آپ کا کھڑے ہو جینے اور غرور کرنا۔

يَا أَيُّهَا الْمَوْءُودُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ
إِلَيْكَ (الأنعام ۱۱۰) اور
اے رسول آپ پہنچا دیجیے جو کہ آپ پر نازل
ہو گیا ہے۔

فَأَنذَرْنَا عَلَيْهِمُ الْبَلَاءَ (آل عمران ۲۵) اور
آپ کے ذمہ تو میں پہنچا دینا ہے۔

فَأَنذَرْنَا عَلَيْهِمُ الْبَلَاءَ الَّذِي يُبْعَثُ
إِلَيْهِ (النمل ۱۷) آپ کے ذمہ تو اس کو کھلا دینا ہی ہے۔

اور بہت سی دوسری آیتوں سے ظاہر ثابت ہے۔ اس لیے آیات ایک حد
تک بالکل قدرتی تھی کہ جو لوگ اپنی دوسری باتوں میں زیادہ راسخ اور جاہل تھے۔ انہوں
نے نئی دعوت کو سن کر اس کی مخالفت بھی شدت سے کی اور دعوتِ دوامی و نون
کے دشمن ہو گئے۔ انہیں حیرت تھی کہ کیا دنیاوی سامان سے خداؤں کو چھوڑ کر خدا کے
واحد دیکھنا کی طرف کیسے بلا رہا ہے۔ کبھی حیرت اور غصہ کے ساتھ کہتے کہ۔

هَذَا سِحْرٌ كَذِبٌ أَجْعَلُ الْأَكَلِيَّةَ
إِلَهُ وَاجِدًا إِلَهُ هَذَا الشَّيْءُ مُعْجَبٌ
(ص ۱۱) خداؤں کو کس کی خدا بنا رہا ہے۔ آیات تو بہت
ہی عجیب ہیں۔

اور کبھی یہ کہتے کہ۔
مَا سَمِعْنَا بِهَذِهِ فِي الْيَسْتَةِ الْأَخْيَرَةِ
إِنَّ هَذِهِ إِلَّا اخْتِرَافٌ
(ص ۱۲) ہم نے تو یہ کبھی نہ سنا (پچھلے مذہب میں سنا
نہیں جو تو ہرگز غلطی ہوئی چیز ہے۔

اور اسی طرح قومِ نوح نے بھی اپنے نبی کی دعوت کو حیرت پر کھاتھا کہ
مَا سَمِعْنَا بِهَذِهِ فِي آبَائِنَا إِنَّمَا هِيَ
دَعْوَةُ نَجَّاسٍ (ص ۱۳) ہم نے اپنے باپ دادوں سے کبھی تو یہ سنا

أَلَا ذَلِيلٌ (الفرعون ۲۵) نہیں۔

تقدّم رسول اسلام کا یہ مطالعہ ہر مخلصین کی بہت عجیب معلوم ہوتا اور نگاہیں گرت
اور ان کی طرف سے فرما کر شش طرح معجزات کی ہوتی اور بار بار ہوتی بھی کہتے۔
لَوْلَا نُحْيِيهِمْ لَمَّا أَتَوْا نَبِيَّهُمْ
أَيُّهَا (البقرہ ۱۷۵) پس ان کو سب سے بڑی بات نہیں آتا۔

اور کبھی آپس کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ۔
لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةُ رَبِّهِ
قَدِيرٌ (الأنعام ۱۵) معجزہ نہیں آتا۔

یہ مضمون میں یہ باتیں دہرائی گئی ہیں اور کبھی یہ لوگ معجزات کا نام بھی نہیں
طور پر لے دیتے کہ اگر اپنے دعویٰ رسالت اور تعلیقِ بالذات میں کچھ ہو تو فلاں فلاں طریق
عادوت واقعات کر کے کہیں لکھا دو۔ چنانچہ کہتے۔

لَوْلَا أُتِيَ عَلَيْهِمْ كَذْرًا وَجَاءَتْ
مَعَهُ مَلَائِكَةٌ (مہر ۲۷) ان کے پاس ان کے ہر دروگر کی طرف سے کوئی
معجزہ نہیں آتا۔

أَوَلَيْسَ الْيَسْتُ عَزْزًا وَتَكْوِينًا لِّلْهُ
عَبْدَةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا (الفرقان ۱۵) ان کو کوئی خدا کیوں خدا بنا رہا ہے ان کے ساتھ
کوئی نہ تو شے کوئی نہ دنیا۔

اور کبھی ان فرمائش خوارق و معجزات کی فہرست خاص میں طویل طویل ہوتی شے
کہتے کہ۔

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَنْزِلَ لَنَا
مِنْ الْأَنْزِلِ يَنْشِكِرُ مَا أَتَىكَ لَكَ
حَبَّةُ تَرْتِيلٍ تَنْزِيلٍ وَتَنْزِيلٍ
الْأَنْهَارِ خِلَافًا لِّمَا تَنْزِيلُ ۱
ہم تو یہ ایمان نہ لائیں گے۔ جب تک تو
ہمارے لیے زمین سے چشمہ نہ جاری نہ
۱ ہر ترے لیے ایک بان بگور دن دو۔ انگوروں
کا ہوا تو اس کے درمیان نہریں جاری کر

أَوْ تُنْقِطَ السَّمَاءُ كَنَاقٍ رَاسٍ ۖ
إِن كُنَّا كَاغِبًا أَوْ نَأْتِي بِسَافِلٍ
الْمَكِيدَةِ فَتُبْلَى أَوْ تَكُونَ
لَكَ بَيِّنَةٌ مِنْ زُخْرَفٍ أَوْ تُنْفِ
فِي السَّمَاءِ ۚ (سجۃ سورہ زمرہ ص ۱۸)

یہ ساری آیتیں ہیں جن اور ایسے فرائض و معجزات کے مطالبے اہل کفر و کفریہ قریش ہی کی جانب سے زیادہ پیش ہوتے رہتے تھے۔ اور ان کے شرک کے یہ معنی تھے کہ یہ لوگ اللہ کے وجود کے منکر ہوں اور اس کے بجائے اور اور خدا تسلیم کر رہے ہوں۔ انہیں یہ لوگ اللہ کے وجود کے پوری طرح قائل تھے لیکن اسے خدائے واحد کی مانند نہیں بلکہ صرف خدائے عظیم تسلیم کرتے تھے۔ یعنی گو سب سے بڑا خدا اللہ ہے تاہم اس کے ساتھ یا شاید اس کے ماتحت اور بھی بہت سے خدا ہیں اور عبودیت و حاجت روائی میں اسی طرح ہیں، بلکہ شاید اس سے بھی بڑھ کر اور اس لیے اس مشرکانہ منطق میں تعلق نہیں سے زیادہ رکھنا چاہیے۔ قرآن مجید نے اس عقیدہ پر بحث جرح کی اور بار بار سوالات کر کے اہل جاہلیت کو ان کی ہمارت پر متنبہ و آگاہ کیا چنانچہ ایک جگہ یہ جرحی سوالات بہت دو تکرار پلے گئے ہیں،

وَاللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ
خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ
لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ
عَلَىٰ أَثَرِ ذَاتِ الْبَهْجَةِ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ
أَن تُخْشِعُوا سُجُودَ هَٰؤُلَاءِ لَآلِهَتِهِمْ
بِأَن هُمْ قَوْمٌ يَعْبُودُونَ ۚ أَفَنُفِ
الْأَرْضِ قَرَارًا فَخَلَقْنَا لَهَا
أَنهَازًا وَخَلَقْنَا لَهَا ذَاتَ رِجٍّ وَخَلَقْنَا

دیکھو بتاؤ لوگ اللہ بڑھ کر ہے یا وہ نہیں یہ لوگ اس کا شرک و شریک ہے یا وہ نہیں یا وہ ہیں ذات نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے اس نے تمہارے لیے پانی فرمایا پھر اس کے ذریعہ سے ہم نے مدق و بار بار نکالے، اترے و تکرار کیا کرتے ہیں کہ زمین کو اللہ کا شریک اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے یا وہ ذات ہیں جن کو تکرار کیا بتایا اور اس کے دو میان درمیان نمایاں نہیں اور

بَيْنَ الْبَحْرِ مِجَازًا ۚ وَ لَآ إِلَهَ
مَعَ اللَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
أَفَنُفِ السَّمَاءِ إِذَا دَعَا
وَيُنْفِ السَّمَاءَ ۚ وَيَخْلُقُ
خَلْقًا ۚ لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۚ
قَلِيلًا مَّا تَعْلَمُونَ ۚ أَفَنُفِ
يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّيْلٍ
الْبَحْرِ ۚ وَمَنْ يُضِلِّ السَّبِيلَ
يُضِلِّ أُمَّةً ۚ سَبِيلُ يَسْمَعُ ۚ لَآ إِلَهَ
مَعَ اللَّهِ ۚ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ أَفَنُفِ
يَسْمَعُ ۚ وَالْخَلْقَ ۚ ثُمَّ يُعِيدُ ۚ وَمَنْ
يَزِيدْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ ذَاتَ الْبَهْجَةِ
وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

(الزلزال ص ۱۷)

ان آیتوں میں مشرکین پر محبت قائم کی ہے کہ جب اللہ نے فانی و فاعل و مازن و فانی اور ناظم امور ہے اور تم اسے تمام تر تسلیم بھی کرتے ہو تو آخر یہ تسلیم کیا سورا ہے کہ تم اس کے بہتے ہوئے دوسرے دوسرے خداؤں کی طرف جھکتے ہو ان سے اپنی عبادت عرض کرتے ہو اور انہیں بھی متبہ عبودیت میں رکھتے ہو! اور اسی طرح کی آیتیں بلکان سے بھی زیادہ واضح ایک دوسری جگہ بھی وارد ہوئی ہیں رسول کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ

اس کے لیے پڑھا جائے اور دوسرے لوگ کہیں کہیں یہاں یا ان کی کیا بات کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ نہیں بلکان میں سے اکثر تو کہتے ہی نہیں۔ کیا وہ جو بقران (فرمان) مانتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور عبودیت کو دیکھ کر دیتا ہے اور تم کو زمین پر صاحب تعرف بتاتا ہے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ بہت ہی کم لوگ یاد رکھتے ہو یا وہ جو تمہیں خشکی اور زندگی بخشنے میں راستہ بتاتا ہے اور تمہیں کب بارش سے پہلے بھیبتا ہے جو غمخیزی و غم میں تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ اللہ بڑھ کر ہے ان لوگوں کے شرک کیا وہ جو غمخیزی کو تامل یا بلکہ کہتا ہے اور پھر اس کو دوبارہ پیدا کر کے اللہ سے مدد و توفیق دیتا ہے جان زمین سے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے۔ آپ کے کہہ کر اپنی دلیل اور اگر تم دعویٰ شرک میں آجے ہو۔

ابن آدموں میں مشرکین پر محبت قائم کی ہے کہ جب اللہ نے فانی و فاعل و مازن و فانی اور ناظم امور ہے اور تم اسے تمام تر تسلیم بھی کرتے ہو تو آخر یہ تسلیم کیا سورا ہے کہ تم اس کے بہتے ہوئے دوسرے دوسرے خداؤں کی طرف جھکتے ہو ان سے اپنی عبادت عرض کرتے ہو اور انہیں بھی متبہ عبودیت میں رکھتے ہو! اور اسی طرح کی آیتیں بلکان سے بھی زیادہ واضح ایک دوسری جگہ بھی وارد ہوئی ہیں رسول کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ

فَيَمَّا إِذْ هَمُّنَا أَنْ نَخْلَعَنَّهُمْ تَخَلَّصُوا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ
 سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ قَدْ أَفْلَحَ
 الشُّعْرَاءُ قَدْ كَفَرُوا مَنْ حَمْدُ
 الشُّعْرَاءِ تَخْلَعُونَ وَيَرْبُّ الْعَرْشِ
 الْغَلِيظِ سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
 قَدْ أَفْلَحَ سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
 مَنْ كَفَرُوا كُلُّ شَيْءٍ رَدَّ إِلَى
 رَبِّهِمْ وَلَا يَجَارُ عَلَيْهِمْ إِنْ
 كُنْتُمْ تَحْسَبُونَ سَبَّحُوا بِحَمْدِ
 رَبِّهِمْ قَدْ أَفْلَحَ سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

(المؤمنون ۵۸)

اور اسی طرح ایک جگہ اور انیس مشرکوں کی زبان سے اقرار کر لیا ہے کہ خالق آسمان و زمین اللہ ہی ہے۔

وَلَيْسَ سَأَلُهُمْ مَنْ خَلَقَ
 الشُّعْرَاءُ وَلَا لِأَرْضٍ لِيَسْأَلُوهُ
 اللَّهُ - (القلم ۳۷)

چنانچہ جن آیتوں میں اثبات توحید اور ممانعت شرک پر زور دیا ہے وہاں اکثر یہ بھی دُعا دیا ہے کہ عبادت کا حقدار بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

فَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ
 شَيْئًا (النساء ۶۵)

وَلَا يُشْرِكْ لَكُمْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِمْ أَحَدًا
 (انسان کو چاہیے کہ اپنے پروردگار کی عبادت

(اکھٹ ۵۴) میں کسی کو شریک نہ کرے۔

جن کی عبادتوں میں یہ مشرکین عرب لگے رہتے تھے۔ ان کا وجود خارج میں سرے سے تھا ہی کہاں؟ ان لوگوں نے محض ایک خیالی اور فرضی وجود عطا کر رکھا تھا۔

مَا تَقْبَلُهُمْ فِي سَمْعِكَ وَلَا
 تَنصِتُ إِلَيْهِمْ إِنَّهُمْ مُخِلُّوكَ
 نام ہیں۔ جو تم سے اور تمہارے باپ دادوں
 نے دے رکھے ہیں۔

(یوسف ۵۷)

اس شرک کا ایک خاص مظہر بت پرستی نامہ کے اس کی ممانعت وارد ہوئی۔
 فَانصِتُوا لِلرَّبِّ حَتَّى يَخْضَعَ
 الْأَعْنَاقُ - (۱۶۷)

اور یہ اذان ہی کا لفظ پرانی مشرک قوم یعنی قوم نوح (عکبوت ۲۷) اور قوم یوسف (عکبوت ۲۷) کے حق میں بھی وارد ہو چکا ہے یہ صورتیں عموماً پتھر کی بنی ہوئی ہوتی ہیں چنانچہ قرآن مجید میں دو جگہ جو تو کلمہ و درج کے سلسلہ میں انسانوں کے ساتھ تپش کا آیا ہے۔ ایک جگہ سورۃ البقرہ کے رکوع ۳ میں وَذُوْهَا النَّاسُ وَالْجِجَارَةُ اور دوسری جگہ انہیں الفاظ کے ساتھ سورۃ التہیم کے رکوع اقل میں تو دونوں جگہ پتھر سے مراد تپش کی ترش بنی ہوئی صورتیں ہی ہیں اور ان ٹری صورتوں میں سے تین کا ذکر نام کے ساتھ قرآن مجید میں آیا ہے ایک لات دوسرے عزری اور تیسرے منات۔ اَلْوَيْلُ لَكُمْ الْاَلَاتُ وَالْعَزْرَى بِمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ لَكُمْ لَيْلَةُ الْاَوَّلَى اور تیسری اور منات پر۔

(الہم ۱)

تاریخ و سیر کی کتابوں میں آیا ہے کہ قریض بت عرب کے مشہور و پرستہ بتوں کے تھے اور قرآن مجید نے قوم نوح کے بتوں کو توڑنے کے نام سورۃ نوح ۷ میں لگائے ہیں۔ ورسوا۔ یعوق۔ یفوت۔ نسر تا نین میں آیا ہے کہ یہ بت جاہلی عربوں کے

بھی تھے اور عراق سے اگر عرب میں بھی پہنچ گئے تھے۔

اہل باطنیت کا اپنی صفائی میں کسائیہ تھا کہ ہر ان چیزوں کو کہیں خدا تصور سے ہی سمجھ رہے ہیں۔ ہم تو انہیں بارگاہ خداوندی کے لیے محض ایک وسیلہ گردانتے اور انہیں محض شاخ یا سداڑھ کر منہ واسلے مانتے ہیں۔

مَا تَعْبُدُونَ إِلَّا لِيُقَرَّبُوا إِلَيْنَا
اللَّهُ ذُلْفَى (الزمر ۲۱)

انہیں خدا نے علم کے فطری اعتراف و اعتقاد کے ساتھ عمل میں ان مشرکین عرب کا یہ حال تھا کہ اپنی پیادار اور اپنے جانوروں میں جو حقے لگاتے، ان میں اللہ کے نام دے تھے تو بتوں کی طرف بے تکلف منتقل کر دیتے تھیں یہ نہ کہتے، کہ بتوں واسلے حقے اللہ کی طرف منتقل کر دیں چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔

وَجَعَلُوا اللَّهَ مِثْلًا وَشَاءَ ذَرَايَ الْكَوْبِ
وَالْأَنْعَامُ قَبِيلًا فَقَالُوا هَذَا إِلَهُهُمْ
وَيَعْبُدُوهُ هَذَا إِلَهُكُمْ وَهَذَا
مِثْلُكُمْ كَانُوا يَشْرِكُونَ بِهِمْ فَلَمَّا يُصَلِّ
إِلَى اللَّهِ وَنَسَاكُمْ يَلْقَؤُا فُجُورًا
إِلَى شُرَكَائِهِمْ هُتُوًا فَسَاءَ مَا يَحْكُمُونَ

(الانعام ۱۶۵)
ان مشرکوں نے خدا کی مثال بن کر ان مشرکوں کے اعمال اور ساری زندگی پر چھیڑا تھا اور یہ کہ طرح طرح کے خرافات و اداہام میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایک بڑی چیز ان کی عادت اور دلکشی تھی اور کھانے پینے کی چیزوں میں سے فلاں فلاں فلاں فلاں طبقہ کے لیے حرام کر لینا تھا۔ قرآن مجید نے اسی سورہ انعام کی اسی آیت کے متعلق ان چیزوں کو بھی نہ انھیں سے بیان کیا ہے۔ شروع کی آیت ہے۔

وَكَذَلِكَ رَفَعْنَا لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا
اور اسی طرح کثرت سے مشرکین کے خیال

الْمُشْرِكِينَ قَتَلُوا أَفْكَوْهُمْ
شَرَكَا أَنْعُمَ يُزِيدُهُمْ وَلِيْلَيْتُمْ
عَلَيْهِمْ وَيُنْفِخُكُمْ

(الانعام ۱۶۴)

اور آخری آیت ہے۔

فَذَخِرْ لَكُمْ الَّذِينَ قَتَلُوا أَذْلاذَهُمْ
سَكَنًا وَيُخْرِجُهُمْ وَتَعْرِقُوا مَوَاسِيَنَا
رَكَعَهُمُ اللَّهُ أَفْكَرًا وَهَمَّ اللَّهُ قَدْ
حَسَبُوا قَاتِلَهُمْ أَفْكَرًا

(الانعام ۱۶۴)

بت پرستی کے علاوہ یہ مشرکین ملائکہ پرستی میں بھی مبتلا تھے اور ملائکہ کو انھوں نے خدا کی بیشیاں یا درویشاں ٹھہرایا تھا۔ ارشاد ہوا ہے۔

وَسَبَّحُوا بُكْرَةً وَأَصِيلًا
إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُبِينٌ أَمْ يَحْسُبُونَ
أَنَّهُم يَخْلُقُونَ بَنَاتًا وَأَنَّهُمْ يَخْلُقُونَ
بَنَاتًا وَأَنَّهُمْ يَخْلُقُونَ بَنَاتًا

(الاعراف ۲۵)

اور دوسری جگہ رسول سے خطاب ہے۔

كَأَنَّهُمْ يَخْلُقُونَ الْبَنَاتِ
وَلَهُمْ الْبَنَاتُ أَمْ يَخْلُقْنَ الْبَنَاتِ
أَنَّا نَأْتِيهِمْ بِبَنَاتٍ مَوْلَاكُمْ

(اسعادت ۵۵)

ملائکہ پرستی کے علاوہ جنات پرستی بھی ان کے اندر موجود تھی۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَ

خَلَقُوا (۱۶۱) (الانعام ۱۶۱) انہی انہیں پیدا کیے۔

جنات کو وہ اللہ کا قربت دار سمجھتے تھے۔

وَجَعَلُوا بَيْنَهُمَا بَيِّنَاتٍ الْخَلْقِ ان مشرکوں نے اللہ اور جنات کے درمیان رشتہ

نکبنا (العصاف ۵۵) بنا لیے۔

آفتاب برقی اور ماہتاب برقی کی جو صریح ممانعت قرآن مجید میں آئی ہے۔

لَا تَسْجُدْ لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ نہ سجود کے آگے جھکنا نہ چاہئے۔

(دم البقرہ ۵۵)

اس سے اندازہ ہی ہو تا ہے کہ معاصر مشرکین عرب اجرام فلکی کی پرستش میں بھی بند نہ تھے۔

شراب، جوا، اور تمارک مختلف قسمیں اتنی شان تھیں کہ انہیں سختی سے روکنا پڑا۔

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْبَيِّنَاتُ وَالْأَصَابِ استہی ہے کہ شراب اور برا اور برے کے تھما

وَالْأَذْوَاحُ وَنَحْنُ عَلَى الشَّيْطَانِ اور تمہارے تیرے سب گندی باتیں شیطان کا کام ہیں۔

فَأَجْنِبُوا كَمَا كُنْتُمْ تَفْلِحُونَ (۱۶۲) سو ان سے بھل گئے کہ وہ کلام پڑھ کر شیطان تو

بیرینہ الشَّيْطَانِ أَن يُدْرِكَ بَيْنَكُمْ تیرے پاؤں سے کہ شراب اور برے کے ذریعے

الْمَعَادَةِ وَالْبَعْثَةِ فِي النَّفْسِ تبارے آپس میں عداوت اور بغض دائم کر دے

اور اللہ کی بارے اور ماننے کے ٹکڑے کے سوا

بھی تم ان چیزوں سے باز آؤ گے۔

(المائدہ ۱۶۲)

اور سود و غریب کو تو جس اہتمام میں منع کیا ہے وہ دس دلیلوں

کی ایک دلیل ہے اس واقعہ تاریخی کی کہ مشرکین عرب کے معاشرہ میں سود و غریب

خوب چل رہی ہوئی تھی ایک جگہ اٹھا دہرا۔

إِشْقُوا اللَّهَ وَرَدُّوْنَا بَعْدَ رِسْنِ الشَّعْرِ لہذا وہ چھوڑ دیتے سود کو اگر تم (واقعی)

الْوَبْلَانِ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ مسلمان ہو۔

(البقرہ ۲۸۵)

دوسری جگہ بھی اسی تاکید کے ساتھ۔

لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ سونگھا ٹونگا پر لگا۔ اور ادا شدہ دہستے دہرا کہ

مُسْتَعْتِقًا فَاقْدُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ تم تھکا جاؤ۔

(آل عمران ۴۵)

تیسری جگہ بھی شدت کے ساتھ۔

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَهُمُ الْغِبَا جرم سود کھاتے ہیں وہ (تجروں سے) نہیں نہیں

يَعْتَمِدُونَ إِلَّا كَيْفَ يَقُومُ الشَّيْءُ گئے گئے شخص کی طرح جس کو شیطان نے اسباب

پہنچا کر دیا بنا دیا ہو۔

يَتَذَكَّرُ الشَّيْءُ (البقرہ ۲۸۵)

اور پھر سب سے بڑھ کر۔

فَإِنْ كُنْتُمْ تَحِبُّونَ فَاذْكُوا شَرْبِ قَدْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اگر تم سود نہیں چھوڑتے جو تو اشتہار جنگ سے لو

اللہ اور اس کے رسول سے۔

اولاد کو بھی کا من مرض بھی کچھ آج ہی کے حالات سے ملتا ہوا۔) معاشرتی بنیادوں پر

خوب بھٹکا ہوا تھا اس لیے علماء وہ ان باتوں کے جو پہلے مذکور ہو چکیں۔ اس کی ممانعت

اور اس پر بھی خاص طور سے نازل ہوئی۔ مثلاً۔

وَلَا تَقْرَبُوا أَمْوَالَكُمْ أَوْ لَدُنْكُمْ بَيْنَكُمْ اور اپنی اولاد کو ہلاک ذکر و لاکھ و داری کے تائید

إِمْلَا فِي تَحْوِ تَحْوِ تَحْوِ تَحْوِ تَحْوِ سے ہم ان کو بھی بھی دیتے ہیں اور تم کو بھی

بے شک ان کا منہ بڑا بھاری گناہ ہے۔

(بنی اسرائیل ۴۵)

اس اولاد کو بھی میں بھی خصوصیت کے ساتھ رواج و تشریح کا بعض قیاموں میں

تھکا سان کے شرمندہ کرنے کا ذکر حضرت ابن سے سوال کے وقت کا گیا۔

وَلَا تُسْأَلُ عَنْهُ فَمَنْ سَأَلَ عَنْهُ اور جب زندہ نہ ہو گئی، ان کے سے حضرت رسول

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَانُوا يَمُشُّونَ بگاڑ کر کس جرم میں مار ڈالی گئی۔

الْبَيْتَاءِ لَمْ يَأْتِ سَلَفُ رَأْفَةٍ كُنَّ
فَاجِسَةً وَمُتَقَاتِلَةً سَاءَ مَسِيحَتُهُ -
(نساء ۲۵)

عورتوں، مردوں کا آزادانہ میل جول اور اختلاط اور باس میں ہے احتیاطی اور
بظنری۔ آج کی کل کہ تہذیب تمدن کی طرح عام تعمیل میں سب پر طرح طرح کی پابندیاں
لگائی گئیں اور جدید خیال ماننے والے نہیں - ارشاد ہوا۔

قُلْ لِّسُوْءِ مِثْلِهِمْ لَقَعْسٌ وَمِنْ
اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْنَ اَفْرُوْهُ جَعْلُهُ
ذٰلِكَ اَزْكٰى لَّهُمْ - (النور ۳۴)

اور عورتوں کے حق میں اس سے کہیں زیادہ پابندیاں بڑھا کر ارشاد ہوا کہ
وَقُلْ لِّسُوْءِ مِثْلِهِمْ لَقَعْسٌ وَمِنْ
اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْنَ اَفْرُوْهُ جَعْلُهُ
يُنَبِّئُوْنَ رِيْثَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا
وَلِيَحْضُرْنَ بِخَيْرٍ حَتّٰى يَخْرُجُوْنَ
وَلَا يَتَّبِعُنَّ مِنْ رِيْثَتِهِمْ اِلَّا الْبَاطِلَ الَّذِيْ هُوَ
(النور ۳۴)

ان تیرہ رشتہوں کے نام بھی اس آیت میں آگے درج ہیں۔ رسالت محمدی
کو جو معاشرہ تیار کرنا تھا۔ اس میں یہ خلاف معاشرہ جاہلی کے یہ ساری تیرہ خصوصیات
تھیں۔ چنانچہ آگے ارشاد ہوا ہے کہ
وَلَا يَحْضُرْنَ بِخَيْرٍ حَتّٰى يَخْرُجُوْنَ
نَايَحْضُرْنَ مِنْ رِيْثَتِهِمْ -
(النور ۳۴)

بے حیائی۔ بے حجابی۔ بلکہ بے حسنی کے عیب بھی عام تھے چنانچہ فاش شد
نوشہ کی مخالفت بار بار آئی ہے اور اس قسم کی آفتیں بھی عیاں جاتی ہیں۔
وَلَا تَقْرُبُوْا اَلْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ - (الانعام ۱۹۵)

یَا مَعْشَرَ
قُلْ اِنَّ الْفَاحِشَ رَمَزَتْ اَلْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ -
(الانعام ۳۵)

اور ان کے لیے جو ہر جاہلی تمدن کی طرح اس عرب تمدن میں عام تھا۔ یہ تمدنی
حکم نازل ہوا۔
وَلَا تَقْرُبُوْا اَلْمَالَ اَلَّذِيْ هُوَ
فَاجِسَةٌ وَمَا تَشِيْبُوْا - (نہ اسرئیل ۳۵)

اور ان کے پاس بھی نہ چھو کہ بے شک وہ بیویائی
ہے اور ایک بری ماہ بھی۔
ایک دستور بھی جاری تھا کہ خوشحال لوگ اپنی باندیوں کے جسم کو رابہ پر چلاتے تھے
وہی محمدی اسے کہنے نظر انداز کر سکتی تھی۔ ارشاد ہوا۔
وَلَا تَقْرُبُوْا اَلْمَالَ اَلَّذِيْ هُوَ
فَاجِسَةٌ وَمَا تَشِيْبُوْا - (النور ۳۵)

کہیں کہیں عورتوں کو دراشت کمال سمجھ کر خواندہ بر بھی تہذیب کر لیا جاتا تھا حکم آیا کہ
ایسا بگڑ درست نہیں۔
لَا يَجْعَلُ لَّكُمْ اَنْ تَقْرُبُوْا اَلْبَيْتَاءِ
غُرْحًا - (النساء ۳۵)

یہ بھی ایک دستور تھا کہ اپنی محنتی ماں کے سوا اور جو عورتیں باپ کے عہد میں ہوتی
تھیں۔ انہیں مال و دراشت سمجھ کر انہیں اپنی بی بی بنایا جاتا تھا۔ یہ بر بھی حکم نافی تھی۔
وَلَا تَكْنُتُوْا اَمَّا تَلَحُّ اَبَاؤُكُمْ مِنْ
اور تم ان عورتوں سے خدمت کرو جن سے تمہارے

بلکہ رواج نبی اور بات نبی کے علاوہ عام مومنات کے لیے بھی یہ قاعدہ نافذ ہو گیا کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ

اپنے اوپر اپنی چاریں نہ لیں۔

(الاحزاب ۷۸)

ایک جامع آیت میں آپ کریمؐ کا یہ تذکرہ عورتیں جب آپ کی خدمت میں بیعت اسلام کے لیے حاضر ہوں تو آپ ان سے بیعت ظاہر ظاہر امور کے لیے لیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ
يُنَازِلَنَّكَ عَلَى أَنْ لَا يُقَرِّكَنَّ بِأَهْلِيكَ
فَمَا يَسْرُفْنَ وَلَا يُنْفِقْنَ وَلَا يَتَمَنَّوْنَ
أَزْوَاجَهُنَّ وَلَا يَتَمَنَّوْنَ بِهِنَّ
فَمَا يَفْضَحْنَ بِهِنَّ أَيْدِيَهُنَّ
وَأَزْوَاجَهُنَّ وَلَا يَتَمَنَّوْنَ فِي مَعْرُوفٍ
فَمَا يَفْضَحْنَ (المجاد ۲۵)

اور عورت کی عام حالت اس جاہل معاشرہ میں یہ تھی کہ لڑکی کا وجود باپ کے لیے باعث شگ و گدورت تھا اور اس کے لیے ایسی شرم کی چیز تھی کہ وہ ہر طرف منہ چھپائے پھرتا تھا۔

قرآن مجید میں معاشرہ کا یہ تقصیر کتب پر ہے۔

وَإِذَا ابْتِغَاءُكُمْ يَأْتِيَنَّكُمْ عَلَى
وَجْهِهِمْ مُسْتَوِيَةً أَوْ هُوَ كَظِلِّهِمْ تَتَوَارَى
وَمِنْ الْقَوْمِ مِنْ مَوَّءٍ تَتَوَارَى بِهِ بَنَاتُ
عَلَى خُصْفٍ أَمْ يَتَشَفَّيْنَ فِي الْأَرْجَاءِ (ذوالہجہ ۷۸)

ہے کہ اسے زلت کے ساتھ قبول کرے یا نہ

زینت میں نہ کر دے

جاہل عرب کے عقائد اور اخلاق و معاملات کی دنیا میں تو یہ اندھیرا ہی تھا جس عبادت کے عالم میں بھی کج حالت و عیالیت ہی کا رواج تھا کہ وہ جب ان کی خدمت میں آتے تو ان کی خدمت کو اپنے لیے باعث فخر و سعادت یہ لوگ بھی اپنے لیے سمجھتے تھے جیسا کہ سورہ توبہ کے کریم ۲۰ کی آیت اِجْعَلْنَهُمْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَجَنَازَةَ الْفَسَادِ الْحَرَامِ سے ظاہر ہو رہا ہے لیکن ان کی عبادت کا طریقہ کیا تھا؟ غارت گری کے گرد بیٹھیں بھانا اور تائیل بھانا۔

وَمَا كَانَ صَلَاةُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ
إِلَّا مَكَاةً مَوْضِعَةٍ (الاعراف ۳۴)

بلکہ اس عبادت کے وقت تو ان جاہلوں کو رفع برہنگی اور لباس سار کی بھی پروا نہ تھی اور اس لیے قرآن مجید نے تاکید کی کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا زِلْتُمْ فَكُفُّوا
عَنْتُمْ (الاعراف ۳۴)

اور مسلمانوں کی عبادت پر تو یہ لوگ اہل کتاب کے ساتھ مل کر مضمحل و استہزاہی کرتے رہتے۔

وَإِذَا أَتَاكَ خِيَمَتُكَ أَوْ الْحَسْبُ
أَشْفَقْتُ وَهَاضُوا وَاقْلَبُوا (البقرہ ۹۵)

مشرکین عرب کے دنیاوی عقائد کے سلسلہ میں ان کی اعتقادی زندگی کے ساتھ ساتھ ان کی عملی، معاشری، اخلاقی زندگی کا بھی ذکر کر گیا۔ لیکن شرک علی کی یہی ایک قسم ان میں رائج تھی۔ بعض کے عقائد کے دائرے سے دہریت کی سرحدوں سے بچھ جاتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

مَا جِئْنَا بِآلِهَتِنَا إِلَّا أَنْثًا نَحْنُ غَيْرُ مَنُوتٍ
کئی اور زندگی میں ہے جس میں ان کی زندگی کے ہم

وَنَحْيَا دَمًا يُمَيِّلُنَا إِلَّا إِلَهُ الْخَرُّ.

(الحادیہ ۲۵)

یعنی کوئی مخالف بالدار وہ موجود نہیں۔ جو کہ بھی ہو رہا ہے۔ مادی حیثیت سے نمانہ
ہی کے الٹ پیڑ سے ہوتا رہتا ہے اور آخرت کی جزا و سزا سے انکار تو ان کے ہاں عام
تھا اور جہنم کسی درجہ میں قابل بھی تھے وہ بھی اس کے قابل ہر حال نہ تھے کہ موت
کے بعد بھی اور عالم میں جانا اور وہاں کسی حکام سے سابقہ نہ پڑتا، اور کسی مالک کے حضور
میں جانا ہے یہ علامت تھیں۔

إِنِّ هِيَ الْأَحْيَاءُ الْمَيِّتُ وَالْمَيِّتُ الْآلِیُّ
نَحْنُ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَهُ (الولام ۳۵)

انکار آخرت کے اقوال قرآن مجید نے ان لوگوں کی زبان سے اس کثرت سے
نقل کئے ہیں کہ مسلم ایسا ہونے لگتا ہے کہ شاید انکار تو حید سے بھی بڑھ کر لوگ نکلا
آخرت میں سخت تھے اور یہ بات ان کی سمجھ میں کسی طرح نہیں آرہی تھی کہ اس
حیات مادی کے بعد ایک اور عالم بھی ہے، جہاں اس زندگی کے اعمال کی پریش
ہوگی۔ ان پچاسوں جگہ شاید سیکڑوں اقوال سے صرف دو چار بطور نمونہ نقل کر دیتے
کا فی ہوں گے۔

يَقُولُونَ أَأَنَّا لَمُرُودُونَ فِي
الْأَفْقِ فَإِنِ أَكْثَرُ عِلْمَانَا مَسْخُوفَةٌ
قَالُوا بَلْ لَئِن لَّا أَكْثَرُ عِلْمَانَا مَسْخُوفَةٌ
(۱۵۱) (مات ۱۵)

اور جنات کی زبان سے ہے۔

وَأَنَّهُمْ قَالُوا أَكْثَرُ عِلْمَانَا مَسْخُوفَةٌ أَن لَّنْ
يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا۔

(الحج ۱۵)

اور یہی قوم جنات نے خیال کر لیا تھا کہ وہ ایسی ان
انسانوں کے بھی خیال کر لیا تھا کہ اللہ کسی کو دوبارہ
زندہ نہیں کرے گا۔

اور پھر ایک جگہ منکرین کا قول نقل کیا ہے۔

هَذَا أَشْيَاءٌ عَجَبِيَّةٌ إِذَا اجْتَمَعُوا
وَكُنَّا تَرَامًا لِذَلِكَ نَجْعَلُ بَعْضُهُمْ

(رق ۱۵)

یہ تو عجیب بات ہے کیا جب ہم مر گئے اور مٹی
ہو گئے تو دوبارہ زندہ ہوں گے؟ یہ دوبارہ زندہ
ہونا تو حید ہی بعید ہے۔

پھر یہ کہ اس تذکرہ آخرت پر بڑی حیرت سے لوگ آپس میں کہتے۔

هَلْ نَدْرِكُكُمْ عَقَبَ رَجَبٍ
يَعْبُدُكُمْ إِذْ أَمْزَقْتُمْ كُلَّ مَنَظَرٍ
إِنَّا كُنَّا لَنَعْنِي خَيْرًا فَنُفَضِّلُ عَلَى
الَّذِينَ كُنَّا أَنَّهُمْ يَفْضِلُونَ

(النبأ ۱۵)

استغری قول بالکل کافی ہیں۔ ورنہ اگر سارے قول منکرین آخرت کے نقل ہوں
مع ان جوابات کے۔ جو قرآن مجید نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی زبان سے ادا کر دیے ہیں
تو مقالہ اپنے حدود سے گزر کر ایک مستقل رسالہ کی ضخامت اختیار کر جائے۔

انہیں مشرکین میں ایک بہت بڑا فرقہ ایسا بھی تھا۔ جو گوند اور خدا کے عطر کا
قابل کسی حد تک تھا۔ لیکن وہی انہی اور نبی کے ذریعہ سلسلہ ہدایت کا یکسر منکر تھے۔ اس
کی سمجھ میں یہ تو آتا تھا کہ خدا کے اعلان ہے یا کہ خدا خواست انسان قابل اختیار کر کے
دنیا میں لگایا۔ لیکن یہ کسی طرح بھی اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ خدا نے ایک بشر کو
ذریعہ ہدایت بنا کر بھیجا اور اسے مرضیات الہی کے تمام نکتے اور طریقے بتلا دیئے یہ
لوگ جگہ کر کہتے۔

أَيُّ شَيْءٍ هَذَا وَكَيْفَ هَذَا (التوبة ۱۵)

ہماری ہدایت کو کب پرہیز ہے۔

اور کہیں یہ کہ

أَنَعَلَّ اللَّهُ لِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا

کیا خدا نے رسول بنا کر ہر قوم کو بھیجا ہے؟

(نقی سرائیل ج ۱)

یہ باہر خود بھی کبھی کسی ایک بات پر جیتے نہ تھے اور قرآن نے انہیں مخاطب کر کے صاف کہہ دیا کہ
 اِنۡكُمۡ لَیۡنٌ ۚ قَوْلِیۡ غَتَلَبِۡبُوۡنَاۙ
 تُوۡنُۡمُ حَتّٰی تَنْكَبُوۡنَ اُنۡتُمْ اَوَّلُۤیۡنَ
 (الاحزاب ۵) پھر آجے ہر کوئی ہر قسم کے ہوشیار ہو جائے۔
 اور ان کے خرافات کے الگ الگ بھی جوابات دیئے اور ان کی ایک ایک غلط بیانی کی تردید کی۔ مثلاً۔
 وَمَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجْنُونٍ (الحکیم)
 اور یہ تمہارے رفیق و یار انہیں نہیں ہیں۔

وَمَا اَنْتَ بِمُعْتَدٍ لِّیۡلَیۡمٍ
 (الاحزاب ۵) آپ اپنے ہر روز سے فضل سے دیوانے نہیں ہیں۔

یہ پھر
 وَمَا اَنْتَ بِمُعْتَدٍ لِّیۡلَیۡمٍ
 (الاحزاب ۵) تو آپ اپنے ہر روز کے فضل سے دیوانے ہیں نہ
 قرآن کے اثر سے ان مشکین و معاندین کے لیے بھی انکار ممکن نہ تھا۔ مشاہدہ
 کی چیز تھی قرآنی اثر کی گہرائی اور وسعت و قوتیں یہ براہ راست مشاہدہ ہی کرتے ہوتے
 تھے اس لیے اسے آخری ہوئی کہ ہونے پر یہ قرآن انہوں نے دل سے گڑھ لیا ہے اور
 ان کی امداد و اعانت پر ایک پوری جماعت بھی ہے۔

اِنَّ هٰذَا اِلَّا اِنۡفَاۡكٌ وَّاُتۡخَاۡءٌ
 وَاعۡتَاۡفَاۡ عَلَیۡكُمۡ قُۡوۡمٌ اٰیِسُوۡنَ
 (الزمر ۱۵) یہ قرآن تو نہی کیسا گراحت ہے جس کو اس شخص نے
 گڑھ لیا ہے اور ایک اور جماعت نے اس میں ان کی
 مدد کی ہے۔

پھر آپ کے وصف اُمتیت سے بھی چونکہ یہ لوگ براہ راست واقفیت رکھتے
 تھے اس واسطے یہ کہتے کہ یہ لوگوں کی خرافاتی حکایات انہوں نے کسی سے نہ سیکھی
 ہیں اور وہ انہیں صبح و شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔

وَقُلۡ اِنَّاۤ اِنۡشَاۡنَاۤ اِلَآءَ ذٰلِیۡنَ
 اُنۡكُمۡ تَتَّبِعُوۡنَ فَوۡقَیۡ عَلَیۡہِۡمُ یُكۡرَهُ
 وَ اٰوۡیَلَا۔
 (الزمر ۱۵) یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن ان کے لیے نہ تھا جس۔
 جن کو اس شخص نے (کسی سے) گھوایا اور یہی
 اس کو مجھ و شام پڑھ کر سنائی جاتی۔

(الزمر ۱۵)

اور کبھی یہ دور کی گزری لائے کہ یہ قوتوں شخص نے انہیں کھا پڑھا رکھا ہے۔
 وَلَقَدْ نَعۡلَمُ اَنۡہُمۡ یَقُوۡلُوۡنَ اِنۡنَا
 مُبۡرِئُوۡنَ ۙ (الزلزلہ ۱۴) اور ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو
 ایک ہائے نہیں کھا رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید ان لوگوں کے خیال میں اور آج کے بہت سے دشمن خیال
 فرنگیوں کے خیال کے مطابق ایک گڑھ تھا تو اناخذہٗ اِلَّا اِذۡکَ
 مُعۡذَرَتِیۡ۔ (الاسراء ۵) اور یہ کہتے ہیں کہ قوت تو ہر ایک گڑھ ہونے
 ہوتا ہے۔ (الاسراء ۵) ہستان کے گڑھ ہیں۔

بلکہ ان مشرکوں کے ایک نہیں و سوائے ایک بار بڑے سوچ بچار کے بعد اپنا
 فیصلہ نہ سنا یا تھا کہ
 قُلۡ اِنَّ هٰذَا اِلَّا اِنۡشَاۡنَاۤ اِلَآءَ یٰۤاٰیۡمٍ
 اِنَّ هٰذَا اِلَّا قَوْلُیۡ الْبَشَرِ (المدثر ۱۵) یہ تو ایک بشر کا کلام ہے۔

قرآن مجید نے شافی جواب ان میں سے ہر خرافات کا دیا ہے۔ یہاں ان جوابات
 سے بہت نہیں یہاں تو کہنا صرف یہ ہے کہ جس قوم کی براہ راست اور اھل انشاء
 کے لیے رسول اللہ مبعوث ہوئے تھے۔ اس کی اعتقادی، عملی، اخلاقی و زندگی کا کلیہ
 پس منظر کیا تھا اور اس نے آپ کے پیام کی پزیرائی کی طرح کی۔

مشرک میں ڈوبی ہوئی قوم کی ناخوشی کی اصل بنیاد یہ تھی کہ یہ پیام پر کلام سناتے ہیں
 اس میں ذکر سارے دینی دیوتاؤں اور چھوٹے بڑے خداؤں کو چھوڑ کر نام صرف
 اللہ ہی کا کہیں لیے جاتے ہیں اور دعوت اس ایک معبود کے اٹنے کی کیوں دیتے
 ہیں۔ قرآن مجید نے انہیں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔

وَإِذْ أَدْعَىٰ اللَّهُ وَجْهَهُ لَكُلِّ قَوْمٍ ۖ
 أَنْ تُبْشِرَ بِنَهْ نُورٍ مِّنْهُ ۚ (المرسل ۱۵)
 خداوند کے نام سے پیشوں و مشرت دوسرے معبودوں کے بعضی اصل ضد
 اس سے بھی کہ اس اللہ کی وحدت پر اصرار کیوں کیا جاتا ہے۔ اور پھر ارشاد ہوا ہے۔
 وَإِذْ أَدْعَىٰ اللَّهُ وَجْهَهُ لَكُلِّ قَوْمٍ ۚ
 اور جب نقطہ اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو یہ لوگ آنحضرت
 کو یقین نہیں دیکھتے ان کے دل متبعض ہونے لگتے
 وَإِذْ أَدْعَىٰ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ
 يَسْتَعْجِلُونَ ۚ (الزمر ۵۰)
 اور ایک جگہ پھر یہی شہادت قرآن میں کرتا ہے۔
 وَإِذْ أَذْكَتَ رَبُّكَ فِي الْقُرْآنِ
 وَجْهَهُ وَكَوَلَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ تَكُونُ سِرًا
 (نحلہ اسرائیل ۵۱)
 ایسی قوم کو داعی توحید سے نفرت و عداوت پہناتا لازمی تھا اور قرآن مجید نے
 امت محمدی کو مخاطب کر کے سامنے دیا تھا کہ اہل کتاب کے علاوہ ان مشرکوں سے
 بھی تمہاری ہمت کچھ دلگزاری ہونا ہے۔
 وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُكْذِبُوا
 الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ
 أَكْذَبُوا آيَاتِي قَبْلَ ذَلِكَ
 (آل عمران ۱۱۹)

اور آپ جب قرآن میں حرف اپنے پروردگار
 کو اذکر کرتے ہیں تو یہ لوگ ہشت پیر کر رہے ہیں
 میں نفرت کرتے جوئے۔
 اور تم ضرور سنو گے بہت سی دلائل قرآنی کی باتیں
 ان سے بھی سنیں تم سے قبل کتاب میں چلی ہے۔
 اور ان سے بھی جو مشرک ہیں۔

(آل عمران ۱۱۹)

(ب)

یہود و نصاریٰ

کئی سورتوں میں ذکرِ کثرت سے المشرکین کا اور الذین انشرکوا کا یا مطلق
 صورت میں الذین کفرو کا یا الکفار کا اور الکفر و کفر کا آتا ہے یا پھر ان سے بھی
 مطلق تر صورت میں الناس کا آتا ہے۔ لیکن دنی سورتوں میں یہ مخالفت و کثرت
 اهل الکتاب یا الذین اوتوا الکتاب سے بدل گئی ہے۔

اہل کتاب سے آپ کا سابقہ دینہ میں آکر پڑا اور اہل کتاب سے مراد عموماً یہودی
 ہیں۔ مگر کہیں کہیں نصاریٰ بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں۔ قیام مکہ میں جب تک سابقہ
 حرف مشرکین یعنی منکرین توحید و آخرت سے رہا۔ اعتراضات کی نوعیت دوسری
 رہی قیام مدینہ کے بعد دوسری ہو گئی۔ اس لیے کہ یہ لوگ توحید اور سلسلہ وحی نبوت کے
 اختلافات کو بہر حال تھے۔ آپ نے آتے ہی اہل کتاب کو صلہ و شتی کا پیغام قرآن
 کی زبان سے اور اس کے حکم کی تعمیل میں دے دیا تھا اور اس قسم کی آیتیں بار بار
 تلاوت فرمادی تھیں۔

ثُمَّ يَا أَخَدَ الْحَثَابَ قَالُوا إِلَٰ
 هُكُمْ سَوَاءٌ يَنْبَغِيكُمْ أَوْ يَنْبَغِيكُمْ إِلَّا نَعْبُدُ
 إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَلَا
 يَخِذْ يَعْذَرْنَ أَنْفُسَهُمْ يَا بَنِي إِسْرَٰءِيلَ
 وَكَذَٰلِكَ ۚ (آل عمران ۵۰)

آپ کہہ دیجیے کہ اہل کتاب ایسے قول کی
 طرف آجاءو جو ہم میں تو میں مشرک ہے وہ یہ
 کہ ہم بجز اللہ کے اور کسی کی عبادت نہیں اور
 کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے اور ہم میں سے
 کوئی کسی کو (پنا) سب بجز اللہ کے نہ ٹھہرتے۔

لیکن اس ساری رد واری اور مصالحت کو شی کے باوجود ان گروہوں کا یہ غیر دوستانہ اور مصالحتانہ ہی رہا۔ یہ بات یہ ظاہر عجیب سی معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت اس رویہ میں کوئی بات خلاف توقع نہ تھی۔ صدیوں کے جگڑنے ان کی طبیعتوں کو مرنے کے نکلے دیا تھا اور عقائد و اعمال دونوں ان کے اس قسم کے ہو گئے تھے کہ دعوت اسلامی کی نوریہ لوگ پہلو راست اپنے اوپر محسوس کرتے تھے۔

یہ دو ایک دینی اور مذہبی اصطلاح ہے۔ قومی اور نسلی نام ان لوگوں کا اپنی سرشتیں تھا۔ بڑا غروہ ان کو اپنی عالی نیسی اور سپرینڈاگی پر تھا۔ گناہ کی جو منزل بھی ان کے سامنے آ جاتی بلا تامل اس پر گمراہ ہو جاتے اور کبھی کبھار معاف تو بہر حال ہم پر ہی تھیں گے۔ قرآن مجید شیعہ منظر کشیوں کی ہے۔

يَا حُدَّوْنَ عَرَضَ هَذَا اَلَا ذُوْ
وَيَعُوْنَ لَوْ لَمْ يَنْفَعُوْا لَنَا اِنْ تَابَ رَبُّهُمْ
عَرَضَ يَنْفَعُ هَذَا
(البقرہ ۲۱۷)

یہ لوگ مال متاع اس دنیا سے دلی لالچتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہماری مغفرت ضرور ہو جائے گی اور اگر ایسی مال متاع پھر آجائے تو اسے بھی لے لیں۔

اور کبھی اپنی سپرینڈاگی کے غرور میں مبتلا ہو کر کہنے لگتے کہ
لَنْ نُّشْكَا الْاِنْسَانَ اِلَّا اَيَّامًا
قَلِيْلًا وَ ذُوْا
(البقرہ ۹۷)

سوائے کچھ دنوں کے (دوزخ کی) آگ تو ہمیں چھوٹے ہی نہیں۔

اَيَّامًا يَنْفَعُ ذُوْا اِلٰهٍ
اور اس قسم کی ساری خوش خیالیاں اس بنا پر نہیں کہ انہوں نے بنیادی مقصد سے بھی غور نہیں کر رکھے تھے۔

وَعَرَضُ هُمْ فِيْ ذِيْنِهِمْ مَا كَانُوْا
يَعْمُرُوْنَ
(آل عمران ۷۶)

اور دن کے بارہ ہیں ان کے گزشتے ہوئے۔ عیدوں ہی تھے تو انہیں وجہ کس مال رکھا ہے۔

اپنے علماء و مشائخ کی تنظیم و تنظیم میں غلو کر کے عملاً اسے پرستش کا درجہ دے رکھا

تھا اور پھر رکھا تھا کہ ان سے کسی قسم کی غلطی و لغزش کا امکان ہی نہیں۔

اِسْتَعِزُّوْا بِاَخْبَارِهِمْ وَ رَهْبَانِهِمْ
اَزْ بَايَسٍ دُوْنِ اَشْيَا
(البقرہ ۷۵)

ان لوگوں نے ان کے علماء و اپنے مالوں اور مشائخوں کو بھی خدا کا کھڑا کیا ہے۔

جنت یا آسمانی باؤں سے است میں داخل کو یہ اپنی اپنی قوم کے ساتھ مخصوص سمجھ چکے تھے۔ قرآن مجید نے اس پر جرح کی اور ان سے جنت طلب کی تو یہ کوئی محفل جواب نہ دے سکے ارشاد ہوا ہے۔

وَقَالُوْا اَلَمْ يَشْعُرِ الْاِنْسَانُ
مَنْ كَانَ هٰذَا اَذْ ذَنْبًا سَآءًا
اَمَّا يَنْفَعُهُمْ قُلْ كَانُوْا اٰمِرًا بِهَآ
اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ
(البقرہ ۱۳۰)

یہ کہتے ہیں کہ جنت میں یہودی انصاری کے سوا کوئی جانے سمجھتا بھی نہ پڑتا ہے یا ان کی پلنے دل کی آندہ نہیں ہیں۔ آپ ان سے کیے کہ اپنی دلیل تو ہمیں کرو۔ اگر اپنے دعوے میں کچھ ہو۔

معاشرہ یہودیوں اور عیسائیوں و بنیادیوں میں اوپر سے لے کر نیچے تک دوسرے ہوئے تھے۔ رسول کی زبان سے انہیں کھلایا گیا کہ عالم آخرت کو اپنے ہی لیے مخصوص سمجھتے ہو۔ تو پھر موت کی آواز دیکھو۔ لیکن یہ تمنا یہ لوگ کرتے تو کیسے کرتے حب دنیا میں سرتاپا غرق ہو گئے۔

قُلْ اِنَّ كَانَتْ لَكُمْ الدِّاْرُ الْاٰخِرَةُ
عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ
فَتَشْتَوُا النَّسُوْتَ اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ
وَلَمْ تَقْتُلُوْهُ اَبَدًا اَيَّامًا قَلِيْلًا
اَلَيْسَ يَبُوْهُمُ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ بِاَلْفَاظِيْنَ
(البقرہ ۱۱۷)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر عالم آخرت مخصوص تمہارے ہی ہے ہے۔ بغیر آدمی کی شرکت کے تو تم موت کی تمنا کر کے کھلا دو اگر تم کچھ ہمارے ہرگز اس کی تمنا بھی نہیں کریں گے یہ سب ان حال کے جواب پر تھیں۔ اور اللہ کو خوب علم ہے ان ظالموں کا۔

قبول حق کی طرف سے ان کی آنکھیں اور ان کے قلب سب بند تھے اور یہ غرور کرتے تھے۔

قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ
(البقرہ ۱۱۸)

یہ کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں۔

یہود و نصاریٰ دونوں نسل مفاخرت کے مرض میں بری طرح مبتلا تھے اور خدا کے ساتھ اپنا محض رشتہ سمجھتے ہوئے تھے۔

وَقَالُوا الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ
نُزُلًا مِّنْ أَسْفَلَ سَمَاءٍ
عَلَيْ أَتَيْنَاهُم بِالْحَقِّ وَأَوَّلِيَّاؤُهُمْ (البقرہ ۳۵)

رسول کی شہادت میں یہ نہیں کہ انہیں کوئی علمی وجہ کا ہو گیا ہو چنانچہ ہر شخص اپنی بغیضی سے رسول کی صداقت کا انکار کر رہے تھے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا نَعَزُوا لَكُمْ رَسُولًا
فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا نَعَزُوا لَكُمْ رَسُولًا
فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا نَعَزُوا لَكُمْ رَسُولًا

(البقرہ ۱۱۷)

علامہ ابن جریر نے تفسیر میں کہا کہ اس طرح یہ جان چکے تھے جیسے اپنی قوم والوں کو پہچانتے تھے محض خدا و نفسانیت قبول کی راہ میں حامل ہو گئی۔

الَّذِينَ آمَنُوا بِهِمْ كَتَابَ
الَّذِينَ آمَنُوا بِهِمْ كَتَابَ
الَّذِينَ آمَنُوا بِهِمْ كَتَابَ

یَعْقُوبَ وَنُوحًا كَتَابَ
یَعْقُوبَ وَنُوحًا كَتَابَ
یَعْقُوبَ وَنُوحًا كَتَابَ

ان کے اکابر و شیوخ جن کی تقلید و اقتداء میں بیٹے جاتے ہیں۔ ان کی خود یہ حالت تھی کہ ہر طرح کی نرا دوزی اور باطل پرستیوں میں مبتلا تھے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِمْ كَتَابَ
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِمْ كَتَابَ
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِمْ كَتَابَ

یہود جس درجہ دنیا پرستی میں مبتلا تھے، قرآن مجید نے اسے بار بار پہنچایا ہے۔ ایک وجہ اس مضمون کی ابھی آپ سن چکے ہیں۔ اب دو ایک آیتیں اور

ملاحظہ ہوں۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن

لے پیر آپ کہہ دیجیے کہ لے لو جو یہودی

وَعَمَلْتُمْ أَفْكَارًا
وَعَمَلْتُمْ أَفْكَارًا
وَعَمَلْتُمْ أَفْكَارًا

یہودی ہر گز گناہ دہی ہے کہ تم خدا کے پیچھے
یہودی ہر گز گناہ دہی ہے کہ تم خدا کے پیچھے
یہودی ہر گز گناہ دہی ہے کہ تم خدا کے پیچھے

سبب ان اعمال کے جو آپ نے انہوں میں
سبب ان اعمال کے جو آپ نے انہوں میں
سبب ان اعمال کے جو آپ نے انہوں میں

ان آیتوں سے صاف چلک رہے ہیں کہ یہودی یہ نہیں خود اپنے نہیں مجرم سمجھ رہا تھا
اور اس کا رد انکار نبوت محمدی سے ہر گز کسی اجتہادی غلطی کی بنا پر نہ تھا۔

اور ایک جگہ اور انہیں یہود کے سیاق میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْزَابًا
وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْزَابًا
وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْزَابًا

کریں گے مشرکوں سے بھی (بڑھ کر) ان میں
کریں گے مشرکوں سے بھی (بڑھ کر) ان میں
کریں گے مشرکوں سے بھی (بڑھ کر) ان میں

ان کے اکابر و شیوخ جن کی تقلید و اقتداء میں بیٹے جاتے ہیں۔ ان کی خود یہ حالت تھی کہ ہر طرح کی نرا دوزی اور باطل پرستیوں میں مبتلا تھے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِمْ كَتَابَ
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِمْ كَتَابَ
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِمْ كَتَابَ

یہودی ہر گز گناہ دہی ہے کہ تم خدا کے پیچھے
یہودی ہر گز گناہ دہی ہے کہ تم خدا کے پیچھے
یہودی ہر گز گناہ دہی ہے کہ تم خدا کے پیچھے

سبب ان اعمال کے جو آپ نے انہوں میں
سبب ان اعمال کے جو آپ نے انہوں میں
سبب ان اعمال کے جو آپ نے انہوں میں

ان آیتوں سے صاف چلک رہے ہیں کہ یہودی یہ نہیں خود اپنے نہیں مجرم سمجھ رہا تھا
اور اس کا رد انکار نبوت محمدی سے ہر گز کسی اجتہادی غلطی کی بنا پر نہ تھا۔

اور ایک جگہ اور انہیں یہود کے سیاق میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْزَابًا
وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْزَابًا
وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْزَابًا

مَوَاضِعِهِ يَنْقُضُونَ اِنَّ اَوْفِيْنَهُمْ
هٰذَا فَخْصَهُ وَوَدَّ اَنْ تَمَّ تَشْوِهُ
فَاَحْذَرُوْهُ - (المائدہ ۶۷)

جس قوم کی ہمارے دین تک بڑھ جانے کو وہ اپنی آسانی کی کتاب میں بلا اہل ترین
تصرف کر ڈالے۔ اس کے لیے اس سے اتر کر دنیا کی عام پر خطا قیاس باقی ہی کیا رہ جاتی ہیں
چنانچہ قرآن مجید نے ان معاصیہ یهودوں کی اخلاقی پستیوں کو بار بار نکول کر بیان کیا ہے
اس کے کئی حوالہ آپ پچیس سے آٹھ ہزار باب پچودھ اور ماہر ہیں۔

وَمِنْ اٰلِهِنَّ خَادُوْا وَاسْتَعُوْا
اِیْمُوْیْنَ سَلَّیْنَ اِیْمُوْیْنَ سَلَّیْنَ اِیْمُوْیْنَ
سَلَّیْنَ اِیْمُوْیْنَ سَلَّیْنَ اِیْمُوْیْنَ - (المائدہ ۶۸)

اور چھوٹی باتیں سننے کا چمکا بھی ہے خود دوسروں یعنی منافقین مدینہ کی خاطر۔
مَعْمُوْیْنَ لَعُوْیْنَ اِیْمُوْیْنَ (ایضاً)
اور پھر بلا کسی لاگ لپیٹ کے ارشاد ہوا ہے۔

سَمْعُوْیْنَ یَنْکِیْبُ اَکْاَلُوْیْنَ
لِلشَّعْبِ - (ایضاً)

قرآن مجید نے بے حرک ان کے لیے حکم لگایا کہ باوجود وہی ایمان تم میں سے
اکثر ایمان سے غافل ہی ہیں۔

وَ اَنْ اَصْعَدَکُمْ لَعَا سَمْعُوْیْنَ - (المائدہ ۶۹)

اور تمہٹ کے اندر رشوت وغیرہ سارے ہی قسمیں حرام کی آگئیں اور پھر اسی
سیاق میں چند سطر کے بعد کہا کہ ارشاد اور زیادہ صراحت و علوم کے ساتھ فلسفے۔

وَ کُنْزِیْ کُنْزِیْ اَوْفِیْهِمْ یَسَارُ عُوْیْنَ
فِی الْاٰلِیْمِ وَ اَلْعَدِیْ اَوْ اَصْلِحْ
الشَّعْبِ لَیْسَ مَا کُنَّا نَعْمُوْیْنَ - (المائدہ ۷۰)

اور آپ ان میں سے بہترین کو دیکھتے ہیں۔ جو
دور دور کر صیبت اور سرکشی اور حرام خوبی
پر گرتے ہیں۔ واقعی بہت برسے ہیں ان کے یہ

(المائدہ ۱۹۷)

گفت۔

اس محرم کے اندر سب ہی کچھ آگیا۔ اور معاہدہ اس زمانے سے ایک اور پردہ
اٹھاتا ہے۔

لَا یَلْبِیْہُمْ اَللّٰہُ الرَّبَّ اَشِیْنَ وَالْاَحْزَارُ
عَنْ قَوْلِیْمِ الْاَلِیْمِ وَ اَلْجِیْمِ الشَّعْبِ
لَیْسَ مَا کُنَّا نَعْمُوْیْنَ - (المائدہ ۱۹۸)

اور یہ آکا براپنے اصغر کو دے کہے یہ تو وہی اس بلا میں مبتلا اور اسی کشمی میں
سوار تھے چند سطر ہی اور آگے بڑھ کر یهود نصاریٰ دونوں کو ظاکر عام اہل کتاب کے حق
میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَ کُنْزِیْ کُنْزِیْمَ سَمْعُوْیْنَ سَمْعُوْیْنَ
اِیْمُوْیْنَ سَلَّیْنَ اِیْمُوْیْنَ سَلَّیْنَ اِیْمُوْیْنَ

(المائدہ ۱۹۹)

اور پھر ان عام اہل کتاب کے ترو و طعنان کے لیے یہ آیت شاہد و صادق ہے۔
وَ کُنْزِیْ کُنْزِیْمَ سَمْعُوْیْنَ سَمْعُوْیْنَ
اِیْمُوْیْنَ سَلَّیْنَ اِیْمُوْیْنَ سَلَّیْنَ اِیْمُوْیْنَ
قَامَسَ سَمْعُوْیْنَ اِیْمُوْیْنَ سَمْعُوْیْنَ

(المائدہ ۲۰۰)

اس آخری فقرے نے ضنائف بھی ظاہر کر دیا کہ حضور غایت شفقت سے ان منکروں
سرکشوں اور ممانوں کی خاطر بھی تنگیں نہ رکھتے تھے۔

یہود و نصاریٰ علماء و فحول تو ہیں موصوفہ ہیں۔ مگر یہ وہیں تو آٹھ تو جیسے زیادہ نمایاں
اور بہت عرصہ تک قائم رہے تھے۔ پھر بھی یہ لوگ مشرک قبول خصوصاً یہ نانیوں

لے محنت عام ہے ہر اس عوام خوری کے لیے جو انسان کے لیے باعث ننگ و رسوائی ہو۔ ہو
کل حرام قبیح الذکر کیلزم مسئلہ العار الکلیات الی البقا

اور دوسروں کے اثرات سے زیادہ متاثر ہو چکے تھے اور اپنی فطرت کے ماہ سے آیا ہوا
شرک بن کے عقیدوں میں اچھی طرح گھر کر چکا تھا۔ چنانچہ خود کو واسطہ بنا کر ان
قوموں کو یوں مخاطب کیا گیا ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا
فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا
أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ صَلَّوْا مِنْ قَبْلُ
أَمْثَلًا كُنْتُمْ أَصْلًا عَنِ سَوَاءِ
التَّبِيلِ. (المائدہ: ۱۰)

آپ فرمائیے کہ اہل کتاب تم اپنے دین
میں بھی کافر مت کرو اور لوگوں کے خیالات
پر مت چلو جو پہلے خود بھی گمراہی میں رہ چکے ہیں
اور وہ لوگ راہ راست سے بہت دور ہیں
بڑھے ہیں۔

یہ دین کی باتوں میں خواہ مخواہ غلو کرنا اور اللہ کے جوہد و مقام کی بے ادبی سے خواہ
مخواہ غلو و ذکرنا مبین گمراہی کے راستہ پر چلنا ہے اور یہود اور نصاریوں دونوں نے
یہ غالیانہ و غیر مشرکانہ صریح مشرکہ عقیدے بحکم و کم کر دہنے والی قوموں ہی
سے لیے تھے۔ یہود نے زیادہ تر یہاں سے اور نصاریوں نے زیادہ تر مدینہ سے
کافر قوموں سے دوستی و مواصلات اس وقت تک کر لیا ان کے غمیر میں داخل ہو
چکی تھی۔ جیسے کہ ارشاد ہوا ہے۔

تَرَى كَيْفَ تَتَوَلَّوْا بَنِي إِسْرَءِيلَ
يُتَوَلَّوْنَ أَتُوبُوا أَمْ يُكْفَرُوا
أَمْ لَا أَعْلَمُ الْغَافِلِينَ. (المائدہ: ۸۱)

آپ ان میں سے بہتوں کو دیکھیں گے کہ ان
سے دوستی کر رہے ہیں۔

یہود کو مسلمانوں سے اس درجہ غلط برہم گئی تھی کہ ان پر مشدکوں کو ترجیح
دینے لگے تھے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا مَقِیْدِنَا
وَمِنَ الْكِتَابِ یُؤْمِنُونَ بِالْجَنِّ
وَالطَّاغُوتِ وَیَقُولُونَ لِذِیْقِنَا كُفْرًا
هَؤُلَاءِ أَهْلُ دِیْنِ ادِیْقِنَا أَمْثَلًا
سِیْئَلِیْہِ. (النساء: ۵۱)

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب
کا حصہ ملا ہے وہ بت اور شیطان کو مان رہے
ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ذیقین کفر
سے زیادہ صحیح راہ پر تھیں وہی لوگ ہیں۔

یہود کو مملکت اسلام اور مسلمانوں سے اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ قرآن مجید کو
اترا اعلان کرنا یا اس کا اسلام دشمنی کے لحاظ سے تو مشرک بن کر عرب اور یہود ایک
سطح پر ہیں۔

وَلَنَجْزِیَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ عَذَابًا
بِئْسَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ. (المائدہ: ۱۱)

آپ انہیں گے کہ مسلمانوں سے دشمنی کیجئے
تمام لوگوں سے بڑھ کر یہود اور مشرکین ہی میں

بغض و عداوت میں ہے اس درجہ حد سے گزرنے لگے تھے کہ معاشرہ کے عام آداب
تہذیب کی بھی پروا نہیں رہ گئی تھی اور جب آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو بدترین
کلمات بے تکلف زبان پر آتے آتے قرآن مجید پر اسے اس خاص جڑیہ کی بھی فصل
دینی پوری طرح کر دی۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُفِیْنَا وَنَحْنُ
أَشْمَعُ مِنْهُمْ لَفِیْ سَبَابٍ لَّنَا
وَلَوْ كُنَّا فَاعِلِیْنَ غَیْرِ
الَّذِیْنَ كُنَّا لَفِیْ سَبَابٍ لَّنَا
وَلَوْ كُنَّا فَاعِلِیْنَ غَیْرِ
الَّذِیْنَ كُنَّا لَفِیْ سَبَابٍ لَّنَا

اور یہ لوگ سنا دیتے اور اس میں غیور نہیں گتے ہیں
اپنی زبانوں کو مرد و کردار میں طعن کی راہ
سے اور ان کے حق میں بہتر ہوگا کہ مسلمانوں
کے اور (صرف) اشیاء اور اظہار۔

اور انہیں میں بعض ایسے "شریف طینت" بھی تھے جو آپس میں بھی اور شرکوں
سے بھی یہ سازش کرتے رہتے کہ چلو صبح کے وقت تم بھی مسلمانوں کے ہم زبان ہو
کہ اسلام کا اقرار کر لیا کرو اور پھر اس کے بعد انکار کر دیا کرو اس سے مسلمان
بچے گئیں گے کہ ان کو تو غمراہی اس دین میں یا ایسی ہے کہ لوگ قبول کرتے ہیں اور پھر
بعد غمراہی اس کو ترک کر دیتے ہیں اور عجب نہیں کہ اس طرح بے دل اور بدگمان ہو کر
خود بھی پھر جائیں۔

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
اٰمَنُوْا بِالَّذِیْ اٰتٰی اَنْزِلَ عَلَیْهِ الْكِتَابُ
سَلَامٌ عَلَیْہِمْ یٰۤاٰمَنُوْا

اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ کیا ان
سے آشرم دین میں اس کتاب پر جو مسلمانوں

وَجَاءَ النَّهَارُ وَالْكَافِرُونَ أَجْرُهُ لَعْنَتُهُمْ
يَرْجِعُونَ (آل عمران ۸۵)
پہاڑی ہوائی سہارا نکار کر بیٹھا احمد بن حنبل
نہیں کر وہ بھی پھر نہیں۔

ان کے ترک و جد کے سلسلہ میں ہمارے اس راوی کے ہونے کی حیثیت سے ایک مسئلہ
کے مرتبہ نبوت پر تھا انہیں کو مخاطب کر کے کہوں اور شاہد ہوا ہے۔

إِنَّ يَتُوبَ أَحَدٌ قَسَدٌ
مَا أَذِيعْتُمْ أَذِيًا جَدُّكُمْ
عِنْدَهُ وَتَحْكُمُ قُلُوبُ الْفُقَرَاءِ
يَكِيدُ اللَّهُ يَوْمَ تَبْلُغُونَ مَن يَشَاءُ
وَاللَّهُ وَابِعٌ عَلَيْنَا نَحْضَحُضُ بَرَحْمَتِهِ
مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ
(آل عمران ۸۷)
ہاں تم اس لیے کہہ رہے ہو کہ کسی اور کو بھی ایسی
چیز مل رہی ہے میری تم کو ملی جیادہ اور گ
تم پر غالب آجائیں تمہارے پروردگار کے سامنے
وہی کتاب سے محبت پر کار کردار اللہ بڑی وسعت
والہ دین کو فضل کی ایک کس کے ساتھ موعود میں
اور باطن رہے (برقہ کی صلاحیتوں سے واقف)
جس کو چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دے
اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

معاصرین کی کتاب کے صاف صاف بتلا دیا گیا کہ میرے رسول کو سلسلہ انبیاء میں ایک
بڑے بڑے دفعہ کے بعد بھیجے جارہے ہیں ان کی نبوت سے ایک عرض یہ بھی ہے کہ معاصر
اہل کتاب پر محبت تمام کر دیا جائے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ
رَسُولُ اللَّهِ يُبَيِّنُ لَكُمْ عَقْدَ قَدَرَةٍ مِّنَ
الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ
وَلَا نَذِيرٍ قَدْ جَاءَنَا بَشِيرٌ
وَلَا نَذِيرٌ (آل عمران ۳۵)
یہ اہل کتاب تمہارے پاس ہے رسول! اپنے جو
کرم صاف صاف بتلاتے ہیں۔ ایسے وقت میں کہ
رسولوں کے سلسلہ موقوف تھا کہیں تم یہ کہنے لگو
کہ ہمارے پاس کوئی بشارت و نذیر نہیں آیا سو تمہارے
پاس تو میری نذیر آچکا۔

اور میرے اس لیے بھی آئے ہیں کہ تم جو ان طرف سے اپنی آسمانی کتاب میں کتبہ نبوت
کرتے رہتے ہو وہ چوری سب پر ظاہر کریں اور کہ ان کی صداقت و حقیقت قطعی اور مسلم ہے
يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ
لے اہل کتاب ہمارے رسول تمہارے پاس آ

رَسُولُ اللَّهِ يُبَيِّنُ لَكُمْ كِتَابَ مَا جَاءَكُمْ
تَحْكُمُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقْبَعُونَ
عَنِ الْغَيْبِ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ
نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (آل عمران ۳۴)
اپنے ہیں کتاب میں سے جو کرم تمہارے رہتے ہو
اس کا بہت سا حضم تم کو مل کر بیان کر دیتے
ہیں اور بہت سے امور کو دکھاتے رہتے ہیں۔
بیکاس تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی
آگئی اور ایک واضح کتاب۔

اور ضروریوں سے تو قرآن میں یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ کو مبارک کاذن بھی دے دیا جائے نبوت
میں کے وقوع کے بعد ارشاد ہوا ہے۔

فَمَنْ حَاكَمَكَ فَيَشْهَدْ مَعَكَ
جَاءَكَ مِنَ الْغَيْبِ فَقَدْ تَعْلَمُونَ
مَنَ عَاقِبَتَهُمْ فَإِنْ جَاءَكُمْ مَنَ
وَنِسَاءُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا عَزْمَ لَهُمْ
تَبْتَغُونَ فَتَجْعَلُ لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَيْكَ
الْفَكَرَ فِيهِ (آل عمران ۶۱)
پھر جو کوئی آپ سے اس معاملہ میں محبت کرے بعد
اس کے آپ کو کلمہ بھی پہنچ جائے آپ کیسے
اچھا نہ ہو! اپنے دشمن کو بھی بلا میں اور تمہارے دشمن
کو بھی اور اپنی طرف سے کوئی اور نہ ہو! ان دونوں کو بھی
اور آپ کو بھی اور تمہارے دشمن بھی پھر تمہارے
سے راہ گزیر اور جو کوئی آپ کی لعنت میں نہیں۔

تاریخ میں آتا ہے کہ یہ وفد ہجران کے پادریوں کا تھا جو سلسلہ میں مدینہ میں حاضر وقت
ہوا تھا۔ ان سے ایک معاہدہ صلہ ہو گیا اور مبارک کتبہ میں مسیحیوں نے نہ کی۔

پہلیت، جموں۔ اس وقت کے نصاریزوں نے حضور اللہ کے روحانی پشیمانوں کا رویہ سلام
اور شاعر اسلام سے متعلق بلا جہد روانہ اور اپنی خوش و خوشو لیے ہوئے تھا چنانچہ انشاؤں
ہوا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اقْرَبَ بِرَبِّهِمْ مُّؤَدَّةً
يَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ نَبِيِّ كَالْأُولَىٰ أَلَيْسَ
نَحْنُ عِندَ اللَّهِ بِأَقْرَبَ بِرَبِّهِمْ فَهُمْ يُخَسِرُونَ
وَرَهْمَا نَا وَارْتَحِمُوا لَا يَسْتَخِيرُونَ
وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُمَا أَنْزِلْ إِلَيْنَا الرُّسُولَ
مسلمانوں کے ساتھ دوست رکھنے میں سب سے زیادہ
قریب ان لوگوں کا کہنے گا جو اپنے کرنا دہائی کہتے
ہیں اس سبب سے کہ ان میں ازبست سے عالم
ان بہت سے آگ دینا دینا میں اور اس سبب
سے کہ رنگ منکر نہیں ہیں اور سب وہ اس کام کو

تَرَىٰ أَهْلَهُمْ يَنْتَهِضُونَ مِنَ الدِّعَةِ
مَكَارِفُهُمْ مِنَ اللَّحْرِ يَقُولُونَ
وَلَيْسَ أَهْمًا قَدْ أَفْضَلْنَا مَعَ
الشَّاهِدِينَ.

(المائدہ: ۸)

اظهار ہے کہ جسے غرضی ہو اور اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ معاہدہ ال کتاب کے
ان مذاہل کے بیان سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہے۔ جو کہ انہیں تھے سب کے سب ایسے
ہی تھے قرآن مجید ہی کی شہادت ہے کہ بعض ان میں سے اہل حق تھے اور اعتدال
پر قائم۔

وَمِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۖ

(المائدہ: ۹)

اور ایک اور جگہ ذکر فرمایا گیا

لَيْسُوا سَوَاءً أَوْ مَنِ أَهْلُ الْكِتَابِ
أُمَّةٌ قَاتِلَةٌ يَتَشَكُّونَ آيَاتِ اللَّهِ
آثَاءَ الظَّالِمِينَ وَهُمْ يُجَادُونَ.

(آل عمران: ۸۵)

اور نیز یہ لوگ تو آخر کار دین اسلام میں شامل ہی ہو گئے تھے۔ لیکن جو لوگ بدستور
اپنے دین پر پختہ رہے۔ ان کی بھی دو قسمیں دیانت داری کے لحاظ سے تھیں۔

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَذَرْتَهُ
يَقْتُلْكَ تَوَدُّ لَكَ الْمَلِكَ وَمِنْهُمْ مَنْ
يَبْذُلُونَ بِكَ أَكْثَرَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ
عَلَيْهِمْ تَوَدُّكَ أَتَاهُمْ قَالُوا لَسْتَ
مَعَنَا فِي الْأَحْيَاءِ مِنْ مَسْرِبَتِهِمْ وَيَقُولُونَ

عَلَى الْأَعْدَاءِ كَذِبٌ وَهُمْ يَتْلُونَ.

(آل عمران: ۸۵)

ہرگز نہیں کہ وہ جو ادھر سے اس لیے کہ لوگ کہتے ہیں کہ
یہ لوگ اللہ پر جھوٹا دعوہ رہے اور اسے مانگتے بھی ہیں
یہ تعالے کہ وہ راست حال ان یہود اور کل اہل کتاب کا جن سے آنحضرت صلعم کو
براہ راست سابقہ بڑا تعارض سے ظاہر ہو گیا کہ ان میں کتنی کم صلاحیت قبول حق کی
باقی رہ گئی تھی اور ان کے انہوہ عظیم میں کتنے کم ایسے رہ گئے تھے جن سے کسی قدر توقع
اصلاح کی قائم کی جاسکتی تھی۔

کتاب نماز (مترجم و مکمل عکسی) از مولانا عبد الرحمن میرواتی

نماز مترجم کے علاوہ مسائل نماز، مسنون و عائیں، خطبات جمعہ و عیدین و
خطبہ کجاح، سورۃ ملک سورۃ یس کے علاوہ آخری دس سورتیں۔ چھ
باتیں خوبصورت پلاسٹک کوڑ قیمت ۵۰/۳ روپے

(ج)

منافقین

قرآن کی سورتوں میں کثرت سے ذکر مشرکین کا آتا ہے۔ جو پھر اسلام کے پیام اور پیامبری کے کلمے ہونے نہ سکتے اور مکہ میں قرآن کے براہ راست مخاطب تھے۔ مدنی سورتوں میں اس کے برعکس ذکر یہود و نصاریٰ کے ساتھ ساتھ اودان سے زیادہ کثرت سے ایسے طبقہ کے لوگوں کا آتا ہے جو رسول و رسالت کا کھلا ہوا منکر نہ تھا بلکہ بظاہر معتقد و مطیع تھا۔ لیکن بنیانی اقرار پر بھی انکا رد غالب تھا۔ اپنے آپ کو شل گروہ مومنین میں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن عقائد و مشرکین یا یہود کے رکھتا تھا اور بد پر وہ سازشیں اسلام اور شارع اسلام کے خلاف کرتا رہتا تھا۔ قرآن کی اصطلاح میں یہ لوگ منافقین کہلاتے ہیں اور قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کے منافقین کے چار طبقوں میں سے ایک مستقل طبقہ ان لوگوں کا تھا

قرآن مجید نے اکثر انہیں براہ راست منافقین ہی کہہ کر یا کہاتے اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس گروہ میں عورتیں بھی خاصی تعداد میں شامل تھیں اس لیے کہ قرآن مجید نے منافقات کا حفظ لاکر ان کی تشریح بھی کر کے چار مقامات پر تو کی ہے، اور کہیں کہیں بچائے ام کے۔ اس طبقہ کے لیے صفہ فصل سے خبر دی ہے۔ مثلاً الذین نافقوا اور کہیں اس طبقہ کے لیے الذین فی قلوبہم مہم مدھن لایا گیا ہے یعنی وہ لوگ جن کے دلوں کے اندر روگ ہے۔ اسی طرح کل لاکر اس طبقہ کا ذکر قرآن مجید کے مدنی حصہ میں خاصی کثرت سے ملے گا۔

ان کے ذکر کا آغاز کس پانچے کہ قرآن مجید کے آغاز سے ہوتا ہے سورۃ البقرہ کا دوسرا ہی رکوع ہے، اگر پہلے رکوع میں مومنوں اور منکرلوں دونوں کے ذکر کر کے بعد دعائے بیان سامنے آتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ (البقرہ ۱۳)

مکہ کوگ ایسے لوگوں میں جزبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ اور دین جزائیر جلاکھ و خدا ہیں صاحب ایمان نہیں۔

ان کے عین قلب میں ایمان کا لڑا بھی گذر نہ تھا ان کا کاروبار تمام تردید و دانستہ و حوکہ بازی اور فریب و ہی کا تھا۔

يُخَذُّ عُنَى اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا (یعنی وہ لوگ اسے ہیں اپنے خیال میں) اللہ کو کہ دوسرا یخذه عُنَى إِلَّا أَفْقَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ۔ ایمان و امن کو۔ جلاکھ کوئی بھی ان سے دھوکا نہیں کھاتا ہے۔ سو ان کے اپنے نفس کے اور پاس کا بھی اور کون نہیں رکھتے۔ (البقرہ ۲۰)

ان کے قلب کے اندر حسد و نفقہ کا مرض تھا۔ اسلام کی ترقی و دھوکہ دیکھ انہیں اور میں پیدا ہوتی تھی اداس مرض کی آگ اور بھڑکتی رہتی تھی۔ انہیں تکذیب رسول کے علاوہ اس نفقہ کی خصوصی سزا کی خبر دے دی تھی۔

فِي قُلُوبِهِمْ قُرْصٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ۔ (ایمان)

ان کے دلوں کے اندر بیماری ہے تو اللہ نے ان کے مرض کو اور ترقی دے دی۔ انہیں عذاب دینا کہنا ہے۔ اپنے اس جھوٹ پر۔

ان کی اس منافقانہ زندگی کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ اللہ کی زمین پر گناہ پھیلے اور جب انہیں ان کے اس نتیجہ پر نمائش کی جاتی تھی۔ تو اسلئے ان کی تردید و تکذیب کہتے اور اپنے کو پاک صاف ظاہر کرتے۔

وَإِذْ أَقْبَلْنَا لَهُمْ ذُرِّيَّتَهُمْ لَافْتِنَا فِي الْآخِرِينَ فَأَلَا تَعْتَبِرُونَ (البقرہ ۱۲۹)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر گناہ پھیلے تو کہتے ہیں وہ ایمان اور توبہ کیا کرتے دیکھ

أَذَانَهُمْ هُمْ الْمُفْسِدُونَ وَلَيَحْمِلُنَّ
ثَوْبَهُمْ وَنَحْوَهُمْ (البقرہ: ۲۷۸)
ہیں۔ خوب سن کر مفسد ہی رک میں اور یہ اس
کا بھی خبر نہیں رکھتے،

پھر گناہ ان کے اس دور سے پہلے کا ذکر ہے کہ جب مسلمانوں سے ملے ہیں تو ان
کی اہل میں ہاں ملنے لگتے ہیں اور سب شیطان صفت معاندین اسلام کے ساتھ مل
بیٹھے ہیں تو ان کی سی کئے گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمانوں کو بنا رہے تھے۔ قرآن
ان کے جواب میں کہتا ہے کہ یہ سب کس کی بنا بنا رہے گئے۔ اپنے خود ہی بن رہے
ہیں اور اپنے عصیان و طغیان کے رد میں اور جیسے ہی جاسے ہیں اور ان کو خوب
عام مومنین کی طرح قبول اسلام کی دعوت دی جاتی ہے تو ان کو اور اتار کر کہتے ہیں کہ
کیا ہم بھی ان لوگوں کی طرح کچھ سادہ لوح ہیں۔ اس کے بعد قرآن نے ان کی تہیت
گراہیوں اور کج باتوں کی دند و تھلیل سے میل سے بیان کی ہیں اور ان کے انجام بخیر
ہونے کے بجائے ان کے انجام بد ہونے کی خبر دی ہے۔

ان کی ایک عادت بھی کہے جارہے تھے کہ کفر و انکار کے رک جاتے تھے اور سب
گرفت ہوتی تھیں مگر ہوتے۔ حالانکہ اس کے بعد توبہ ظاہری اسلام سے بھی نکل جاتے۔
يُحٰدِثُونَ بِاللّٰهِ مَا كَانُوا لَا يَفْعَلُونَ
فَاَنزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْغُلُوبَ وَكَفَرُوا
بِعَهْدِ اِسْلَامِهِمْ وَكَانُوا يَسْلَمُونَ
يَسْلَمُونَ (الزمرہ: ۱۰)

اس آخری سورت سے
لوگوں کے پیش نظر تھا جو حال نہ بہرہ کا اور چونکہ آیت ایک عزمہ کے سیاق میں ہے اس
لیے عجب نہیں کہ ان آیتیں کے سانچوں کا مقصد شکرا اسلام کے اندر پھوٹ ڈالنا اور
رکشیں پیدا کرنا ہو۔ جیسا کہ روایات سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔

یہ مسلمانوں کے سامنے آکر جھوٹی قسمیں لکھا کر انہیں اپنے سے راضی کر لینا اور

اپنے سے پرچا لینا چاہتے تھے اور چونکہ مسلمانوں سے ملے جلتے اور بظاہر انہیں کے
گروہ میں شامل بنا رکھتے۔ اس لیے اس کو کشش میں کا سبانی ان کے لیے کچھ دشوار
بھی نہ تھی۔ حالانکہ اگر صداقت و دیانت اور بھی ہوتی تو کشش اللہ اور اس کے رسول
کی رضا ہونی کی کڑے رہتے۔ ارشاد ہوا ہے۔

يُحٰدِثُونَ بِاللّٰهِ كَذِبًا كَبِيرًا
وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ
اس کے نزدیک تو مومنوں کے سامنے قسمیں لکھتے ہیں
کہ تم پر چاہیں۔ حالانکہ اللہ اور اس کا رسول ہی
اس کے نزدیک حق و مہم ہیں۔ (الزمرہ: ۷۵)

جھوٹی قسمیں میں یہ لوگ مجھے ہونے لگے۔ لیکن زبان وحی بھی براہیان کی نقاب کشی
کر رہی تھی۔

يُحٰدِثُونَ بِاللّٰهِ اِمْنًا كَبِيرًا
وَمَا هُمْ بِمُتَّقِينَ وَلَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
يَعْرِضُونَ (الزمرہ: ۷۵)
یہ لوگ اللہ کی قسمیں لکھا کر کہتے ہیں کہ تمہیں
میں سے ہیں۔ حالانکہ وہ تمہیں سے نہیں ہیں بلکہ
یہ کہہ لوگ بد ملتے ہیں۔

صدق دل سے رسول پر ایمان لانا ان کی زبان پر آتا ہے۔ یہ لوگ رسول کی بدگئی کرتے رہتے اور
طرح طرح آپ کی اہمیت قلب کے باعث جھٹلتے۔

وَمِنْهُمْ اَشِدَّاءُ يَنْهَوْنَ دُونَ النَّبِيِّ
وَيَقُولُونَ حُرِّمُوا
انہیں میں وہ لوگ بھی ہیں۔ جو نبی کو اہمیت پہنچاتے
رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کو کہیں کے کہیں۔

(الزمرہ: ۷۵)
یہ جھوٹ بولنے و تمسخر کرنے اور بات بنا لینے میں شائق اور عیاں ہونے کے
باوجود قرآن جو ان کی بد رویہ کرنا تھا اس سے ڈرتے رہتے اور اس کا کچھ بھی
علاج ان کے بس میں نہ تھا۔ آسمانی ریکارڈ میں شہادت موجود ہے کہ

يَعْبُدُونَ الشَّيْطَانَ اَنْ شَاءُوا
عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ مِّنْ فَسْتٍ فَعَمِلُوا فِى
قُلُوبِهِمْ قُلْ اسْتَفْهِزُّوْا اِلٰهًا
یہ لوگ اس سے اندیشہ کرتے رہتے ہیں کہ اسانی
پر کیا ایسی سورت نازل ہو جائے جو ان کی ان
منافقوں کے دلی الغیر پر مطلع کر دے آپ فرما

مُخْرَجٌ مَّا تَخَذُوا زُفًى۔ دیکھ کر چاقم سزا کرتے ہو۔ یہ نیک اللہ اس

بہتر گرفت برقی تو بڑا حیلہ اپنے بچاؤ کا ان کے پاس یہ تھا کہ کہیں وہ اپنی یہ عقائد

خیالات ہمارے تقدوس سے ہی ہیں یہ آپس تو ہم نفس خوش طبعی کے طور پر کہہ دیتے ہیں۔

وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ لِيَقُولُوا لَنَا إِنَّمَا شَرِكُوا بِكُم مَّا تَكْفُرُ بِهِمْ (الزمر: ۲۵)

اگر آپ سے کہیں کہ ہم نے ان کے لیے جو کچھ آپ نے ان کے لیے کہہ دیا ہے۔

قرآن نے اس عجیب و غریب ضد گناہ کا جواب دیا۔ وہ بھی سننے کے قابل ہے۔

قُلْ إِنَّمَا اللَّهُ وَآلِيَاهُ وَرُسُلُهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (آل عمران: ۱۷۶)

کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ان کے لیے جو کچھ آپ نے ان کے لیے کہہ دیا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا اللَّهُ وَآلِيَاهُ وَرُسُلُهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (آل عمران: ۱۷۶)

کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ان کے لیے جو کچھ آپ نے ان کے لیے کہہ دیا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا اللَّهُ وَآلِيَاهُ وَرُسُلُهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (آل عمران: ۱۷۶)

کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ان کے لیے جو کچھ آپ نے ان کے لیے کہہ دیا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا اللَّهُ وَآلِيَاهُ وَرُسُلُهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (آل عمران: ۱۷۶)

کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ان کے لیے جو کچھ آپ نے ان کے لیے کہہ دیا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا اللَّهُ وَآلِيَاهُ وَرُسُلُهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (آل عمران: ۱۷۶)

کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ان کے لیے جو کچھ آپ نے ان کے لیے کہہ دیا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا اللَّهُ وَآلِيَاهُ وَرُسُلُهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (آل عمران: ۱۷۶)

کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ان کے لیے جو کچھ آپ نے ان کے لیے کہہ دیا ہے۔

یقیناً ان کے اصرار سے صاف اشارہ ان کی ترویج کمال کی طرف نکلتا ہے اور

اس کے اوپر ذکر ان کی عام بد اخلاقی و بد کرداری کا بے قیود بیان نکلتا تھا۔ وہ بھی قرآن نے

ظاہر کر دیا ہے۔

لَسَوْا لَكَ لَبِيبٌ (آل عمران: ۱۷۶)

اس صورت حال کا ایک قدرتی قیود بھی نکلا کہ اس طبقہ کا ذکر بار بار کافروں اور

مشرکوں پر عطف ہو کر کیا ہے اور ان کے انجام کا شرک ان کو بھی بتایا گیا ہے۔ مثلاً۔

وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَرْتَابُهُمْ وَتَرْتَابُهُمْ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَرْتَابُهُمْ وَتَرْتَابُهُمْ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَرْتَابُهُمْ وَتَرْتَابُهُمْ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَرْتَابُهُمْ وَتَرْتَابُهُمْ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَرْتَابُهُمْ وَتَرْتَابُهُمْ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَرْتَابُهُمْ وَتَرْتَابُهُمْ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَرْتَابُهُمْ وَتَرْتَابُهُمْ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَرْتَابُهُمْ وَتَرْتَابُهُمْ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَرْتَابُهُمْ وَتَرْتَابُهُمْ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَرْتَابُهُمْ وَتَرْتَابُهُمْ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَرْتَابُهُمْ وَتَرْتَابُهُمْ

يَا لَهَّ ظَلَمَ الشُّوْ (۱۵۸)
 اللہ کے ساتھ جسے برے گمان رکھتے ہیں۔

اور تقریباً ہی غلط ایک جگہ اور دوسرے جگہ ہو چکے ہیں۔

يُؤْتِيكَ اللَّهُ الْمَالَةَ الْفَاقِيَةً وَالْفَقِيَّةَ الْعَالِمَةَ بِمَا كَانَتْ تَعْبُدُ
 اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک

(الاحزاب ۹۶) عورتوں کو

ان منافقین کا اصلی جرم تو ان کا یہی غناق تھا۔ یعنی دل میں کچھ نہایت پرکھیہ، دل سے خاص انکار اور زبان پر محض افواہ۔ قرآن مجید مسلمان کی فرد جرم میں نمبر اول پر اس کو رکھا ہے۔

يَتَوَلَّوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ يَمْشِيْنَ فِي
 یعنی نائزوں سے وہ بائیں کھتے ہیں جو ان کے دلوں
 قُلُوْبِهِمْ (۱۵۹) میں باطل نہیں ہیں۔

لیکن اس بنیادی اور اعتادی جرم کے علاوہ ان کے علی اور انتہائی جرائم بھی کچھ کم قابل موافکہ و قعزیر نہ تھے۔ مدینہ میں رو کر عین و پاک دامن مسلمان باشندگان شہر کی بدترابی اور دشمنی میں گئے رہنا ان پر کمال کی اصطلاح میں سرحد جنگ جاری رکھنا۔ یعنی شہر میں دہشت انگیز افواہیں پھیلانے رہنا۔ ان لوگوں کا مستقبل شمار ہی کیا تھا تو ان مجید سے اس سیاق میں ان کا ذکر کر کے ان کے لیے سزا نہیں بھی انتہائی اور بدست انگیز تجویز کر دی ہیں۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْفَاقِيَةُ وَ
 اگر بدائیت میں منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں
 النِّفَاقِيَةُ فِي قُلُوْبِهِمْ مَسْرُوعًا وَالْمُؤْمِنِيَّةُ
 میں مرض ہے اور مدینہ میں افواہیں لاتے رہتے
 فِي الْمُسْلِمِيَّةِ لَمْ يَنْتَهِ لَكُمْ نَدَا
 میں تو ہم سب کو ان پر ضرور مسلط کریں گے۔ پھر
 يُجَاوِزُ نَدَا فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ
 یہ لوگ شہر میں آپ کے پاس شہر بھی نہ پائیں گے
 أَتَيْنَا فَتَبَيَّنُوا وَاحْذَرُوا فَتَبَيَّنُوا
 مگر ان بہت ہی کم اور وہ بھی اندیشہ زد ہیں جن
 تَبَيَّنُوا (۱۶۰) (احزاب ۹۷) کہیں مل گئے ان میں بڑا اندیشہ کے لئے اڑا دیے۔

ان کا غلطی پیدای اور دعائی زندگی کا لازمی نتیجہ ہی تھا کہ آخرت میں ان کا انجام

سب سے بدتر قرار مارا کہ ایک تو قبول اسلام سے انکار اور مسلک کفر و شرک پر مجبور و اس پر اضافہ اس دیا، دیکھو کہ اگر ہم تو تسلیم و میں ہیں ارشاد ہوا ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدِّمَارِ لَكِ
 بیگ منافقین و دوزخ کے سب سے بڑے
 الْأَشْقَىٰ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ
 طبقہ میں ہوں گے اور وہ بگڑا ان کا کوئی مددگار نہ
 تَعْيِيْنًا (۱۶۱) (النساء ۲۱) پائے گے۔

ادمان کے خلاف کچھ پلاداش میں ان کا انجام آخری و دود لا کر دنیا میں بھی ان کے ساتھ معاملہ سختی کا رکھا گیا ہے اور انہیں کافروں ہی کی صف میں رکھ کر پیسہ کو حکم ان کے خلاف بھی جاری رکھا ہوا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الْعَمَاءُ
 اے نبی ہمارے کافروں اور منافقوں سے کیجیے اور
 الْمُنَافِقِينَ وَاعْلَمُوا عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ
 ان پر سختی کیجیے ان کا منکرانہ دوزخ ہے اور وہ بڑی
 جَهَنَّمَ وَيُؤْتَسَّرُ الْمُنَافِقُونَ (الزلم ۲۲) بڑی تیز ہے۔

یہ آیت ابھی سورہ فتح کی تلاوت ہوئی اور یعنی یہی آیت سورۃ التوبہ رکعہ میں بھی وارد ہو چکی ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ یہاں لفظ جہاد اپنے لغوی معنی میں یعنی سختی و کوشش کے مراد ہو کر آیا ہے نہ معنی میں تینوں جہت بد کی اصطلاح ہے اور تین جہت میں اس کے لیے لفظ تامل ہے اور لفظ جہاد میں حضور صلی علیہ وسلم کے لیے پوری گنجائش باقی رہی کہ آپ اپنے اجتہاد کو اسے جیسا مناسب سمجھیں جہادی معاملہ کافروں اور منافقوں کے ساتھ ان کے ادمان کے حسب حال کریں۔

کہیں کھلا ہو کھنڈر و شرک تھا اس مرض غناق کا سہارا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ ہی میں آیا اگر ناپاک کفر و منافق نہیں آکر لے آدلیاں میں وہ چلا گیا اور سن ساز طبع بھی تھا۔ جو حضور کی فطرت حسد کے کمال فراست و دانائی کے باوجود اپنے کو کفری نہ رکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ قرآن مجید نے عمل حسد کر دی ہے۔

وَيُؤْخَذُ مِنَ الْمُنَافِقِينَ يُؤْخَذُ وَاعْلَمُوا
 اور مدینہ والوں میں سے غناق کی حد کو ملانے پر پہنچنے
 الْإِثْقَانِ لَا تَنْفَعُهُمْ نَفْعًا مَّعْلُومًا
 ہونے سے۔ آپ ان کو نہیں مانتے ہم ان کو

اور یہ قرآن کے لیے ایک معمولی سی بات تھی کہ ایک باجیب ایک جاگیر میں کے موسم میں پڑا تو اگر لوگ مسلمانوں کو مشورہ دیتے کہ اس سخت موسم میں کہاں بھٹکے گویا جادو بھی ان کے خیال میں کوئی بیرونی تفریح کی چیز تھی جس کے قسم کی تھی۔ قرآن نے ان کا قول نقل کر کے جواب بھی لکھا سخت درجہ ہے۔

فَالْوَا لَا تَسْتَفْرِؤْا فِي الْحَرْبِ
قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَّوْ كَانُوا يَفْقَهُوْنَ فَلْيَضْحَكُوا وَ قَلِيلًا وَ
لَيَبْلُغَنَّ الْكَشِيرُ أَخْبَارَ الْبَاطِلِ كَانُوا يَكْفُرُونَ۔ (النور ۵۸)

یہ غیب کی سفاخی اور دعائے مغفرت جس درجہ مؤثر اور زور دار ہوتی ہے ہر مسلمان کو معلوم ہے اور قرآن مجید خود اس کی اہمیت پر بار بار توجہ دیتا ہے لیکن منافقین کے قلب چونکہ شرمہ ایمان ہی نہیں رکھتے۔ اس لیے قرآن مجید نے براہ راست حضور کو مٹا دینا طلب کر کے تصریح کر دی کہ ایوں کے حق میں آپ تک کی دعائے مغفرت کام نہ سے خواہ آپ کتنی بھی کرتے ہیں۔

اسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ
اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً
قَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ۔

(النور ۵۸)

روایتوں میں آتا ہے کہ آپ نے اپنی نہایت رحمہ کی بنا پر اس آیت کے باوجود ایک مرتبہ منافقین کی نماز جنازہ پڑھائی اور غلط "ستر" کے عدد سے فائدہ اٹھا کر یہ کہا کہ میں استغفار ستر سے زیادہ بار کر دوں گا۔ دعا لکھو آپ جیسے فصیح اللسان سے بڑھ کر کہ ان اس سخت سے واقف ہو سکتا تھا کہ مراد وہ زبان میں ستر سے مراد کثرت استغفار ہے نہ کہ کوئی معین عدد اس پر یہ حکم قطعی طور پر نازل ہو گیا کہ ایوں کی کبھی نماز پڑھئے اور نہ ان

کی قبر پر ہی ہو جائے۔

لَا تَحْشُرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَقْعُدْ لَهُمْ مَنَاسِكَ
اَيُّهُ اَوْ لَا تَقْعُدْ لَهُمْ مَنَاسِكَ
اور نہ اس کی قبر پر گھومنا ہو جائے۔
بڑی چڑھان لوگوں کو آیات احکام سے بستی اور جہاد و قتال کے احکام سن کر تو ان کی جان ہی سوکھ جاتی۔ قرآن میں یہ اس منظر کی بڑی کس کسٹی کی ہے۔

فَاِذَا اَنْزَلْنَاهُ سُورَةً فَخَرَّ سَاجِدًا
وَدَّ كَرِيهًا اَلْقَتَالِ اَيُّهُ اَلْقَتَالِ
فِي قُلُوْبِهِمْ مَّرْصَنٌ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ
نَقْلًا مِّنْ مَّقَالِدِ عَلَيْنَا مِنَ الْمَوْتِ
قَاذِلِيْ لَهُمْ۔ (محمد ۳۵)

بڑے عزیز پر اس وقت ہوتے ہیں۔ جب ان کے سر اُٹھنا شروع ہوجاتے تھے اور اللہ تعالیٰ خود یا رسول اللہ کی زبان سے انہیں اس قسم کی آیتیں سنوا دیتا تھا۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ اَسْرَارَهُمْ۔ (ایضاً)
اور انسانی تکلیف اور ہوا سی ان پر اس وقت ظاری ہوتی۔ جب رسول الہی کی زبان سے انہیں اس قسم کے غیبی پروانے وصول ہوتے۔

اَمْ حَسِبْتَ اَلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ
مَّرْصَنٌ اَنْ لَّنْ يَخْبُرَكَ اللهُ اَصْفَا فَعَلِمَ
وَلَوْ نَشَاءُ لَا نَرِيْنَا لَهُمْ فَتْهَنَ
يَوْمَئِذٍ وَلَسْتَ مِنْهُمْ فِيْ عَصَفٍ
الْقَوْلِ۔

(محمد ۳۴)

اپنی مادی فروعی زندگی میں یہ کس سے دیکھ ہوئے نہ تھے۔ بلکہ ان کی معاشرت ملوث ہوا ہے۔ خاصہ بلند و مستار تھی اور ان کے ظاہر میں ایک طرح کی کشش یا دلکشی بھی تھی

فَالَّذِي بَاتِلْنَاهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا
فَطٰغَوْا عَلٰی فُلُوْصِهِمْ فَاَنْفَعُوْا
(الحاقول ۵۱)
ان کے دل پھر میں اور یہ شیعیت کے بدلے ہیں۔ اس لیے کہیں سے کوئی آواز
بلند ہوئی اور یہ اسے اپنے ہی اوپر بکھے۔

فرمان کا کہ اپنے ہی اوپر خیال کرتے ہیں۔
انابت و شہادت کا گدردان کے قلاب میں کہاں۔ زعم و ہندو میں مبتلا یہ رسول کی خدمت
میں اپنے استغفار کے لیے حاضر ہونے کے بجائے اور لوہے کے آگے الٹے پھرتے ہیں
وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَفْزِزُوْا
نَسُوْا اللّٰهَ لَوْلَا اَوْحٰى سَمْعُكُمْ وَاٰيَاتُهُمْ
يُضِلُّوْنَ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ
(الافقون ۵۱)
یہ بھی صراحت بتا دیا گیا۔ جیسا کہ سورۃ توبہ کی ایک آیت کے ذیل میں پہلے ہی گذر
چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بدست و مستفکر کی دعا سے مغفرت بھی ایسے ثبات
نہوں کے حق میں قبول نہ ہوگی۔

ثُمَّ اَوْحٰى اِلَيْهِمْ اَسْتَغْفِرُوْا لَهُمْ
اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ
لَهُمْ۔ (ایضاً)
عملی حالت ان کی یہ تھی کہ خود صاحب شہادت مسلمانوں کو ترغیب دیتے رہتے تھے
کہ رسول کے ساتھیوں کو پرکھ کر خیر نہ کرو۔ مالی اعدا کی طرف سے مایوس ہو کر یہ بھیجے خود
ہی چھینے جاسے کہ گویا رسول ان کی حق کی تبلیغ کے لیے بندوں کی امداد کے تمام تر
محتاج تھے۔ قرآن مجید سننے کے اس حقیق کی پروہدی یوں کی ہے۔
هُمْ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تَنْفَعُنَا

عَلٰی مَنِّ جَنَدِ زَمٰنٍ اِنَّ اللّٰهَ كَشٰى
يَنْفَعُنَا وَيَسِّرْ لَنَا اَمْثَلُ التَّمٰوِيْثِ
وَاَلَا نَضِرُكَ اِنَّ السَّاعِيْنَ لَا
يَنْفَعُوْنَ۔ (ایضاً)
اگر پیش میں ان پر کھیر نہ کرو۔ یہاں تک کہ یہ
آپ ہی منشر ہر مایوس گئے۔ حالانکہ اللہ ہی کہیں
مادے غزنے آسمان اور زمین کے البتہ نہایت
اے بکھتے نہیں۔

اور پھر منافقین کے جو یہ دم دایے تھے کہ میان جنگ سے دلپی کے بعد سنا
کو ترس نس کر ڈالیں گے۔ ان کی اس بد فہمی کا پروہ بھی قرآن نے یوں چاک کیا ہے
یہ لوگ یہ تھے کہ اگر کم اب عینہ دایس گئے تو
الْمَدِيْنَةُ لِيُخْرِجَنَ الْاَعْرَابِيْنَ
الَّذِيْنَ يَشُوْا الْعِرَّةَ وَلَمْ يَسُوْا
وَلِيُصَيِّرَنَّ السَّاعِيْنَ لَا يَفْعَلُوْنَ
(ایضاً)
سب سے بڑھ کر جامع و اکمل اور ساتھ ہی عبرت انگیز موقع اس طبع کا سورۃ
المدینہ میں نظر آتا ہے کہ روزِ طویل ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کے اس
حاضر بقوت کی ذہنیت کو پوری طرح سمجھنے کے لیے اس کا مطالعہ ضروری ہے سیاق و سمر
مشترک ہے۔ اب آگے سنئے۔

يَوْمَ يَقُوْلُ السَّاعِيْنَ وَ اَلَا تَنْفَعُنَا
وَلَوْ بَدَّلْنٰ اٰمَنُوْا اَنْظَرُوْنَا نَفْعِيْنَ
مِنْ تُوْبِكُمْ قِيْلَ اِنْ جَعَلُوْا اَنْظَرًا
فَاَلْقَسُوْا اَنْزُوْا اَفْتَحَرَبَ بَيْنَهُمْ
يَسُوْا لَكَ اَبَا بَكْرٍ فَيَسِّرْ لَكَ الرِّجْمَ
وَحَاجَّاهُ مِنْ قَبْلِهِ الْعَدُوْا
يَسْتَاذِنُوْهُمْ اَلَمْ تَكُنْ تُحٰمِلُهُمْ فَاَلُوْا
بَيْنَ وَ لِيُصَيِّرَنَّ اَنْفُسَهُمْ
جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے
کہیں گے (جس وقت وہ جنت کو مایوس ہو گئے
امان کے اندر گھونٹا کہ جہاد انتظار کرو کہ ہم نے تم سے
خود سیکھ کر دشمنی حاصل کر لی تھیں جو اب ملے گا کہ
لوٹ جاؤ اپنے پیچھے کی طرف پھر روشنی تلاش کرو۔
اس کے بعد ان کے کہہ دو ان کے درمیان ایک اور آقا
کہہ دو ہانسے کی پس میں ایک دھڑا دھڑا ہوگا اس
کے بعد وہی طرف رحمت ہوگی اور یہی طرف

وَقَدْ كُنتُمْ وَاذُنُكُمْ
عَنَّا نَحْنُ الْكَافِرُونَ
جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَعَزَّ وَكُودُ
يَا أَيُّهَا الْعَرُودُ قَالَ يَوْمَ
لَا يُلْجَأُ مَنكُم مِّنْ ذِيئَةٍ
وَلَا مَنَ الْيَوْمِ كَقَدْرِهِ
مَا أَكُفَّكُمْ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ
وَيَبْقَى الْمَجِيدُ

انکشاف حقائق کے وقت کی یہ صبح اور سن وین آتش کی کسکے دنیا میں بھی ان کی صبح
حالت کا چر با پیش کیا تو یہ تھا آپ کے معاصرین کا وہ دوسرا طبقہ جس سے پیغمبر اسلام کو
سابقہ ملاوہ منکرین و مشرکین، دھرمیتین و شوشین، یہود و نصرانیوں کے اپنی زندگی میں لڑا تھا۔

تمہاری فریضہ ہے اور کیا ہی برا تھا کہ ہے۔

تمہاری فریضہ ہے اور کیا ہی برا تھا کہ ہے۔

(5)

مؤمنین

ہر تھا طبقہ آپ کے ان معاصرین مفاہین کا ہے۔ جنہوں نے آپ کے دعویٰ
نبوت کی تصدیق کی، اور آپ کی زبان سے بے انتہا ایمان، اس کا کام الہی پر ایمان لائے مطلق
میں انہیں صحابہ رسول یا اصحاب رسول کہتے ہیں۔ اپنے اعمال و اطوار، اخلاق و دعائے
میں، اپنے مشاعرہ و علم کی دھڑ سے پرچلے اور یہ حیثیت محمدی ایسے نقل مطابق اصل
ثابت ہوئے کہ خود رسول کے لیے محبت و معیار بن گئے۔ اکبر الہ آبادی نے یہی
تاریخی حقیقت اپنی شاعرانہ زبان میں لول ادا کی ہے۔

خود تھے جو راہ ہر ادا دل کے بادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا!

لیکن ازل تو سب ایک درجہ و مرتبہ کے تھے اور نہ ہو سکتے تھے۔ فرق مراتب
تو لازماً بشریت ہے پھر جن کو جو مرتبہ حاصل ہوئے وہ رفتہ رفتہ صحبت الہی کی برکت
سے حاصل ہوئے۔ اول دن سے کوئی بھی ان میں کامل نہ تھا اور پھر بڑی بات یہ کہ
محبت کامل جس کا نام ہے۔ وہ تو صرف انبیاء کرام کا حصہ خصوصی ہے۔ خدا کی مہربان
سے جب گزرتیں حضرات انبیاء تک پہنچتی رہیں اور غنی اور غنی تک کے فعل تکلیف
ان کے لیے قرآن مجید میں آتے رہے تو یہ غیر معصومین کی صالح و پاک باز جماعت
کب روک ٹوک کے دائرہ سے باہر رہ سکتی تھی۔ قرآن ان معصومین پر گزرتی جماعت
کرنا گیا ہے کہیں اشارۃ اذ کہیں حراحت۔

قرآن مجید کے الفاظ رحماً، بینہماً ابھی آپ کے کان میں گونج رہے ہیں گے اور ان کی کسی شرح کی ضرورت نہیں ہے اور آخر میں توحید میں اس سلسلے میں ہے۔

”اس کے سارے مقدس تیسرے باتحید میں ہیں اور تیسرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔“

اسے پڑھ کر قرآن مجید کے بھی یہ الفاظ اپنے ذہن میں تازہ کر لیجئے رحماً مسجد ابیتنزیل من فضل اللہ ورضوانا توحید کا بیان آپ نے سن لیا۔ اب انجیلی مرع صحابہ بھی سماعت فرمائیں۔ اس لیے کہ قرآن مجید نے توحید کے معانی بیان کرنا بھی لیا ہے اور کہا ہے۔

وَمَعْلَمُهُمْ فِي الْفُجَّيْلِ كَزَرْجٍ
أَخْرَجَ بَلْعًا قَدَازًا قَاشَقْلَقَ
قَاشَقْلَقَ عَلَى سَوْ قَبْ
يُغْجِبُ الزَّوْجَ (الفرقان ۶۵)

موجودہ حرف انجیلوں سے جملہ اس عبارت کی کسی وجہ میں کچھ تصدیق و توثیق کی امید ہو سکتی تھی، لیکن نہیں۔ مثال عبارتیں اب بھی انجیلوں میں باقی رہ گئی ہیں انجیل متی باب ۱ کی آیات ۳۲، ۳۱ جب چاہے پڑھ کر دیکھ لیجئے اور اس وقت تو سن ہی لیجئے۔

”آسمان کی بادشاہت اس راٹی کے دانے کے مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں ہو دیا وہ سب بیجوں سے چھوٹا ہوتا ہے مگر جب بڑھ جائے تو سب تر کاٹوں سے بڑا ہوتا ہے اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے اس کی ٹالیوں پر گھر کر رہتے ہیں۔“

اور آپ چاہیں تو قرآنی ہی عبارتیں انجیل مرقس باب ۴ آیات ۳۰ تا ۳۲ میں نیز

انجیل تو قاطب آیات ۱۸، ۱۹ میں نکال کر پڑھ سکتے ہیں۔

ان خاص شاگردوں اور جانناز توفیقوں نے رسول کا ساتھ ہجرت و ترک وطن میں دیا۔ جہاد و قتال میں دیا اور رسول کے لیے کی خاطر فنا و سب کے قربان کر دیا اپنی جان تک کی بازی گما دی۔ صحیفہ ربانی اپنے کمال ذرہ نوازی اور بندہ پروردی سے اپنے ان بندوں کی روداد و اعلاص اپنے اوراق میں برابر درج کرنا گیا ہے چنانچہ ایک جگہ ہے۔

لَبِئْسَ الْيُوسُفُ وَالْيَزِينُ اَمْثَلُ
مَعْلَا جَا هَدُوْا يَمْوُالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ
اَوْ لَيْكَ لَهُمُ الْغَايَةُ وَ اَوْ لَيْكَ
هُمْ الشُّكُوكُ (توہ ۱۱)

معاذ اللہ کہ اس معزز و متعزز جہاد گس طبقہ کے ہر فرد کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہم کہنے اور کہنے کا دستور ہم مسلمانوں میں پڑ گیا تو اس میں ہجرت کی کوئی بات ہی نہیں ایک دوسرا براہ منفعت و منفوریت ان باطل پیر و ان رسول کے حق میں اور ملاحظہ ہو۔

وَالْيَزِينُ اَمْثَلُ وَ اَوْ لَيْكَ
فِي تَسْبِيلِ اللّٰهِ وَالْيَزِينُ اَوْ لَيْكَ
اَوْ لَيْكَ لَهُمُ الْغَايَةُ وَ اَوْ لَيْكَ
مَعْلَا جَا هَدُوْا يَمْوُالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ
اَوْ لَيْكَ لَهُمُ الْغَايَةُ وَ اَوْ لَيْكَ
هُمْ الشُّكُوكُ (توہ ۱۱)

مفسرین سے اور بہترین مفسرین (الفتح ۱۱) صحابیان رسول کی جہاد پر توجہ دیتے ہیں، مہاجرین اور انصار کی ہیں قرآن مجید نے یہاں اس تقسیم کو قبول ہی نہیں کیا۔ بلکہ دونوں گروہوں کی طرح کامل اس ایک امت کے اندر کر دی۔ ایک گروہ وہ تھا جو اپنے متصفیات ایمان کی تکمیل کی خاطر ہر طرح کے خطرے برداشت کر کے اور کڑی گواہی و مصیبتیں جہل کے اپنے وطن و مال و فروع کے منظر سے ہجرت کر کے اور بے خانان ہو کر دارالہجرۃ مدینہ منورہ کو آیا تھا اور دوسرا طبقہ مدینہ ہی کے باشندوں کا تھا

انہوں کے بھی اپنے مقتضیات ایمان کی تکمیل کے خاطر ان صمیمیت زدوں کی ہنر بازی کی تھی۔ ان بے گھروں کو نئے سرے سے گمراہ دلا بنایا اور ان کی مذمت اور محاکمہ فی میں کوئی رقیہ اٹھانیں نہ سکے۔ ایمان کا حق ادا کرنے والے بزرگان یہاں صاف شہادت دیتا ہے کہ یہ دونوں ہی گروہ رہے ہیں جہاں دوسری جگہ ان دونوں گروہوں کو ان کے اصطلاحی ناموں "مہاجرین" و "انصار" سے یاد کیا ہے اور مداح صحابہ کا قرآنی نمونہ پیش کر دیا ہے۔

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ مَعْهُمْ فِي الْقِيَمَةِ
وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ
اتَّبَعُوا فِي سَاعَةِ الْفَتْحِ
وَمَا كَانُوا بِأَنَّ يَخْلُوبَ
قَبْرِ نَبِيِّ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ
إِنَّهُمْ رِيعٌ رُفُوفٌ رَحِيمٌ

(توبہ ۱۴)

ساعۃ الفتح کے غلط فہم موم ہے۔ مہاجرین و انصار دونوں نے حضور کا ساتھ جنگی کے وقت میں دیا۔ لیکن اہل تفسیر و اہل تاریخ نے اشارہ خصوصی یہاں غزوہ تبوک کی جانب سمجھا ہے جن کی تیاریوں کے وقت سامنا غیر معمولی دشواریوں کا نرا پڑا تھا۔ مبارک ہیں وہ اہل حق جن کا ذکر مصنف زبانی ذکر رسول کے ساتھ ایک جگہ اور اہل مدح و تحسین اسی طرح مکمل کرتا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلَاقُوا فِي الْقِيَمَةِ
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ
اتَّبَعُوا لَهُمْ بِالْحَسَنَاتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
وَرَضُوا لَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ ثَوَابٌ جَبَّارٌ
تَحْتَهَا لَا تَلْهَوْنَ خَلِيلِينَ وَفِيهَا آيَةُ ۱

اور وہ مہاجر و انصار رسالت و قدم میں نیر و نوروں نے ان کی پیروی کی جبکہ کلمہ میں ان کے سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے
اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر کے لاہی کے نیچے میں جاری ہوں گی انہیں وہ ہمیشہ

ذَلِكَ الْغُورُ الْعَظِيمُ (توبہ ۱۵)

بیش بہی گے بہت بڑی کامیابی ہے۔
رضی اللہ عنہم کا فقر و غلبہ تو مکمل کرانہ قدوسیوں کے حق میں وارد ہو گیا اور خیر یہ صحابہ مہاجرین و انصار تو مدوح الہی تھے ہی آیت نے یہ بھی صاف کر دیا کہ بعد والے ہولن کی پیروی کریں گے۔ وہ بھی حق تعالیٰ کی طرف سے سزاوار مدح و ستائش ٹھہر جائیں گے اور باحسان کی قید سے ایک اور نکتہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا۔ یعنی تابعین کا اتباع مستحب و شایع ہے بلکہ اگر باحسان یا حسن میں ملے ہو محض معاشرت یا ہم معاشرت نہیں لے۔

صحابہ سب کے سب شہری ہی نہ تھے ان کا ایک حصہ دیہاتیوں پر بھی شامل تھا یہ لوگ بھی اسے اپنے کمال بنے نفسی سے اپنا مال لیے خدمت دین کے لیے حاضر ہوتے تھے کہ اسی ذریعہ سے انہیں قرب خداوندی اور انعامات رسول حاصل ہو اور یکے قول ان کے عقیدت کے خدراؤں کو حاصل ہوا اور یکے نہ حاصل ہوا اور ان کے

وَعَنِ الْأَنْصَارِ مَنِ يُؤْهِسُ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا
يُنْفِقُ قُرْبَاتٍ عَشِيدًا اللَّهُ وَصَلَوُ
الْقُسُودِ إِلَى آلِهَا قُرْبَةً لِّلَّوْ
سَعِيدِ خَلِمْ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ اللَّهَ
عَفُورٌ رَحِيمٌ

رحمت والا ہے۔

(توبہ ۱۲)

انہیں اعراب و دیہاتیوں کے کفر و فحاشی کا ذکر بھی قرآن مجید میں شد و مد سے آیا ہے۔ لیکن انہیں اہل باہر میں کیسے کیسے غلط فہمی و متبطلین بھی پیدا ہوئے یہ اسی نے مختصراً طے فرمایا کہ انہیں کے زمرہ میں شامل کرنے سے اسی بے احتراز کیا ہے کہ
رساں اتباع احسان میں نہ تھا۔

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

سب سے بڑا کتاب ہے اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی خبر ہے۔

(المائدہ: ۱۱)

انبیاء سابقین کے رفیقوں، مریدوں، شاگردوں کے حالات تفصیل کے ساتھ تو علم نہیں لیکن حضرت نوح، حضرت لوط، حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کے صحابیوں کے ہوتے بھی حالات قرآن مجید یا تو سیرت و تفسیر میں درج شدہ ہیں، ان کا مقابلہ قرآن ہی کی روشنی میں ہمارے رسول اکرم کے جہاں شمار صحابیوں سے کر کے دیکھنے تو ایک قدرتِ خدا نظر آتی ہے اور پہلے اختیار کتنا پڑتا ہے کہ آنحضرت کی شخصیت میں طرح اپنے ذاتی فضائل و کمالات کے ساتھ نوح، عیسیٰ میں مثالی ہوئی ہے اسی طرح اپنے صحابیوں کے اخلاص، ایثار و فلائیت کے لحاظ سے تاریخ عالم میں ایک بائبل امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خطبہ (۸)

معجزات و دلائل

معجزہ یا نایب و نصرت حق کے لیے غارقِ عادت و تشاہیر پر پیر کی زندگی کا ایک لازمی جزو ہے اور انکارِ نبیاء، مثلاً حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت ہود، حضرت عیسیٰ، حضرت یونس، حضرت شعیب، حضرت لوط، حضرت موسیٰ اور حضرت محمد صلی علیہ السلام کے معجزے تو قرآن مجید میں بہ صراحت مذکور ہیں، ایسی صورت میں یہ کیونکر باور کیا جائے کہ جبرائلیا، رسول کا سرور و سردار ہو اس سے کوئی معجزہ سب سے صاف دیکھ نہ رہا ہو۔ — لفظ معجزہ ایک علمی اور کلامی اصطلاح ہے جس کا معنی ہے قرآن مجید میں ایک بڑا جامع لفظ آیت، یعنی نشان استعمال کیا ہے اس کے تحت میں خارجی خوارق اور معنوی دلائل دونوں آجاتے ہیں۔

محمد مصطفیٰ کا سب سے بڑا اور سب سے نمایاں معجزہ وہ کتاب ہے جسے آپ آسمان سے اور جو دوسرے معجزات و خوارق کی طرح وحی اور وحی ہی نہیں بلکہ مستقل اور دائمی ہے۔ اس کتاب نے خود اپنے آپ کو بار بار اس دعویٰ اور تصدی کے ساتھ پیش کیا کہ میں کلامِ بشر نہیں کلامِ اللہ ہوں جس کی مثال اور نظیر ممکن نہیں اور اگر رسول کے متکبرین یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کلام رسول کا گڑھا ہوا ہے تو وہ اس کی ساری سو قوں کا ذریعہ عمل و سورتوں کا اور اسے بھی جانے دیں کہ ایک ہی سورت کا جواب دینا یا کر لائیں اور اس کے لیے انہیں مہلت قیامت تک کی ہے پہنچتی وحی نہیں وہ اور ان کے سامنے حمایتی جب بھی چاہیں اپنے ہاں اور نگاہ کر دیکھ لیں کامیاب نہ ہو سکتے

جہاں قرآن مجید کے معنی صرف مادی خرق عادت یا خالی الجہر کے سمجھتی رہی ہیں۔ اہل جاہلیت عرب نے بھی رشہ و ہدایت کے سرور سے یہی مظاہر پیش کیا جو اب میں ارشاد ہوا۔

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُفْشِلُ عَلَيْهِمْ
کیا ان لوگوں کے لیے یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب انکاری ہو انہیں پڑھ کر سنائی

(المکذوب ۶۵)

ماتنی ہے؟
گر چاہتا ہے دیکر اگر ایمان ہی کی طلب و تلاش ہے تو اس کتاب سے پڑھ کر ایمان لانے والی چیز دنیا و مافیہا میں اور کون ہو سکتی ہے۔

اہل علم میں یہ بحث شروع سے چلی آ رہی ہے کہ قرآن مجید کا عجاز کس لحاظ سے اور کس اعتبار سے ہے؟ کسی نے کہا کہ فصاحت و بلاغت کے معیار سے کسی نے کہا کہ نظم کلام کے لحاظ سے۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ پیشین گوئیوں اور فی خبروں کے پہلو سے۔ ایک اور گروہ کا قول ہے کہ اپنے احکام کی جامعیت اور اپنی تعلیمات کی بلندی کے اعتبار سے۔ اسی طرح اور پہلو بھی اختیار کئے گئے ہیں لیکن خود قرآن کے الفاظ عام ہیں اور ان کا عزم ان تمام پہلوؤں پر حاوی ہے گویا قرآن ایک عجزہ رسول کریم کا ان سارے ہی مشروموں کے اعتبار سے ہے اور اس لیے چیلنج کے اجر میں اعلان کر دیا ہے کہ سارے جن و بشر کو رکھی زور لگا دیکھیں۔ دوسرے قرآن ان کی طاقت سے باہر ہے۔

قُلْ إِنَّمَا اجْتَنَبْتُ الْإِشْرَاقَ وَالْبَغْيَ
آپ کہہ دیجیے بلکہ پیغمبر اگر گمراہ سے بنا تھا وہ
عَلَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَشِيرٌ هَٰذَا الْعَذَابُ لَآ يَأْتِيهِمْ
انسان کو کرمی چاہوں کہ اس عذاب آتے آتے
يَسْتَلِيمُ وَلَا تَكُنْ مِنَ الَّذِينَ
نہاں کیوں، خواہ ایک دوسرے کے دھوکا ہی کیوں

(نہجہ عقل)

اس آیت میں تو ذکر دوسرے قرآن کا تھا یعنی اس سارے قرآن کے مثل کوئی دوسری کتاب لیکن دوسری جگہ تہدیٰ کا معیار لگا کر دس سویتوں تک لے آیا گیا ہے

یعنی اگر پورا قرآن نہیں لے سکتے ہو۔ تو اس کا کوئی معمولی حصہ دس ہی سویتوں کی مقدار کا بنا دیکھو۔

أَمْ يَحْسُبُونَ أَنَّا نَأْتِيهِمْ
کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان پیغمبر نے یہ (قرآن)
سُورَةٌ مِّنْ مَّثَلٍ ذَٰلِكَ نَأْتِيهِمْ
خود گڑھ لیا ہے، تو آپ کہہ دیجیے کہ تم اس کی سی
أَسْتَغْفِرُكُمْ مِنْ ذُنُوبِهِمْ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ
دس ہی سویتوں کی گڑھ کہلے آؤ اور اگر اپنے دھوئی
میں بچے ہو تو ان کے سوا جس کو بھی چاہو اپنی دھو
صَلَاةً عَلَيْهِمْ۔

(ہود ۶۵)

ہوتے ہوئے صلح نہافت ہو گیا کہ مقدار لکھا کر لے ایک سویت کی کر دی گئی اور معلوم ہے کہ قرآن مجید کی ایک سویت کتنی آیتوں کی بھی ہو سکتی ہے۔ اور ارشاد ہوا کہ اگر کمرے ہو تو اپنے سارے حمالہ میں لے کر لے کر ایک ہی سویت بنا لاؤ۔

وَأَن تَنْفَعَهُ فَنَفْسٌ مِّنْ نَّافِعَاتِنَا
اور اگر تم کو اس (کتاب) کے بارے میں شک ہو تو
عَلَىٰ صَبْرٍ وَلَا يُلَاقُوا سُبُورًا وَتَنْفَعُهُ
ہم نے اپنے بندہ (خاص) پر تہا رہی ہے تو اس کی
وَأَن تَعْلَمَ أَنَّ كُتُبَهُمْ مِّنْ كُتُبِ اللَّهِ
اسی ایک ہی سویت بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے
لَنْفَعَهُ صَدَقَتَيْنِ۔
سارے گاہکوں کو بلاؤ۔ گیلنے دھوئی ہی ہے پھر

(ہود ۶۵)

اور تقریباً یہی مضمون ایک دوسری جگہ بھی وارد ہوا ہے۔

أَمْ يَحْسُبُونَ أَنَّا نَأْتِيهِمْ
کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان پیغمبر نے یہ (قرآن)
بِسُورَةٍ مِّنْ مَّثَلٍ ذَٰلِكَ نَأْتِيهِمْ
خود گڑھ لیا ہے، تو آپ کہہ دیجیے کہ تم اس کی سی سورہ
مِنْ ذُنُوبِهِمْ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔
اس کی سی لے آؤ اور اللہ کے سوا جو بھی تھلے

(نہجہ عقل)

ہوتے ہوئے قید ایک چھوٹی سویت کی بھی نہ رہی اور تہدیٰ کی نسبت شاید ایک آیت و ایک آدھ فقرہ تک کے لیے بھی گئی۔

امیت ہے۔ جو شخص ایران، ہندوستان، مصر، عراق، یمن، ان دو ممالک کے عروج و چکوت و
دانش کے بہرہ ور کے بعد آیا وہ رسی واسطی میں مسمیٰ میں علوم عصری کا کمال اہل ہونگا
وہ معمولی طور پر بھی پڑھا لکھا تھا اور وہ اپنی لائی ہوئی کتاب اور اپنے قلم و قلم سے
دنیا کے بڑے سے بڑے حکیموں اور دانشوروں کو بھی درس ہدایت دے گیا کوئی ایسے
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا؟ قرآن مجید نے آپ کے اس معجزہ امیت کا بیان
بیکار کیا ہے اور یہ صراحت بھی ایک جگہ آپ کے تعارف کے سلسلہ
میں ہے۔

أَشَدُّ نَبِيٍّ يُعْزُونَ الرَّسُولُ (مؤمنین) یہودی کہتے ہیں اسی رسول و نبی کی۔
الْقَرِيقَ الْأَعْمَى

اور یہ کہ یہی دور آگے چل کر محکم دیتے ہوئے بھی اسی وصف کو دہرایا ہے۔
فَأَنصَبُوا بِأَيْدِيهِمْ دُرُّهُمُ الْوَسْوَاسِ الْوَسْوَاسِ اِيہیں لادھڑ پاداس کے اسی رسول و نبی۔

الْأَعْمَى (الاعراف ۱۶۵)

تیسری جگہ ہماہل عرب کے لیے محل قنمان و انعام میں ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رُسُلًا مِنْهُمْ لِيُذَكِّرَهُمْ لَعْنَهُمْ (الجمعة ۱۵)
وہ اللہ ہی ہے جس نے انہیں کے درمیان انہیں
میں سے ایک رسول بھیجا۔

حقیقت یہ وصف امیت جس طرح رسول کی ذات کے لیے ایک اعجاز ہے اسی
طرح اعجاز قرآن کی مزید تقویت کے لیے بھی ہے۔ اس کلام جس کے مثل و نظیر
سے بڑے بڑے حکیم و ادیب مل کر بھی عاجز رہیں، اس کی تصنیف پر کسی انہی
محض کا کادر مہیا ہو گا جس کی مثل کے لیے بھی قابل قبل ہو سکتا ہے؟ پناہ پڑتی
جگہ قرآن جہاں آپ کے وصف امیت کا اثبات کرتا ہے وہیں اس کی مزید عظمت
کے ساتھ اس کی اس حکمت و صلت کا بھی اضافہ کر دیتا ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَذَرِي مَا الْكَذِبُ اور آپ نہ جانتے تھے کہ آپ کا یہ کیا چیز اور نہ جانے
لَا تَكْطُفُ بِبَيْتِكَ إِذَا أَلَا وَتَابِ ایتھسے اسے کہہ چکے تھے کہ یہ کیا ہوتا تو اہل

الْمُتَذَكِّرُونَ (سجرات ۵۵) اہل علم و حکمت بھی کہتے تھے۔
یعنی اس وقت ان اہل پرستوں کو کہنے کی گنجائش کہہ چکے تھے کہ یہی تو آدمی پر ہے
کہے ہیں کہیں سے لے کر انہی تصنیف کر ڈالی۔

یہ سب انکار صریح تو آپ کی کتابی اور ظاہری تعلیم سے ہوا ایک جگہ آپ کی قبل
ذرت کی معنوی تعلیم کی بھی نفی کی ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَذَرِي مَا الْكَذِبُ آپ تو یہی نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے۔
لَا الْإِنْسَانُ (الشوریٰ ۷۹) اور انسان کیلئے

اسی امیت ہی کے اعجاز کو نمایاں کر کے کہنے کی ایک جگہ تاریخ قدیم کے وقت
کو بیان کر کے ارشاد ہوا ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّا كُنَّا قَوْمًا مِنْ قَوْمِكَ قَوْمًا مِنْ قَوْمِكَ (سورہ ہود ۵۱) قرآن سے قبل۔
ان کا علم آپ کو تھا نہ آپ کی قوم کو اس انمول

سلسلہ معجزات میں حدیث و سیر کی کتابوں میں دو واقعات کا ذکر شدہ ہے آٹا
سے ایک ان میں سے معجزہ عشق اقرار ہے۔ قرآن مجید کی جس آیت میں یہ ذکر ہے کہ
اس کی تعبیر و تفسیر مختلف طریقوں سے کی جا سکتی ہے اور لازمی نہیں کہ اس کے معنی
طور پر ہی مسمیٰ لیے جائیں۔ پھر بھی اگر اس کو حیات نبوی کا ایک مسلم واقعہ سمجھا جائے تو
قرآن مجید اس کی تائید کے لیے موجود ہے۔

إِنَّمَا تَبَيَّنَ الشَّاعِرُ وَالْفَقِيرُ قیامت کی گڑب گڑب آگے ہے اور پناہ عشق ہو گیا
وَأَن تَبَيَّنَ آيَةُ يُخَوِّضُونَ وَيَقُولُونَ وَخَوِّضُوا اسیدہ کا فرنگ و گدگدائی سامی نشان دیکھیں اس
سے احوال ہی کہتے ہیں اور دیکھیں کہ یہ تو جادو ہے
جو نہاد سے ہوتا آیا ہے۔

(الفرع ۱)

لہ اور اگر اس کی ذمت و حق ساقی و صاف کی آیت کے کو ان میں محض اتفاق سے کہی ہو گئی ہو مثلاً سلسلہ
عالمیہ کے کہ انہیں آپ کے سفر شام کے دوران میں کو بیان قرآن کے سنائی گئیں۔

اہل سیر کے نزدیک یہ ابتدائی کن زندگی میں پیش کیا تھا۔

اور دوسرا مشہور واقعہ شیخ صدر کا ہے جو بعض کے کچھ میں پیش کیا تھا۔ جزئیات و تفصیلات کے ساتھ تو نہیں البتہ اجمالاً اس کی طرف اشارہ اس مشہور آیت میں مل سکتا ہے۔

أَلَمْ تَشْرَحْ لَكَ حَدْرَكَ

کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سوز کھول نہیں دیا

(الانشراح)

سوانح نبوی کا ایک بڑا مرکزہ الہامی واقعہ معراج نبوی ہے اور عام افہام کے ذہن میں اس کا شمار اہم ترین معجزات نبوی میں ہوتا ہے اور حضرت و سیر کی کتابیں اس کی تفصیلات سے بھری ہوئی ہیں۔ بنیادی حیثیت سے دو بالکل الگ الگ جہز اس واقعہ عظیم کے ہیں۔ اور قرآن مجید سے بھی دو فون کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ گو ہر چوں کی تفسیر و تفسیر متعدد پٹروں کی حامل ہے۔ پہلا جہز حرم کے بیت المقدس تک راقی رانا سفر سے متعلق ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ ۖ
لَيْسَ لَكُم مِّنْ عِندِ الْعَزَّازِ إِلَهٌ
الْمُسْتَعِذُّ لَا قَهْرَ لِّلَّذِي يُدْعَىٰ بِآيَاتِهِ مِثْلًا
حَوْلَهُ ۚ لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ آيَاتِهِ
پاک ہے وہ ذات ہر اوقات کے لئے اپنے بندوں کو
کے لئے ہر وہ کبریا سے کسی قدر (بیت المقدس
تک جس کے گرد و پیش ہر منے برکت نہ دے
تاکہ ہم اپنے اس (بند) کو اپنی کشتیاں
دکھائیں۔

(احق اسرائل ۱۵)

مکہ معظمہ سے یروشلم کا فاصلہ سیکڑوں میل ہے۔ طے کرنے میں اس وقت بہتوں نہیں مہینوں کی مدت تک باقی مٹی اتنا بالا فاصلہ ایک شخص کے اندر ہی اندر طے کر لینا یقیناً ایک عجیب اور بہت بڑا عجب تھا۔ قرآن مجید نے عجز کے اس جہز کی تصدیق ہی نہیں کی خود اس کی روایت کی۔

معجزہ کا دوسرا جزو پہلے سے بھی اہم تر و عجیب تر ہے۔ اور وہ یہ آسانی سے متعلق ہے۔ قرآن مجید نے اس کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ اس کی قاضی تفصیلات بھی بیان کر دیں۔

عَلَّمَهُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَلَكِ الْمُرْسَلِ
فَإِنَّهُ يُدْعَىٰ وَهُوَ يُدْعَىٰ فَالْأَخْلَاقُ
وَلَمْ يَكُنْ لَّكَ فِئْكَانٌ فَتَوَسَّيْ
أَوَدَّ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَن يَدْعُوا
مَنَّا وَهُمْ لَا يُدْعُونَ إِلَّا اللَّهَ فَمَا لَهُمْ
بِإِلَهِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ لَهُمْ عَنِ
الَّذِينَ يُشْرِكُونَ بِاللَّهِ
رُوْنَا عَلٰى مَا تَوَصَّيْ

(النمل ۱۸)

بیان ابھی ختم نہیں ہوا ہے آگے ارشاد ہوتا ہے۔
اور انھوں نے اس (فرشتہ) کی ایک بارادری
و کچھ عرصہ بعد انھیں کے قرب کو اس کے سرسبز
جنت الہامی نے یکساں مدد کو لپٹ لیا تھا۔ جو
بہتر کر لپٹ رہی تھیں۔ ان (پیشوا) کی نگاہ نہ توئی نہ
ہوئی تھیں انھوں نے اپنے ہر دور کار کی قدرت کے
بڑے عجائبات دیکھے۔

(ایضاً)

منہوی ترجمہ انھوں کو آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ یہی ان مشاہدات و کیفیات
کی جزئی تحقیق تو اس کے لیے نوزوں دوسری مجلسیں ہو سکتی ہیں۔ سیرت نبوی قرآنی سے
ان وقایع کا تعلق نہیں۔

قرآن مجید کے صفحات کے اندر متعدد واقعات سے متعلق جہز اس وقت تک
معروض وقوع میں نہیں آئے تھے۔ پیشوا گویاں موجود ہیں۔ کچھ ہیں اور کچھ غیبی، جو
آگے مل کر تمام تر حقیقت ثابت ہوئیں۔ مثلاً فتح خیبر فتح مکہ جملہ رسالت کے بعد کی
فتح مندیان۔ دوسری بار یہ اخبار باعینب براہ راست قرآن سے متعلق ہے اور ایسی
چیزوں کا شمار معجزات قرآنی ہی کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ سارے دعویٰ نبوی

ہی زبان دہی ترجمان سے ادا ہوئے تھے۔ اس لیے اگر انہیں معجزات نبوی سے تعبیر کیا جائے تب بھی کچھ بے جا نہ ہوگا۔ ان ہی اندر حیرت انگیز پیش گوئیوں میں سب سے شاعرانہ و غلبہ روم کی پیش گوئی بخلی وقت کی سب سے بڑی سلطنتیں نہیں شنیدہ ہیں۔ مشرق میں ایران اور مغرب میں روم کی تھیں۔

ایران ۱۹۷۹ء میں اپنے حریف روم کو زبردست اور کامل شکست دے چکا تھا اور مادی ظاہری اسباب کے لحاظ سے اس کی مطلق توقع نہ تھی کہ رومی مستقل قریب میں کچھ بھی محض اپنی شکست فاش کاٹے سکیں لیکن قرآن مجید نے اسی وقت یہ حرکت خبر دے دی اور منافقین کے جرمِ فحیر کو سنا دیا کہ رومی چند ہی سال کے انداز میں روم فتح مند ہو جائیں گے۔

عَلَيْكَ الْوَلُؤْمُ فِي آتَى الْأَرْضِ
وَهُمْ مِنْ بَعْدِهِمْ سَيَغْلِبُونَ
فِي رُبْعٍ مِنْهُمْ لَا يَأْمُرُونَ قَبْلُ
وَيُؤْتَانَهُمْ مِنْهُ يُفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ
يَعْلَمُونَ أَنَّهُ يُفْعَلُ مِنْ شِئَاءِ اللَّهِ
الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ وَعَدَ اللَّهُ لَا خَلْفَ
لَهُ وَعْدًا -

روئے قرآن ترجمہ میں مغلوب ہونے میں یہ
وہ مغلوب ہونے کے بعد چند ہی سال کے اندر
غالب آجائیں گے۔ اللہ کے ہاتھ میں ہر اعتبار
ہے پتے بھی اور پچھے بھی اور اس روز صلائی اللہ
کی دوسرے خوش ہوں گے وہ بے جا ہے۔ د
دوسرے وہ غالب ہے ریم ہے اللہ کا وعدہ
ہے اور اللہ اپنے وعدے کو کبھی نہیں فروتا۔

(الرم ۵۷)
دس سال بھی نہیں گزرنے پائے تھے۔ تاریخ کا بیان ہے کہ ابھی کل نوں سال
نہایتی ۱۲۵۶ء کہ درم کو صرف خراج کا مل ایران پر حاصل ہو گئی اور یہاں تازہ کر لیے
کر قزاق محمد نے غلطی بیعت منہ۔ چند سال کے اندک استعمال کیا تھا اور زبان
عربی میں یعنی کہ اطلاق تو ہی سال تک ہوتا بھی ہے۔ مشہور دکنی موصوف نگہ نے صدر
بعد گوی دی کہ پیشین گوئی کے وقت اس پیشین گوئی سے بڑھ کر کوئی چیز بعد از قیاس بھی
معجزات اہل کا ذکر آچکا۔ معجزات نبوی کی ایک نوعیت یہ بھی تھی کہ کسی واقعہ

منفعتی سے حضور کو غیب سے اطلاع ہو جاتی تھی اور آپ کے قریب والے تک آپ کی اس غیب ذاتی سے حیران رہ جاتے تھے ایک بار ایک یسوی صاحبہ سے آپ نے کوئی بات راز میں فرمائی انھوں نے راز دہری کے اس اہتمام کے ساتھ وہ بات دوسری یسوی تک پہنچا دی یہ راز کھنی کا راز آپ پر غیب سے ظاہر ہو گیا۔ آپ نے ان پہلی یسوی صاحبہ سے سوال کیا ان یسوی نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپ کو یہ خبر کیسے مل گئی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر میرے خدا سے ملنا وہ دنیا نے پہنچا دی۔

فَلَمَّا كَانَتْ هَامِدَةً قَالَتْ مَسْ
اِسْتَبَاةٌ هَذِهِ اَقَالَ شَيْخًا فِي السَّرِيَّةِ
الْعَبْدُ (المزمع ۱۵)
اور انھیں راستہ تقصیر سے کام لیا جائے تو اس طرح کے اور بھی واقعات کے اشارے سے
وہاں مجدد ہی مل جائیں گے۔

خانگی اور ازدواجی زندگی

دوسرے مذہبوں کی تعلیم جو کچھ بھی جو اسلام نے پیروں کو ماہیوں اور دنیا سبیلوں کی شکل میں نہیں۔ بلکہ جو بھی بچے رکھنے والے، اولاد و خانہ داری واسطے۔ مگر بہت سیوں کے قلاب میں پیش کیا ہے اور اللہ کے خاص بندوں و عباد و الرحمن کا ایک وصف یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اللہ ان کے ازواج و اولاد کو ان کی انگوٹوں کی ٹھنڈک بنادے۔

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ دِينَنَا هَبْ لَنَا
مِنْ أَزْوَاجٍ ذَاتِ إِيمَانٍ وَتَوَّاهٍ
وَاجْتَنَابِ الْمُشْفَقِينَ إِنَّمَا

(الفرقان ۶۵)

پیغمبروں نے اولاد کی تمنا میں کہ میں دعا میں کہ میں چنانچہ حضرت زکریا کی تمنا ہے۔

رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ
خَيْرُ الْوَاكِلِينَ (انبیاء ۷)

اور دوسری جگہ یہ دعا تفصیل سے نقل فرمائی گئی ہے۔ پیرائے سال کے باوجود اولاد حاصل کیلئے آپ دعا و مناجات کرتے ہیں۔

وَالَّذِي خَشِيَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ رَجَائِي
وَصَلَّاتُ الْمَرْأَةِ عَمَّا قَرَأَ أَحْسَبُ لِي

میں نے موت سے پہلے ترسنا شروع کر دیا تھا
میں اکیلا بے خوف و ترس رہتا تھا
میرے رب پسندیدہ بنادے۔

قرآن مجید نے پیروں میں سے ذکر ایک کا نہیں بہتوں کا کیا ہے اور ان میں سے اکثر کے ساتھ تذکرہ ان کے اہل اہل ایمان کا بھی آگیا ہے۔ جو نامہ راج و افسان کے موقع پر پیغمبروں کی اس عام سنت کے بعد رسول صلعم کا خیال و رہنما اہل اہل غلب تھا۔ لیکن ضرورت ظن و قیاس کی نہیں۔ رسول کے اہل بیت کا تذکرہ صراحت کے ساتھ موجود ہے اور آپ کی خانہ داری اور ازدواجی زندگی اس حد تک تو قرآن مجید سے صاف نکل ہی رہی ہے۔ رسول اللہ کی اپنی زندگی کے سلسلہ میں ازواج اور سنا، دو لفظ آئے ہیں اور دونوں بصیغہ جمع اس سے یہ تو ظاہر ہی ہو گیا کہ آپ کی بیویاں متعدد تھیں۔ ایک جگہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا
أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ فَبَشِّرْهُ بِمَرْحَاتٍ
أَزْوَاجِهِ (التوہم ۵)

ازواج بصیغہ جمع اور کئی جگہ بھی قرآن میں حضور کی بیویوں کے کیلئے ایسا ہے اور یہی حال لفظ نساء پر مبنیہ جمع کا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا
أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ فَبَشِّرْهُ بِمَرْحَاتٍ
أَزْوَاجِهِ (التوہم ۵)

اور اس کو صحیح میں بار بار ذکر نہیں بیویوں کا بصیغہ جمع آیا ہے تو نفس تعدد قرآن مجید نے واضح طور پر ظاہر کر دیا ہے۔ اب یہ کہ ان کے تعداد کتنی تھی اس پر چونکہ کوئی قطعی اطلاق روایتی مسئلہ نہیں ہے۔ لہذا اس لیے قرآن مجید نے اسی غیر ضروری جزئیہ کا ذکر نہ کیا تعداد کی تصریح حدیث و سیر کی کتابوں میں ملتی ہے۔

ان ازواج مطہرات کا مرتبہ بھی عام مومنات سے بلند تر تھا اور ساتھ ہی ان

کے دوسرا بیان بھی کہیں بڑی ہوتی تھیں۔ جوایت آپ نے ابھی سنی تھی اسے ایک بار پھر سماعت فرمائیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَسْنَا بِكُمُ خَائِدِينَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا لَنَنصِفُكُمْ (۲۵)

اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔

ایک جگہ ان کے فضل و منزلت اور ان کی دوسرا بیان دونوں کو کس طرح سوکھایا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَسْنَا بِكُمُ خَائِدِينَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا لَنَنصِفُكُمْ (۲۵)

اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔

(۲۵)

ان کے لیے شریعت کے عام قانونوں کی پابندی ضروری تھی اور ان کے لیے کچھ احکام خصوصی بھی تھے۔ ایک طویل کتب میں ان میں سے اکثر کو ایک جاکر دیا گیا ہے۔

فَلَا تَعْظُمُونَ بِالْقَوْلِ فِي ظُلْمَةٍ
أَنْتُمْ فِي ظُلْمَةٍ مَرْهُوْنٌ قُلُوبُكُمْ
مَعْرُوفًا وَقَوْلُكُمْ فِي ظُلْمَةٍ

تَنْجِزُ الْبَاطِلِ وَالْأَوَّلَى وَأَنْتُمْ
الْمُتْلُونَ وَالْأَوَّلَى وَالْأَوَّلَى
أَطْعَمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِنَّمَا يُوْنِزُ
أَلَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمْ الرِّجْسَ
أَهْلَ الْبَيْتِ وَبِقَوْلِهِمْ تَحْلِفُونَ
وَإِنْ كُنْتُمْ مَائِثِينَ فِي بَيْتِكُمْ
مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْمُحَصَّنِينَ
إِنَّا اللَّهُ كَمَا نَلْعَلُكُمْ خَائِدِينَ

(۲۵)

اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔

اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔

اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔
اگر تم کوئی بے ایمان نہ ہو۔

باندھنے کی تاکید ان کے لیے ہوئی۔

پچھلے نمبر پر یہ اندراج بھی کے لیے یہ خصوصی وجہ و احترام کا مقرر کر دیا گیا ان کے حسن عمل پر اجر بھی نامہ ان کی غفلتوں پر گرفت بھی زیادہ سخت۔
پانچویں بات یہ کہ اس کی شہادت کہ ان کے گھروں میں چرچا قرآن و حکمت ربانی کا خوب ہلکا تھا فایو بیو تک کا حفظ بہت قابل ملاحظہ ہے فی بیت اللہ تعالیٰ نہیں فرمایا۔ بلکہ گھروں کی نسبت غور انہیں محرمات کی جانب کی ہے۔

یہ بھی خیال کر لیا جائے کہ چھٹی صدی عیسوی اور ساتویں صدی کے شروع کا عرب تمدن بیسویں صدی کا فنگی تمدن نہ تھا کہ مسلمان ہیں کئی کئی کرے بدروم اور ڈانگٹہ دم اور ڈانینگٹہ دوم وغیرہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سکنے کے لیے ہیں ایک مجرہ بیو بیو کا ہر وہ کام آج کے معیار سے بنائے کرے کے کہ شہری ہی سے کہ تین صحت ہو گاہر جو کچھ اندراج مبارک متعدد تھیں۔ مجرے بھی قدرۃ متعدد ہی تھے اور آپ کا تہیام کہیں ایک مجرہ میں رہتا کبھی دوسرے میں اور اوقات متفرقہ میں باہر مسجد میں ہوتی قرآن مجید نے اسی لیے ہجرت ہے حیدر جمع استعمال فرمایا ہے اور عرب کے گھروں کو اس شایستگی کی تعلیم دی ہے کہ آپ کو باہر سے پکارنا نہ شروع کر دیا کریں بلکہ آپ کے باہر سے آج ہونے کا انتظار کیا کریں۔

رَأَى الْيَتِيمَ إِذَا يَتَتَبَعُ الْكُلُوبَ مَنَاسِكَ
وَرَأَى الْيَتِيمَ إِذَا يَتَتَبَعُ الْكُلُوبَ مَنَاسِكَ
وَرَأَى الْيَتِيمَ إِذَا يَتَتَبَعُ الْكُلُوبَ مَنَاسِكَ
وَرَأَى الْيَتِيمَ إِذَا يَتَتَبَعُ الْكُلُوبَ مَنَاسِكَ
وَرَأَى الْيَتِيمَ إِذَا يَتَتَبَعُ الْكُلُوبَ مَنَاسِكَ
وَرَأَى الْيَتِيمَ إِذَا يَتَتَبَعُ الْكُلُوبَ مَنَاسِكَ
وَرَأَى الْيَتِيمَ إِذَا يَتَتَبَعُ الْكُلُوبَ مَنَاسِكَ
وَرَأَى الْيَتِيمَ إِذَا يَتَتَبَعُ الْكُلُوبَ مَنَاسِكَ
وَرَأَى الْيَتِيمَ إِذَا يَتَتَبَعُ الْكُلُوبَ مَنَاسِكَ
وَرَأَى الْيَتِيمَ إِذَا يَتَتَبَعُ الْكُلُوبَ مَنَاسِكَ

(الحرات ۱۵)

خیر تو ایک جملہ معتمد سادہ میان میں آگیا۔ اب پھر توبہ اندراج مطہرات کے

ذکر کی طرف ہوجائے۔ انہیں کی مسامحت اور منزل زندگی کے سلسلہ میں یہ آیت بھی بہت پر مبنی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

لیکن ایک کار (محنت) تو یہ سب ہی تھیں جیسا کہ قرآن مجید کے سکوت سے اور تاریخ و میراث کی تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے اور اس قدر کسی ایک کا بھی کہیں سے ثابت نہیں اس لیے اس جملہ کی حدود یہ سب ہی قرار پائیں۔

ایک بات اور بھی آیت سے نکل آئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (تعلیم ارشاد الہی میں) سب ہی پروری صاحبوں کو اس کی اجازت دے دی تھی کہ دنیا کی خوشحالی کی اگر بہانہ کیا جاہتی ہوں تو میں تم کو مرضی خوشی اپنے سے الگ کر دیتے کہ تیار ہوں اور اس اجازت و رعایت سے فائدہ کبھی ایک سے بھی نہ اٹھایا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ ان سب کی زندگی تقویٰ و طہارت کے کسی بلند مرتبہ پر تھی اور ہر ایک بات اور دستور شاخ و شاخ کے یہ بھی نکل آئی کہ آپس میں سادے طبیعت اختلافات کے باوجود مال دنیا سے یہ بلے برقی اور نفع و خوری کی طرف رغبت ان سب میں مشترک رہی تو یہ قیود قریب زنجیریت رسولی ہی کا ہوسکتا ہے اور اس سے خود رسول کی فکر کیسا اثر پر بھی پڑی ہوئی نظر پڑتا ہے۔

اب تو ایک انداز دیکھئے کہ آیت پر نظر کیجئے تو یہ حقیقت بھی فاش و ہر ماسا نے آجاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بہت سادہ اور معمولی قسم کی تھی جس کے لیے

خوشنالی کا حامل اور امانگ رکھنے والی ہر عورت کو پہننا چاہیے۔

ازواج کے تعدد کی شہادت میں ایک آیت کو دیکھیں کہ وہ پہلے سامعین یا انکس کے علم میں آچکی ہے سوہ تحریم کی وہی آیت ایک بار پھر حسن معاشرت کے پہلو سے ملاحظہ کیا آیتا النبی لیم یشکرکم ما اعد الله لکم فی سفوفات آؤزواجکم (۱۲) اس آیت کے سنے سے اس پر کاربائے اور کیوں حرام کئے جاتے ہیں جسے اشتہا کے سنے سے حلال کیا ہے۔

اس دہجہ کی کا کچھ حکم ہے ایسی صاحبوں کی دہجہ کی رسول اللہ کو اس دہجہ پر نظر رہتی کہ جسے اس پر اللہ کی طرف سے بندش عائد کرنے کی ضرورت نہ تھی ان پر یہ وہ معاملہ دیکھیں جنہوں نے رسول اللہ کی لطیف و نرم و دلانہ ویر شخصیت کو ایک سخت گیر، دشت اور خشک مزاج انسان کی حیثیت سے پیش کرنا چاہا ہے۔ اپنی کسی فریق زندگی کی خاطر کسی مادی لذت سے متنع نہ کرنے کا کہنے اور ہر لازم کر لینا، بھائے خود معصیت کسی دہجہ میں بھی نہیں۔ پھر بھی صاحب شریعت کے دہجہ سے فرود تھا اس لیے تنبیہ فرمادی کہ کسی نہ کسی لغت و زبانی سے مشکل طور پر دست بردار ہو جائے علو اس کے حرام کئے جی کے حکم میں داخل ہے۔

اس آیت کے معانی بعد کی تین آیتیں اسی سلسلہ بیان سے متعلق ہیں اور تینوں بڑی معنی نیز پہلی آیت ہے۔

وَلَا تَسْرَبْنَ إِلَىٰ بَعْضِہِمْ
اَزْوَاجَہِمْ حَتّٰی تَخْرُجُوا مِنْہُمْ
وَاَنْظُرُوْا اِلَیْہِمْ عَزَّ وَجَلَّ
وَاَمْرًا عَنِ بَعْضِہُمْ فَلَکُمْ
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
سَالَتْ سَبَّحًا فِی الْعِلْمِ الْعَلِیِّیْنَ۔
(۱۳) اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے کہ جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے کوئی بات چیت فرمائی اور وہ بات ایسی ہوئی کہ کسی اور بیوی کو تبادی اور اللہ نے نبی کو اس کی خبر کر دی تو نبی نے اس کو خبر نہ لیا دیا اور کہہ کر کمال گئے پھر جب نبی نے ان کی کوئی بات چیت فرمادی تو نبی نے اس کو خبر کر دی۔

جس قسم کی جانب اشارہ اس آیت میں ہے اس کا حاصل حدیث و سیر کی کتابوں میں ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی زوجہ مبارک سے کوئی بات مصلحتاً لازم و لازم فرمائی تھی ان صاحبہ نے وہ بات دوسری صاحبہ تک پہنچادی اور اس کی اطلاع آپ کو بھی الٹی سے ہوگئی۔ اس پر آپ نے ان پہلی بیوی صاحبہ سے ان کی شکایت کی لیکن اس وقت بھی پوری بات نہ دہرائی کہ اس سے ان کو شرمندگی نہ زیادہ ہوتی۔ پس صرف اتنا فرمایا کہ تم نے ہماری آپس کی بات دوسری تک بلا اجازت کیوں پہنچا دی۔

قرآن مجید کوئی بات بلا مقصد نہیں بیان کرتا۔ اس تمام تر خانگی قصہ کے لے آئے سے سبق ایک نہیں کی گئی چکے ہیں۔

چنانچہ پہلی بیوی بھی کہ آپ کی معیشت اور خانگی زندگی کی جنت کی نہیں اسی خانگی دنیا کی زندگی تھی۔ جو ہر بشری کے ہر ہر فرد کے لیے نمونہ کا کام دے سکتی تھی۔ اس میں وہی پیش آتی تھیں۔ جو ہر انسان کو اپنی اندرونی زندگی میں پیش آسکتی ہیں اور علاوہ ملکی انتظامات اور اجتماع معاہلات میں امت کی رہنمائی و پیشوائی کے آپ کو خانگی معیشت کے سر محلوں سے گزرتا تھا کہ بغیر اسے سوہ حسنہ کے کامل و جامع ہر شے کی حکومت تھی۔ ایسی بیوی صاحبان کی فطرت بھی اعلیٰ سے اعلیٰ تربیت و تزکیہ نفس کے اور جو بشری ہی تھی۔ دوسرا سبق یہ تھا کہ حسن معاشرت و معیشت کو آپ پر عزم تھا۔ عین ناگوری کے وقت بھی رفق و ملامت کا سرشتہ تھوٹے سے چھوٹے پالا اور دلہن کی دہجہ کی گفتگو سے اشتغال کے وقت بھی ذہن کو غفلت نہ ہوئی۔

تیسرا سبق یہ ملاحظہ ہو کہ زبان سے یہ ارشاد ہوا کہ خبر کچھ کہوں نہ ہو جاتی سب سے اپنی فراست کو پیش فرمایا نہ صرف و اشراق کو فرمایا کہ ایک مکمل کھڑے نہ رہا کہ اس نے سب سے بزرگ خبر کے لیے خبر پہنچادی۔ شمس اس کی طرح جو اسے خبری صاحبان کو بہ و چراغ کی ترقی دیا اور اپنی مکمل متصل آیت میں خطاب بیان دونوں خبری صاحبوں سے پہنچے سے کہہ کر کلب کو جتنی ترقی ملی تھی۔

کے لیے نامزد کر دیا گیا تھا۔

[illegible]

انواع مطہرات کیساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (علیہ السلام) بھی جیسا کہ آئینہ میں ارشاد ہوا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ
لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ عَلَيْكَ حَرَامٌ
وَمَا تَكُنْ لَهُنَّ حَرَامٌ
وَمَا تَكُنْ لَهُنَّ حَرَامٌ
(المعزاب ۴)

یعنی دوست زادہ صاحبزادوں کا جو تواتر سے شہادت ہی ہو گیا اب دوبارہ یہ آیت سینے کا جس سے معلوم ہو گا کہ حجاب ہی کے سلسلہ میں ایک اور قانون اہمات مرمئین اور سولہ کی صاحبزادیوں کے لیے تھا اور وہ امت کی ہر خاتون تک وسیع کر دیا گیا۔ ارشاد ہوا ہے۔

ہاتھ الہی قل لہذا جک
ہو سنا تک و قسا المؤمنین لہم
علیہم من جلا یہیہ
(۱۵۸)

یہ اپنے اور اپنی چادریں بھی کر لینے کا حکم دہی ہے جسے ہمارے ملک میں اور ہماری زبان میں گھونگٹ نکال لینا کہتے ہیں۔

از دوامی زندگی کے دائرہ میں آپ کے لیے تدریجاً بعض خصوصی وسعتیں اور سہولتیں
تعمین جو عام افراد امت کو حاصل نہ تعمین چنانچہ ایک ارشاد یہ ملتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَعْلَمُكَ أَنَّا أَبَدْنَا
لَكَ آيَاتُ مُجُودٌ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ
عَا أَكْرَأَهُ عَلَيْكَ وَبَدَأَتْ عَرِشَكَ

خَلَقَ وَبَنَاتٍ عَشَارَةً وَأَسَدًا
خَالِكًا وَبَنَاتٍ خَالَاكِ السَّحَابِ
هَاجِرًا مَعَكَ وَأَسَدًا مُؤَمِّنَةً
إِنْ وَفَّيْتِ نَفْسَهَا لَشَيْءٍ أَرْتِ
أَدَاةَ الشَّيْءِ أَنْ يَسْتَكْبِرَ عَلَيْهَا
خَالِفَةً لَكَ مِنْ ذَوِي الْمُؤْمِنِينَ

احکام سے قطع نظر آیت کے الفاظ سے رسول اللہ کے خاندان کے لئے خزانہ کا وجود بھی ثابت ہو گیا۔ آپ کے چچا و دامادوں اور چچیاں اور خالائیں اور بہن میں سے ہر ایک کی بیٹیاں۔ ان سب کے وجود کی شہادت تو آپ کے رب سے ہی ملتی ہے۔ —
 آپ کے منصف و خصوصی اور مرتبہ امتیازی کے الفاظ سے آپ کے لئے رعایا میں تو انہیں کے سلسلہ میں آیت کا یہ حکم بھی سن لیا جائے کہ انوار کے درمیان شب باشی یا امی کی بھی پابندی تہرہ نہ تھی۔

آپ ان (دیوبند) میں جوں کو چاہیں لینے سے
دور رہیں اور میں کو چاہیں اپنے نزدیک رکھیں
اور میں کو آپ نے اگہ کر رکھا ہے ان میں
سے کسی کو کچھ طلب کر میں عجب آپ پر کوئی گناہ
نہیں اس نظام میں زیادہ وقت یہاں سے کہ ان
دیوبندوں کی تکلیفیں غلطی میں کی اور وہ آزاد
دلوں کی اور اس پر راضی رہیں کہ جو آپ ان کو
دیں اور ان سے خوب جانتا ہے جو کچھ تمنا ہے
دلوں میں ہے اور ان پر علم اور ہے۔ اور علم والا ہے۔

بیان رسول اللہ کے لیے اذواجی رخصتوں اور رعایتوں کا ہونا تھا۔ یکے کے بعد

آیت سے یہ مضمون بھی نکل آیا کہ خود باگاہ الہی میں ان محترم مسیوین کا احست عام تھا۔
 وسط آیت کے الفاظ پہلے اگر درودی میں پوری طرح خیال میں نہ رہے ہیں
 قراب دوبارہ ان کا احتضار کر لیا جائے

یہ اصطلاحات اس لیے کہ اس سے ان محرمات کی آنکھیں بخندنی پڑیں اور نہیں بزدگی
 نہ پیدا ہونے پائے! اللہ اللہ کہ جس درجہ اہتمام اپنے رسولؐ کی ان میں ان کے محرم
 محترم کی بھی دلجوئی کا ہے اور اس صورت حال کا یہ لازمی نتیجہ تو یہ ہوتا ہی تھا کہ یہ جتن
 دینا امتیہ نہ تھے۔ یہ سب راضی رہیں گی اس پر ایک انہیں جو کچھ سے دیں۔

لیکن یہ نہ خیال کر لیا جائے کہ رسولؐ کے لیے اندوہی زندگی میں بس وسعتیں
 اور رعایتیں ہی تھیں۔ نہیں بلکہ جہاں ایک طرف یہ گنجائشیں تھیں وہیں دوسری طرف
 خصوصی پابندیاں بھی تھیں۔ چنانچہ آپؐ کے لیے جائزہ رکھ کر نزول آیت کے وقت
 جو ازواج مطہرات موجود تھیں انہیں بدل کر کسی اور عورتوں کے ساتھ رکھنے کا فیاضیہ قرار دیا۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدِهَا وَمَنْ عَدَا ذَلِكَ
 أَنْ تَبْدَلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَكَانَ
 أَغْنَىٰ لَكَ خَيْرُكَ إِلَّا مَا مَلَكَتْ
 يَمِينُكَ. (الاحزاب: ۴۰)

انسان بہر حال آپؐ بھی تھے تمام بشری جذبات و میلانات کے ساتھ اس لیے
 کسی عین صورت کی طرف میلان طبع ہو جاتا اور ابھی عہدیت و رسالت کے مٹانی
 نہیں اور عظمت بشری کے عین مطابق ہے کہ اس طبع میں متعین چڑھ کر رہنے سے آپؐ
 کو بالکل روک دیا گیا اور چار زادی ساری امت کیلئے تھیں وہ ان کی فدا کے لیے باقی نہ رہی۔
 ان پر زور اور اور یہ نفوس سے دنیا کا کوئی بھی ماحول خالی نہیں خواہ ان پر عہد
 حیثیت سے وہ کیسی بھی پاکیزہ و بلند ہو۔ رسول اللہؐ کی اندوہی زندگی میں بھی ایک ایسا
 سنت و آفرین ساز موقع پیش آیا جس نے بعد امت والوں اور امت والوں کی پیشانی
 سے بڑی بدنامی کے جوہر بھی نکال دیا۔ انسان کرنا ہو کہ یہ نہ شہرہ راز مسافروں نے حضورؐ

کی محبوب ترین زوجہ مبارک حضرت عائشہؓ پر ان کے ایک تہ سہ کو آؤ بیکار لکھ کر
 یعنی با کسی شہادت کے بھی محض وہ ہم وہ بگناہی کو کام میں لایا کہ ایک سہ لگانے والا تراش
 دیا۔ اور ایک کا گھاسا ہر لون مسلمان بھی اس طوفان میں تیزی میں لگی دیکھا دیکھی شریک ہو گئے
 ان تمام تعارض نوعیت کا کہ حضورؐ ان وقت پر حضرت محمدؐ ہی تھے دنیا کا کوئی فیض نہ شہرہ راز
 شہرہ راز نہ تھا۔ قرآن نے اس واقعہ کا نام ہی ان کے لیے ہی ہوتا یا طوفان رکھ دیا ہے اور
 اس کو شروع ہی قاتل کیا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِآلِ فُلَيْك
 عَصِيَّةً فَإِنَّهُمْ كَانُوا خُفْيَةً لِّكَ
 بَلْ كَانُوا خُفْيَةً لِّكَ لَمَّا أَمَرُوا
 مَائِكَتَبَ وَمَنْ أَلْفَيْكَ
 قَوْلَ كَيْفَ وَهُمْ لَكَ عَذَابٌ
 عَظِيمٌ. (النور: ۲۴)

یہاں کسی مومنہ کی عزت و کرام پر حملہ کرنا کیا کہ بچے جاننا اس کا وہ عہدات حالاً
 کی سرطعا عائشہؓ صلیتہ رضی اللہ عنہا صحیحی خاتون کو نہ پڑا اور ایسے بے ہوش افراد ہزاروں
 کے سر پر برقعاب اگر کوئی اٹھا مومنہ کی یہ سادہ لوحی بھی قابل گرفت ظہری کا کیسے کھلے
 ہوسے ہستان کہ کتنے ہی تردد کریں نہ کر دی۔

قَوْلًا إِذْ سَمِعَتْ مُنْتَوِيَةً ظَنَّتْ أَلَيْسَ لَهَا
 وَالْمُؤْمِنَاتُ وَالْمُؤْمِنَاتُ خَيْرًا مِنْ ذَلِكَ
 هَذَا الْفَلَكَ خَيْرًا.

ایسے ہستان کو جس کر اس کے متعلق شک و شبہ نہیں پڑ جاتا اور اسے خیالی میں شغف کے
 طور پر اس کا ایک دوسرے سے چچا کرتے نہایت سب ایک صلح معاشرے کیلئے سنت قابل موازنہ تھا
 و کو کو فذلک لاشعور علیہ کلمہ اور اگر تم پر اللہ کا فضل کر م شامل مال نہ ہوتا
 دنیائیں اور آخرت میں تو بہر منتظر میں نہ ہوسے کلمہ

لَسْتُمْ كُمْ فِي مَا أَنْخَسُمْ فِيهِ
عَدَّ ابْنُ عَطِيَّةٍ إِذْ بَلَغَتْ
يَأْتِيَنِيكُمْ وَلَقَدْ نُوْنُوا بِأَفْوَاهِكُمْ
تَالَيْتُمْ لَكُمْ يَوْمَ جَمْعٍ وَنَسِيْتُمْ
مَنْ جَاءَكُمْ وَهُوَ جُنْدُ اللَّهِ عَظِيمٌ

(اندر ۲۵)

انکہ وہ تمام کے ساتھ دوبارہ ارشاد فرمایا ہے۔
وَلَقَدْ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا
يَكُونُ لَنَا أَنْ تَخْلُجَ مِنْهُ
لَسْنَا لَكَ هَذِهِ الْأَيُّهَا عَظِيمٌ (ایضاً)
ان آیات کو اور اقدس سے متعلق ان تفصیلی و جزئی احکام کتاب کو دیگر کلام کے قرآن
کے نازل کر رہے ہیں کہ ان میں رسول کے گھر والوں کا بھی احترام کس وجہ سے مقرر فرمایا
اور یہ ہیں ان نادان معاندین کی بات کا بھی جواب مکمل آتا ہے جنہوں نے اصرار فرمایا کہ
قرآن کی کسی کتاب پر کسی کو آخر میری ذاتی فاطمی زندگی کے عزت سے کیا واسطہ تھا صرف یہ بیان

چہ ہے جو بہر مقام محمد علی است

اسے کیا جو محمد علی کی زندگی ایک شخص اور ایک ذات کی تھی یہی کہ یہ زندگی تو مسکن
عالم کیلئے نہ اور مثال تھی۔ ہر ملک پر قوم، ہر زمانہ کا فرد و شخص کے لیے سبق تاس کے
اندوختہ ہیں اور بشری زندگی میں جتنے بھی عمومی سرے طبعی اور عمومی طور پر پیش آسکتے ہیں
اس ذات القدس کا ترجمہ اور کیا تھا کہ وہ آفاقانہ گیر نہ تو کام دے اور ایک ایک فرد پر اپنے
خلاف کے لحاظ سے اس سے استفادہ کر کے تو تمام اس لیے یہ بھی کہ اتنی تفصیلات تو ان کے
میں کیوں بیان فرمائیں بلکہ اگر کیجیے تو یہ کہ بیان ان سے بڑھ کر تفصیلات کیوں نہ ہوا۔

لاولدی عرب میں بھی اکثر عربی قروں کی طرح ایک ملازمین جاتی تھی اور معاندین نے
آپ پر ان ملازمین کو آواز سے کہنے شروع بھی کر دیئے تھے قرآن مجید کے جواب میں زندگی کا

یعنی یہ اولاد وہ جاسے دوسرے کو آپ نہیں کہہ سکتے تھے یہی ہیں اور طحطا کے کوشش
سے طلع نظر ایک اور بھی علم اس سے حاصل ہوا کہ رسول اللہ صاحب اولاد تھے اور آپ صاحب
اولاد ہونا مسکون معاندین کے شاہد ہیں آثار بائین کا ساتھی قرآن نے یہ بھی سنایا ہے۔
مَا كُنَّا لَكُمْ كُفَّةً أَوْ بَاطِلًا
قَسَمُ رَبِّي أَلَيْكُمْ۔ (اندر ۲۵)

اس سے حضور کی باخ اولاد قرآن کی نفی ہو گئی اور اہل سیر کی بیان بھی یہی ہے کہ حضور کے
صاحبزادوں میں سے کوئی بھی حدیث شریفوں کے آگے نہ بڑھا اور جب کوئی صاحبزادہ نہ تھے
تو اولاد میں بجز صاحبزادوں کے اور نہ کون جاسے چنانچہ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ
حضور کی بنات (صاحبزادوں) کا ذکر کیا ہے اور وہ بات ابھی ہزار منٹ پہلے آپ کے سامنے پیش
ہو چکی تھی اور دوسری جگہ بنات کے بجائے سناہ کا لفظ آیا ہے وہ حال بھی آپ کی سماعت
میں آچکا اور اہل سیر کے اس بیان سے تو سب بھی واقف ہوں گے کہ حضور کی بار صاحبزادوں
میں سے ایک کا سلسلہ نسل با شامہ اللہ خوب پھیلا اور بڑا بکثرت ثابت ہوا۔

اختتامیہ

خطباتی معروضات ختم ہو گئے مقدمہ یا افتتاحیہ میں جو کہ عرض کرنا تھا اب اختتامیہ میں
عرض کر رہا ہوں ان کی تیار کی کہیں وقت تک طوعاً یا نکرہ ہو گی کی بنا پر مدت کافی
ہی بلکہ ابھی نامعلوم ہو رہی تھی لیکن جب کام کا ہاتھ دیکھا تو قرآن مجید کا مطالعہ اس خاص
مقتصد سے جو شروع کیا تو نظر کا مطالعات کا ایک باب ایسا نکلا اور اسناد پر اساتذہ ہے اور
اس سند کو سمیت کر ایک مختصر و مفید وقت کے اندر کہنے میں نہ کتنا محو بھیجیے ناہل فرد کی
حوالہ مطالعات سے باہر ہے سو اچھے سائے چہ ہر آرائی بہتوں میں سے اگر نصف نہیں تو
ایک ثلث تو بہر حال ایسی ہی کہیں سے سیرت نبوی کے کسی کسی پہلو پر روشنی نہ پڑتی ہے
اب بچتا یا کہ دولت اور عزیز کیوں نہ مانگ لی لیکن وقت اب بچتا ہے کہ ابھی گذر چکا تھا۔

جول توں اور بڑی جملت اور دوی میں جو کچھ بھی پڑا بطور اعتراض پیش کر دیا گیا اور حراالت
بھی متواتر ایسے پیش آئے گئے کہ کچھ تو انی حالات کچھ دوسری ناگزیر مصر و فیتوں نے وقت کا
خاصا بڑا حصہ اپنی طرف لے لیا اور دو ایک ضروری عنوان جو رسول پاک کی تعلیمات اور ان کی تعلیمات
پر ہونے والے تھے کچھ کسے دے گئے کچھ میں شاید ایسا بھی ہوا ہے کہ آیات قرآنی معروض بیان میں
گمراہی لگائی اور دین غلط پر ایک ہی آیت سے استخراج و استنباط کئی کئی مسئلوں کا ہر مسئلہ تھا
بہر حال سامعین باکلیں اب فرد گلاشتوں اور اضافیوں سے نگذر فرمائیں خطبہ نویس کے
بس میں تو اس آسانی سے کہ نظر ثانی کے وقت ہر کے قرآن ضروری اور اہل کا اضافہ کر دے اور
جب اس مجموعہ کے طبع و اشاعت کی نوبت آئے تو جمیل کسی نہ کسی حد تک ترقی جائے۔

ہر علمی اور تحقیقی کام میں ایک بڑا خوشگوار فرض اس میدان میں اپنے پیشروں کے تکرار کا
ہونا ہے۔ لیکن اسے قسمت کی نارسائی کیسے یا جو کچھ کر اپنے پیشروں کا کام میں بہت ہی
کم میسر آ سکے۔ اصل اور بڑا اعتماد براہ راست کلام اللہ ہی رہا ہے پھر بھی جی بڑی آغوش
سے استفادہ کی نوبت آئی ان کا ذکر منت پیری کے ساتھ دیکھنا بڑی ہی ناخوشی کے
مترادف ہو گا ترتیب و طالع کے نام عرض ہیں۔

(۱) قدامت زمانہ کے لحاظ سے فیراول چھ جلدیں ابن ہشام رحمہ اللہ کا سال وفات
نہایت قریب ہے۔ کی سیرت رسول اللہ صوفیہ سیرت ابن ہشام ہے اس صنف نے سیرت
نبوی کے کچھ حصوں خصوصاً صنف مغازی میں آیات قرآنی کے تفسیر کا انتظام بڑی حد تک قائم کیا۔
(۲) قدیم کتابوں میں اس اعتبار سے نہروم پتافضی حیاض نامی دین کا سال وفات
۱۱۵۵ھ میں کی مشہور کتاب التفسیر تخریفات حقوق المصطفیٰ ہے اس صنف نے فضائل
خصائل و خصال نبوی میں آیات قرآنی سے اچھا خاصا تراجم کیا ہے۔

(۳) دوسرے قدیم کتابوں میں ہمالا نادیت (جس کا اردو معنی متعدد درجات ہے) نامور
تبرکات کتاب شیعہ و دیوانہ کی تفسیر سیرۃ النبی ہے اس کے بعض حصوں میں خصوصاً فقرہ آخر میں
سید سلیمان ندوی کے تحریر سے آیات قرآنی سے استشاد و استدلال کا اہتمام خصوصی کیا گیا ہے۔
(۴) ترتیب زمانی کے لحاظ سے اس سے بھی مقدم کتاب مولانا عبدالمجید

کھنڈی مغلہ کی کتاب مختصر سیرت نبویہ ہے جس کا پورا نام سیرۃ المصطفیٰ الشیخ مسکت
العزیز الدقیق ہے کتاب مختصر ہے یعنی ۶۶×۶۶ تصنیف پر کل ۶۴۴ صفحوں کی خلاصہ کی ہے
پھر بھی بہت کام کی ہے مولانا کی ابتدائی کتابوں میں سے ہے اور ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء
کی پہلی ہفتے کے اردو میں بلکہ میری محدود نظر میں تو عربی میں بھی اس خصوصی موضوع پر تو
میری ایک کتاب ہے اور یہی وصف و صفائی کی صنف کے فقرہ امتیازی لیے کافی ہے کاش
میری کتاب اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد چھپی اب یہی نہیں کہ یہیں ختم کر جو کہ خطبہ بلکہ
ان خامیوں اور فرد گلاشتوں سے بھی پاک ہوتی ہو تو عمری اور خوشی میں ہر اہل علم کے لیے
لازمی سی ہیں۔

(۵) ان سب کے علاوہ ابھی چند سال ہوئے ۱۹۱۵ء میں ایک کتاب مختصر سیرت
قرآنیہ کے عنوان سے ایک اہل تہذیب ایم ایس مشیر دہلی کے نام سے نکلی ہے اس کے نام
سے بڑی توقعات قائم ہوتی ہیں۔ لیکن پڑھ کر اس میں درج ہیں مایوسی بھی ہوتی ہے یہ ایک بہت
بہی جنگ و محروم و بکرا غلط نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے اور آیات قرآنی کو جس طرح توڑ کر
کچھ میں کیا گیا ہے اس سے ہر صاحب ایمان اور ہر طالب علم کا ذوق بالکرات ہے۔

بہر حال ایک عالم و کامل سے نہیں ایک طالب علم اور ناقص سے ایک قلیل مدت
کے اندر جو کچھ ممکن تھا ان گذروں کے روبرو پیش کر دیا گیا وہ مولانا کے لطیف و کرم اگر
اپنے اپنے حسن قبول سے کہانی دین میں بھی نواز دے اور جہاں سلسلہ مقالات کے
پانی اور سامعی اور سامعین سب کو شریک کرے تو اس کی بندہ داری سے ذرا بھی لہجہ نہیں
واحد و ہولانا الحمد للہ رب العالمین۔

۱۰ افسوس ہے کہ مولانا ۱۹۳۵ء میں وفات پا گئے۔

تھے خصوصاً انہیں علما و ذکرا و ائمہ کو حق کرنا مرحوم و مغفور اور قند کی بانی خاتون مرحومہ کو۔

(جنوری ۱۹۵۹ء)

AF-269

طوبیٰ ریسرچ لائبریری
اسلامی اردو، انگلش کتب،
تاریخی، سفرنامے، لغات،
اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com